جلد چہارم

شاہنامہ اسلام



جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

یادِ ایّام

المعروف بہ

شاہنامۂ اسلام

اُردو نظم میں تاریخ اِسلام کے ولولہ انگیز واقعات

۴

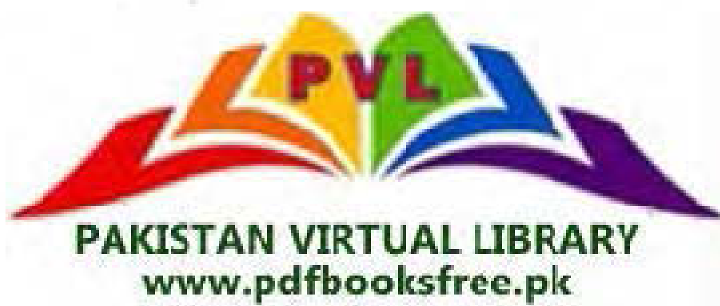
ابُوالاثر حفیظ جالندھری

ناشر

مکتبہ تعمیر انسانیت ○ اُردو بازار ○ لاہور۲

ترتیب و پیشکش
سعید خان
ایڈمن پاکستان ورچوئل لائبریری

www.pdfbooksfree.pk



پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمۂ طیبہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پر

ایمان رکھتا ہے

حفیظ

فہرست مضامین

باب اوّل

دیباچہ حفیظ جالندھری

باب دوم

شام احد کی صبح

باب سوم

نبی اپنے مدینے میں

باب چہارم

سلسلۂ سرایا

باب پنجم

باب ششم

مسلمانوں کا سارے عرب پر دھاوا



دیباچہ

خدا اور اس کے رسول اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ شاہنامۂ اسلام کی جلد چہارم بھی مکمل ہوگئی، جس خلوص و محبت سے میں نے اس کو لکھا ہے اسی جذبے سے قوم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس پیشکش کے ساتھ چند بہت ہی اہم امور عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

پہلی تین جلدوں کے مطالعہ سے ہر شخص پر واضح ہو چکا ہے کہ میرا مقصد کیا ہے اور یہ کہ میں نے یہ سلسلۂ واقعات ایک تخیلی رومان یا محیر العقول رزمیہ کے طور پر پیش نہیں کیا۔

نہ یہ ہے زال کا قصہ نہ رستم کی کہانی ہے
پری مرغ ہے اس میں نہ راہ ہفت خوانی ہے

تاہم میری تمنا ہے کہ یہ کتاب انتہائی دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے۔ مطالعہ کرنے والے ایسے متاثر ہوں کہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کو بھی سنائیں۔

لیکن میری یہ بھی کوشش رہی ہے کہ ان واقعات کے بیان میں کوئی بھی ایسی بات نہ ہو جس سے یہ تاثر ایسی صورت اختیار کرے، جو الف لیلہ، بوستان خیال رستم داستان یا طلسم ہوشربا، ہیر رانجھا ناٹک ناول سینما وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسے تاثرات نہ مجھے درکار ہیں نہ میرا مقصود۔

دلچسپی پیدا کرنے اور مرد و زن کی توجہ کھینچنے کے لئے حسن و عشق، وصال و فراق کی کوئی جھلک ناز و کرشمہ کا کوئی نظارہ اس کتاب میں داخل کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ پڑھنے یا سننے والے کی توجہ اصل مقصود سے ہٹ کر شعر و شاعری کی ظاہری اور بناوٹی مرصع کاری کی طرف نہ جائے، کیوں کہ توجہ کا اس طرح ہٹنا خصوصاً ایسی تصانیف کے لئے موزوں نظر نہیں آیا جو قوموں کی احیاء صادقہ کے لئے لکھی جاتی ہیں۔

اور تو اور ایسی روایات تک سے حتی الوسع پرہیز کیا گیا ہے، جو کافی سند کے بعد مولود شریف کی عام

کتابوں اور بعض کتب سیر میں درج کردی گئی ہیں یا عوام کی محافل میں گرمیٔ محفل کے لئے بیان کی جاتی ہیں۔

عوام الناس کے متعلق خواہ مخواہ یہ خیال کرلیا گیا ہے کہ وہ پست خیال ہیں۔ اور وہ مذکورہ بالا طرز کا عنصر کتاب میں موجود نہ ہو تو توجہ نہیں کرتے۔ لیکن شاہنامۂ اسلام نے ان تمام دلچسپیوں، رنگینیوں اور گرمیٔ محفل کے ساز و سامان سے معرا ہونے کے باوجود اس خیال کو باطل ثابت کردیا ہے۔ ہزارہا مرد و زن، بوڑھوں، بچوں، جوانوں نے اس کتاب کو یہ ذوق و شوق حاصل کیا، لاکھوں نے اس کو پڑھا، پڑھایا سنا اور دوسروں کو سنایا، اور یہ فیضِ جاری روز افزوں ترقی پذیر ہے۔

ہزارہا خطوط ہندوستان کے ہر گوشے سے بلکہ بیرونِ ہند سے بھی (جہاں کسی نہ کسی طرح تھوڑی بہت اردو جاننے والے مسلمان موجود ہیں) مصنف کو موصول ہوئے ہیں اور اس امر کے شاہد ہیں کہ جس طبقے کے لئے یہ کام کیا جارہا ہے وہ طبقہ اس کتاب سے اثر پذیر ہے۔

یہی نہیں، بہت سے نئے اور پرانے شاعروں نے اس طرزِ سخن کو موثر پایا اور متعدد کتابیں اور بیشمار نظمیں اسی طرز پر لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں۔

ہاں ایک چھوٹا سا طبقہ ضرور ہے جس کو شاہنامۂ اسلام سے چڑھ ہے۔ اس طبقے میں مصنف کے بعض ایسے ہمعصر شاعر لوگ ہیں جن کو شاہنامۂ اسلام کی کامیابی میں اپنے فن کی ناکامی کا غلط احساس نہ جانے کیوں پیدا ہوگیا ہے۔ ان میں جو زیادہ تلخ نوا ہیں، فرماتے ہیں: کہ اس قسم کا لٹریچر جو شاہنامۂ اسلام پیش کررہا ہے اور جو صرف مسلمانوں ہی کے لئے مفید ہوسکتا ہے، ہندوستان کی متحدہ قومیت اور خالص پرستش وطن کے تصور کیلئے خطرناک ہے۔ ان سچے وطن پرستوں کا مطالبہ یہ ہے کہ ہر شاعر کا فرض ہے۔ موجودہ دور میں اسلامی روایات کا تمسخر اڑانے اور ہندوستان میں رہنے والی دس کروڑ آبادی کو اپنے ماضی سے بیزار کرنے کے سلسلے میں ان کی تقلید کرے، ان کا بیان ہے کہ اس طرح ہندوستان میں انقلاب آجائے گا۔ اور ان کی لوحِ مزار پر شاعرِ انقلاب ایسے حروف میں لکھا جائے گا جس کے پڑھنے والے شاعر اور انقلاب دونوں سے بے خبر ہوں گے۔

میں نے اپنے ان کرم فرما شاعر لوگوں کی زبان وقلم سے بہت کچھ سنا اور برداشت کیا ہے ؎

نہیں عتابِ زمانہ خطاب کے قابل

ترا جواب یہی ہے کہ مسکرائے جا

البتہ بعض لوگ ایسے ہیں، جن کا قول ہے کہ ہم حفیظ سے بہتر توقعات رکھتے تھے۔ یہ شاکی ہیں۔ شاہنامۂ اسلام میں وہ دلچسپیاں کیوں نہیں جو حفیظ کے دوسرے کلام میں نظر آتی ہیں ان کو تعجب ہے کہ حفیظ کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ پوچھتے ہیں کہ وہ حفیظ کہاں ہے جس کے ابتدائی کلام پر یہ رائے دی گئی تھی۔

"حفیظ کے قلم کی ایک بے پروا جنبش سے موسیقی کی روح کانپ کر بیدار ہو جاتی ہے۔ قدرت کی رنگینیاں تصویریں بن بن کر سامنے آتی ہیں اور غائب ہو جاتی ہیں، لطافت اور نزاکت شاعری کا جھلملاتا ہوا لباس پہن کر رقص کرنے لگ جاتی ہیں۔ ساون رُت، گھنگھور گھٹاؤں میں کھیلتی ہوئی بجلی، موروں کی جھنکار، پپیہوں کی پکار، برسات کی ٹھنڈی ہوا ہواؤں میں اڑتے ہوئے آنچل آنکھوں میں تمنائے دیدار، فراق کے آنسوؤں کو انتظار کی دھڑکن یہ ایک مستِ کیف شاعری کی وہ دنیا ہے جس میں حفیظ گاتا پھرتا ہے۔ میرے نقادِ شاہنامۂ اسلام میں اس رنگ کو تلاش کرتے ہیں، نہیں پاتے۔ تو چرچا فرماتے اور چھپاتے ہیں کہ حفیظ بطور شاعر ختم ہو گیا۔ چونکہ یہ لوگ میرے خیر خواہ ہیں اور یہ چرچا اور چھپانا نیک نیتی پر مبنی ہے، اس لئے زندگی میں پہلی مرتبہ اس توضیح پر مجبور ہوں۔

مذکورہ بالا رائے اوّلین مجموعہ کلام نغمہ زار پر دوسری بے شمار غلغلہ آرا تحسین و آفریں کی تحریروں میں سے اچھی نہیں گئی، بلکہ ایک محتاط ترین ہمعصری رائے ہے۔ یعنی ۱۹۲۹ء میں یہ رائے پروفیسر احمد شاہ بخاری المتخلص بہ پطرس نے دی تھی۔ یاد رہے کہ میں نے شاہنامۂ اسلام کا آغاز ۱۹۲۶ء میں کر دیا تھا۔ گویا ایک ہی سال میں میرا جامِ سخن رنگینیوں کی شراب مشک بو سے خالی ہو چکا تھا اور گویا وہ کوئی اور ہے جس نے نغمہ زار کے بعد سوز و ساز اور تلخابۂ شیریں کی غزلیں گیت، نظمیں لکھ کر میرے نام سے شائع کر دیں۔

شاہنامۂ اسلام جلد اوّل کے دیباچہ میں شیخ سر عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں۔

"اکثر شعراء نے اس "شاہنامۂ اسلام" قسم کے بڑے کام بڑھاپے میں اپنے ذمے لئے ہیں۔ حفیظ کے جاننے والوں میں جن کی نظر سے ان کی وہ نظم گذری ہے، جس کا عنوان ہے "ابھی تو میں جوان ہوں" انہیں شاید حفیظ کی شاعری کو اس شان بزرگی اور تقدس میں جلوہ گر دیکھ کر تعجب ہو، لیکن جو شخص ان کے تخیل کی بلند پروازی سے آگاہ ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ جست حفیظ کے لئے دشوار نہ تھی۔ حفیظ عمر میں جوان ہے، مگر شاعری میں بوڑھوں کی صف میں جلوہ گر ہے۔ زور طبیعت سے بسنت اور بہار پر ایسی نظمیں لکھتا ہے جس سے معلوم ہو، کوئی شخص جو رنگین مزاجی کے سب مرحلوں سے گذر چکا ہے۔ آپ بیتی باتیں لکھ رہا ہے اور جوانی کو مست اور دیوانی دکھانے میں اپنی کہانی بیان کر رہا ہے۔ مگر یہ صرف اس کی خداداد ذہانت کے کرشمے ہیں، ورنہ زمانے نے اسے اتنی فرصت ہی نہیں دی کہ وہ دنیا کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھے یا اس کے مزے لے۔"

یہ آرا میں نے اس لئے نقل نہیں کیں کہ ان سے اپنی مدح وثناء کا کوئی پہلو پیدا کروں شاعر ہونے کے باوجود مجھ میں اتنی عقل ضرور ہے کہ ثنا خود بخود گفتن کا مصداق نہ بنوں، ان اقتباسات سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اگر "ابھی تو میں جوان ہوں" بسنت اور بہار کی نظمیں، رنگین مزاجی کے عملی مراحل سے گذرے بغیر بھی لکھی جا سکتی ہیں۔ اگر جوانی کی مستی اور دیوانہ پن حفیظ کی آپ بیتی نہیں تخیل کی پرواز ہے۔ اور اگر بقول سر عبدالقادر صاحب حفیظ دنیا کی رنگینیوں کے مزے لئے بغیر بھی ایسی نظمیں لکھتا رہا ہے تو اس سے اتنا ضرور ثابت ہے کہ مصنف اگر چاہتا تو عامۃ الناس میں اس کتاب کو اور زیادہ مقبول کرنے کے لئے کہیں نہ کہیں (فرضی ہی سہی) عشق و محبت حسن و ادا یا محیر العقول شان و شکوہ کا اظہار کر کے اپنے کمال منوا سکتا تھا۔ پھر اس نے ایسا کیوں نہیں کیا۔؟

یو پی کے مشہور نقاد اور شاعر پروفیسر رگھوپتی فراق نے، ۷ اگست ۱۹۴۱ء میں ایک تقریر براڈ کاسٹ کرتے ہوئے کہا۔

"۱۹۲۵ء سے اب تک سولہ برس کے اندر حفیظ جالندھری نے لگاتار اپنے کلام کے مجموعے ملک کے

سامنے پیش کیے. نغمہ زار، سوز و ساز، شاہنامۂ اسلام پہلی جلد، دوسری جلد، تیسری جلد اور مختلف رسالوں میں نئی غزلیں اور نظمیں، لیکن یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ وہ ہمارے گذشتہ پندرہ برسوں کے مشہور شعراء کے کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں یا بحیثیت مجموعی کون شعراء ان سے متعلق ہیں. یا نمایاں طور پر ان سے متاثر ہیں. بات جو کچھ بھی ہو لیکن حفیظ کی بہت سی نظمیں ملک میں اس قدر مقبول ہو چکی ہیں. زبانوں پر اتنی چڑھی ہوئی ہیں کانوں اور دلوں میں اس طرح گونج چکی ہیں کہ حفیظ کو اس دور کی شاعری سے غیر متعلق ہرگز نہیں کہا جا سکتا، بلکہ اس دور سے ان کا گھنا سمبندھ اور جیتا جاگتا تعلق ماننا پڑتا ہے.

حفیظ کی شاعری نے جن خوبیوں کی وجہ سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچا. ان میں سب سے زیادہ نمایاں خوبی ان نظموں کا سنگیت یا ترنم تھا. یہ چیز اکبر، چکبست، اقبال اور جوش ملیح آبادی (یوں کہنا چاہیے) حفیظ سے پہلے کسی شاعر کے یہاں اس رنگ اور اس شکل سے ہمیں نہیں ملتی. موسیقی اور شاعری گیت اور نظم، ترانہ اور ادب کا ایسا میل پہلے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

شاعر نے ان نظموں کو موزوں کرنے میں ان کو رچنے میں نکھارنے اور سنوارنے میں ظاہر ہے کہ حالی، آزاد، اکبر

چکبست، درگا سہائے، سرور، اقبال بلکہ انیس اور نظیر اکبر آبادی تک کسی نظم گو یا غزل گو شاعر سے اثر نہیں لیا ہے. !"

دوسرے شعراء نے گیت لکھنے کی بالارادہ کوشش کی. وہ گیت کی اسپرٹ میں نہیں ڈوب سکے. وہ ہندی گیت کا ٹھوس پن نہیں لا سکے. اس لیے ان کے گیت پھیپھسے بے مغز، پھیکے، ہلکے اور کمزور رہے. برعکس اس کے حفیظ جالندھری کے گیتوں اور ترانوں کے مصرعے اور ٹکڑے پُر مغز اور بامعنی ہوتے ہیں، رومانی منظریہ اور ہر طرح کے گیتوں میں حفیظ جالندھری نے سہل ممتنع کی بے لاگ مثالیں دی ہیں. کوئی ایسی نظموں کے لکھنے کی کوشش کرے تو معلوم ہو!

"یہ تیاری یہ البتی ہوئی اور اٹھلاتی ہوئی جوانی یہ بے تکلف اور بے لاگ رچاؤ اور نکھار. یہ شوخ اور چٹیلی رنگینی یہ دھن یہ سریلاپن، یہ رنگ یہ رس، یہ کسک اور یہ انگڑائیاں، ہم کو آج تک کسی اردو شاعر میں اور کہیں نہیں ملتیں معلوم ہوتا ہے کہ مصرعے اور اشعار کہے نہیں گئے ہیں، بلکہ چھلک پڑے ہیں"

دو حفیظ کی منظر نگاری خاص توجہ کی مستحق ہے. موسیقی اور مصوری سنگیت اور چتر کاری کا جو

میل حفیظ کی نظریہ نظموں میں ہمیں ملتا ہے وہ کم سے کم مجھے تو اور کہیں نہیں ملا۔ یہ لے اور جھلکیاں۔ مناظر کے احساس میں یہ ابھار کی کسک اور مقامی رنگ (LOCAL COLOUR) خاص چیزیں ہیں۔

حفیظ کی غزلوں میں بھی یہی مچلتی ہوئی اور ابھرتی ہوئی جوانی نظر آتی ہے جس میں البیلے پن کے ساتھ وہ حلاوت اور معصومی ہے۔ وہ متوازن الھڑپن ہے وہ جذباتی کیفیتیں ہیں وہ تیور اور مردانہ وار انداز ہیں جو عموماً ہمیں اور شعرا میں نہیں ملتے۔"

فراق صاحب نہ میرے ہم مذہب ہیں نہ ہم وطن، میرا ان سے دوستانہ میل جول بھی نہیں نہ خط وکتابت سچ یہ ہے کہ جب میری نظر سے یہ تحریر گذری تو مجھے تعجب ہوا" اس لئے کہ جہاں تک اردو شعر و شاعری کے موجودہ دور کا تعلق ہے صوبہ جاتی اور طبقاتی تعصب موجود ہے۔ پارٹیاں بنی ہوئی ہیں اور جو شاعر کسی پارٹی میں نہ ہو اور ہو بھی "ٹکسال باہر" اس کی کسی خوبی کا اعتراف ذرا غور کرنے کی بات ہے!

"رسالہ آواز سے یہ طولانی اقتباس اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ ایک بے لاگ ہندو ادیب ونقاد و شاعر کی رائے ہے جو حفیظ سے حسن ظن رکھنے کی وجہ سے حق رکھتا ہے کہ حفیظ اس کے اعتراض یا استفسار کا ٹھنڈے دل سے جواب دے۔

اس تقریر کے آخری حصے میں رگھوپتی فراق فرماتے ہیں۔

"جہاں تک شاہنامۂ اسلام کا تعلق ہے مجھے اور شاید بہتوں کو حفیظ کی شاعری کے اس خاص رنگ اور خاص انداز سے شاہنامۂ اسلام بالکل بے تعلق معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی اسے بے اختیار ہو کر سراہنے پر تلا ہوا ہو۔ تو اسے جھوم جھوم کر پڑھ سکتا ہے اور اگر حفیظ کی دوسری شاعری کے مقابلے میں شاہنامۂ اسلام کسی کو پسند نہ آئے تو وہ یہ سمجھ لے کہ ملٹن نے فردوسِ گمشدہ لکھنے کے بعد کئی ایسی چیزیں لکھیں جن میں شعریت سے زیادہ نثریت ہے، ہر ایک فطری شاعر کی زندگی میں کبھی کبھی نثریت کا دور بھی آتا ہے۔"

یہ فتویٰ صادر کرنے کے بعد موصوف دریافت کرتے ہیں۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ شاہنامہ اسلام لکھنے میں شاعرانہ جذبے کی جگہ ملی جذبے نے لے لی ہو"۔

شاہنامۂ اسلام کے بارے میں محترم ناقد نے جس طریق سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے مجھے اس صاف بیانی سے بجائے ملال کے انتہائی مسرت ہوئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ میں نے اس بارے میں کچھ عرض کرنا ضروری سمجھا ہے تاکہ اگر کسی قسم کی غلط فہمی شاہنامۂ اسلام کے بارے میں ایسی آراء کی وجہ سے پھیل سکتی ہے تو اس کا ازالہ ہو جائے۔ شاہنامۂ اسلام شعریت ہے یا نثریت۔ شعریت و نثریت میں کیا فرق ہے۔ یہ صفحات اس بحث کے متحمل نہیں ہو سکتے البتہ اندازہ کرنا چاہیئے کہ ہزارہا عوام الناس کا اجتماع بیک وقت سات سات گھنٹے شاہنامۂ اسلام کو ذوق و شوق سے سنتے دیکھا جا رہا ہے۔ آپ فرمائیں گے کہ حفیظ کے پڑھنے کا انداز ہی ایسا ہے۔ بجا۔ لیکن حفیظ سے بہتر انداز سے پڑھنے اور سنانے والوں کے لئے دو تین غزلوں یا ایک ہی نظم کے دوران میں لوگوں کو کھانسی کیوں شروع ہو جاتی ہے۔

میرے دوست یہ حفیظ یا کسی اور کے پڑھنے کا انداز نہیں بلکہ شاہنامہ کے بین السطور میں ایک خاص تاثر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ آپ اس کو نثریت کہئے یا شعریت وہ مقصد حاصل ہے۔ جس کے حصول کے لئے اکیس برس سے یہ محنت شاقہ جاری ہے معلوم ہوتا ہے آپ نے جلد اوّل کے آغاز میں شاہنامۂ اسلام کے مقصد پر نظر نہیں ڈالی ؎

تمنا ہے کہ پھر ان کا لہو اک بار گرماؤں ۔۔۔ دل سنگین سخن کے آتشیں تیروں سے برماؤں

سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے ۔۔۔ کرے تائید جن کی عقل بھی تاریخ بھی مانے

کیا فردوسی مرحوم نے ایران کو زندہ

خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

بہر صورت یہ نثریت بھی ہو تو میں آپ کو اطلاع بہم پہنچا دینا چاہتا ہوں کہ اس کے لئے میری حیات سخن پر کوئی الگ دور نہیں آیا۔ جاگ سوز عشق۔ کرشن بنسری وغیرہ گیت منظریہ نظمیں، وہ تمام غزلیں جن کو آپ نے رُمان

بحری وغیرہ کہا ہے اور جس کے حوالے اپنی براڈ کاسٹ میں دیئے ہیں۔ یعنی وہ سب کچھ جو سوز و ساز اور تلخابۂ شیریں میں درج ہے ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۳ء کے درمیانی دور کا کلام ہے۔ اسی دور کا جس میں شاہنامۂ اسلام کی چار جلدیں بھی ظہور میں آئیں یہ کہ ایک فطری شاعر کی زندگی میں کبھی کبھی نثریت کا دور بھی آتا ہے۔ چونکہ بیک وقت ایک شاعر اور نقاد کا قول ہے۔ اس لئے ضرور اور تجربے اور تحقیق پر مبنی ہوگا۔ لیکن کسی فطری شاعر کی افتادِ طبیعت ان دونوں طرز کے ذریعہ اظہارِ سخن پر بھی تو بیک وقت حاوی ہو سکتی ہے۔

کیا آپ کسی ایسے باغبان سے واقف نہیں جو اپنے باغ میں رنگ رنگ کے پھول بھی کھلاتا ہے' اور پھل دار درخت بھی لگاتا ہے۔ کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ پھولوں کے بنانے سنوارنے یا آپ کے الفاظ میں رچنے اور نکھارنے میں تو باغبان کا فن قابلِ تحسین ہے۔ لیکن ثمر آور درختوں کو پروان چڑھانے میں کوئی ہنر نہیں۔ للعجب!

اب آپ کا سوال "کہیں ایسا تو نہیں کہ شاہنامۂ اسلام کے لکھنے میں شاعرانہ جذبے کی جگہ ملّی جذبے نے لے لی ہو" یہاں میں آپ کی نباضی کا قائل ہوں۔ اب کہیں جا کر آپ کی نگاہ اصل نقطہ پر ٹھہری ہے میں خود بھی اس ساری تمہید کو اسی نقطے پر لا رہا تھا:

جناب پروفیسر رگھوپتی فراق اور اسی قسم کا سوال کرنے والے ان تمام بزرگوں اور دوستوں کی تسلّی کے لئے میری جانب سے گذارش ہے کہ ہاں بیشک شاہنامۂ اسلام ملّی جذبہ ہی سے لکھا جا رہا ہے اور اگر جذبۂ ملّی حُبِّ وطن کے منافی و متضاد نہ ہو تو کسی کے لئے اندیشے کی وجہ نہیں۔

لیکن یہ کہنا کہ ملّی جذبہ نے شاعرانہ جذبے کی جگہ لے لی ہے۔ چست فقرہ نہیں یوں کہنا چاہیئے تھا کہ شاعر نے اپنے جذبۂ ملّی کی تسکین کے لئے شعر سے کام لیا ہے۔ باغبان نے ضرورت سمجھی ہے کہ اپنے باغ میں محض پھول اور سبزہ ہی نہیں بلکہ ایسے درخت بھی لگائے جو سایہ دار بھی ہوں اور پھل بھی دیں۔ آپ کو صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ مقصد پورا ہو رہا ہے یا نہیں۔ آنکھ اٹھا کر دیکھئے۔ اس کڑی دھوپ میں کتنی مخلوق ان گھنے درختوں کی چھاؤں میں آسودہ اور خوشحال ہے۔

اور کتنے بے شمار کام و دہن ہیں، جو شاہنامۂ اسلام کے اثمار سے لذت یاب ہیں۔ بے شک شاہنامۂ اسلام میرے

دوسرے کلام سے بہت مختلف ہے۔ یہ اختلاف کیا ہے یہی ناکہ من موہن صورتیں۔ کلیوں کے گجرے۔ نازک رسیلی تانیں شوخیاں ناز و انداز، اٹھلاتی ہوئی جوانیوں کی انگڑائیاں۔ اڑتے ہوئے آنچل، بسنت، ساون، ٹھنڈی ہوائیں اودی گھٹائیں زلفیں اور ان میں جھلکتی ہوئی بجلیاں، آنکھوں میں تمنائے دیدار فراق کے آنسو یا وصال و بغلگیری کی ہچکیاں شاہنامہ اسلام میں نہیں ہے۔

یقیناً نہیں۔ اس لئے نہیں ہیں کہ ان کو یہاں نہیں لایا گیا۔ میری اجازت کے بغیر یہ مسخرے کیسے گھس سکتے تھے؟ شاہنامہ اسلام معرکۂ حیات ہے بازیچۂ اطفال نہیں، آپ یہاں کھیل کود کا تصور ہی کیوں کریں۔ دنیائے شعر میں ابھی اتنی وسعت موجود ہے کہ تفریح گھر اور عبادت خانہ الگ الگ تعمیر ہو سکیں۔ دونوں کے خلاملا کی مجھے تو فی الحال کوئی ضرورت نظر نہیں آتی۔ یہ اصرار کیوں ہے کہ تفریح گھر کی تعمیر و آرائش میں جو ساز و سامان استعمال کیا گیا ہے۔ وہی مسجد میں کیوں نظر نہیں آیا۔ کیوں دونوں ایک ہی ڈیزائن پر کاریگر نے نہیں بنائے۔ مسجد میں محراب و منبر کیوں ہے۔ آرکسٹرا کا اسٹیج کیوں نہیں۔ دیواروں پر آیات قرآنی کیوں درج ہیں۔ حسین حسین تصویریں کیوں نہیں، لوٹے اور مصلّے بھلے معلوم نہیں ہوتے۔ قطار در قطار شراب کے کنٹر آراستہ کئے جانے چاہئیں۔

اگر آپ اس قسم کے سوال کریں گے، تو میں بہ پاس احترام ہنسوں گا تو نہیں البتہ سر جھکا کر یہ عرض کروں گا کہ حضور یہ مسجد ہے!

میں بے خبر نہیں ہوں، ایسے خیال کی ملتیں موجود ہیں جن کے عبادت خانہ ہی میں سامان تفریح بھی مہیا ہو سکتا ہے۔ لیکن ملّت اسلام ابھی ترقی کی اس حد تک نہیں پہنچی۔ وہ اپنی مسجد کو بازیگاہ نہیں بنانا چاہتی اور شاہنامۂ اسلام اسی ملّت اسلام کے لئے لکھا جا رہا ہے۔

یہ ایک قلعہ ہے۔ جو فولادی اور سنگلاخ بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے، اس کی دیواریں پھول پتی سے نہیں اٹھائی گئیں اس کے بروج کو عظیم حوادث کا مقابلہ کرنے کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ ان بھاری پتھروں کی تراش خراش اور ان کو محل مناسب پر جمانے کے لئے جو صنعت اور مہارت استعمال کی گئی ہے

وہ فن شیشہ گری سے الگ ہے اس قلعہ کا حسن اس کے رعب، ہیبت اور وقار میں ہے نازکی اور لچک میں نہیں۔ کیوں کہ یہاں نازکی اور لچک کمزوری پر دلالت کریں گے۔ اس قلعہ میں تفریح کا سامان اس قلعہ میں بسنے والوں کے ضبط و نظم اور قواعد و قوانین کی پابندی میں ہے۔

گلزار بہار میں نرم رو جوبار کی دلکشی سے کسے انکار ہے۔ لیکن فلک آشنا پہاڑوں کا خاموش رعب و وقار اور دریاؤں کے غراٹے میں بھی تو حسن اور نغمہ ہے۔

شاعر کی چشم تصور جب گوکل کا درشن کرتی ہے، تو کانوں میں جمنا کنارے بنسری کی سریلی تانیں بھی آتی ہیں۔ معصوم گوپیوں کے رنگین جھرمٹ میں برجناتھ کا رقص بھی دکھائی دیتا ہے۔ یہاں شاعر کا دل بھی رقص کرتا ہے۔ اور بے اختیار بنسری بجائے جا کاہن مرلی والے نند کے لال کا الاپ شروع ہو جاتا ہے۔ پھر یہی چشم تصور جب درۂ خیبر کا نظارہ کرتی ہے۔ تو مہیب ناہموار چٹیل پہاڑوں کے دامن پر پگڈنڈیاں قسمت اقوام کی خونیں لکیریں دکھائی دیتی ہیں۔ اور ؎

یہ بے آباد دہشت ناک وحشت خیز ویرانہ
ہے لاتعداد دشوار انگیز تہذیبوں کا افسانہ

زبان حال سے سنانا آغاز کر دیتا ہے۔ آریوں کے دل بادل راہ کی دشواریوں سے بے پرواہیاں سے گذرتے اور زمین ہند پر آسمان بن کر چھاتے نظر آتے ہیں۔ آتش قدم قافلے پتھروں کو روندتے، اور جھلساتے ہوئے رواں دواں محسوس ہوتے ہیں۔ لوٹ مار کرنے والے بھی، آباد کار بھی۔ آئینۂ خیال میں یہاں کا گرد و غبار فوج سکندری کی آندھی کا بقیہ معلوم ہوتا ہے۔ فولادی چٹانوں پر سورج کی کرنیں مسلمانوں کی تلواروں کی طرح چمکتی ہیں۔ اس چمک سے رعد کا تصور ہوتے ہی نعرۂ تکبیر کی گونج سے چٹانوں کے سینے لرزتے ہیں۔ غزنوی اور غوری، تیمور و بابر اور ان کے لشکر گذرتے ہیں اور گذر جاتے ہیں۔ شکوہ نادری بھی، اقبال ابدالی بھی۔ لیکن شاعر دیکھتا ہے کہ اس درہ کے پتھر اور کانٹے جن کے منہ راہرؤں کے آبلہ ہائے پا سے

سرخ ہیں، اسی شان و وقار سے قائم و دائم ہیں۔

یہاں شاعر گوکل کی برسات کی پھوار نہیں دیکھتا۔ آموں میں پڑے ہوئے جھولے اور جھولنے والیوں کی رسیلی تانیں نہیں سنتا۔ یہاں کی فضا اور ہے۔ اس لئے تاثرات بھی مختلف ہیں اور ان کے اظہار کے لئے تکنیک بھی الگ۔ یہاں کی فضا ہمہ تن انتظار ہے کہ دیکھیں اب کون راہوار وحشت پر سوار اس درّے کا رخ کرتا ہے، ہاں

نہ اس میں گھاس اگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ؛ مگر اس زمین سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں
کڑکتی بجلیوں کی اس جگہ چھاتی دہلتی ہے ؛ گھٹا بپچر نکلتی ہے ہوا اتھرا کے چلتی ہے

یہ ہیں ایک ہی شاعر کے آرٹ کی دو مختلف تصویریں کیا اپنے محل و توجہ پر دونوں وقیع نہیں؟ شاید میرے نقادوں میں سے کوئی صاحب میری جگہ ہوتے تو گوکل میں کھڑے ہو کر نعرۂ اللہ اکبر بلند فرماتے یا درّہ خیبر سے گذرتے ہوئے حملہ آوروں میں شامل ہو کر بنسری کی تان اڑاتے۔ لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میرا آرٹ یہ نہیں ہے۔ ! آگے چل کر فراق صاحب فرماتے ہیں۔

مجموعی حیثیت سے حفیظ کی شاعری کا کیا مرتبہ ہے۔ اس کے متعلق میں بھی یہی کہوں گا کہ ۱۹۲۵ء کا ہندوستان اور اس وقت نوجوانوں کی تحریک کی جیتی جاگتی رچائی اور سنواری ہوئی تصویر اپنے لبی کرن منتر کے ساتھ نظر آتی ہے۔ جیسے وندھیا چل کی دیوی کی تیسرے پہر کی جھانکی۔ حفیظ نے اپنی ایک نظم میں جس کا نام ہے تین نغمے ٹیگور اور اقبال دونوں کی شاعری سے کترا کر نکل جانے کی جو راہ نکالی تھی۔ اس کا ذکر بہت اچھے انداز میں کیا ہے۔ لیکن ۱۹۲۵ء اور اس کے بعد کا ہندوستان جوانی کی اس بے فکری اس امنگ اور اس دلفریب انفرادیت سے یا اجتماعیت کے قدیم نظریوں سے گذر گیا جس کی ترجمانی حفیظ نے کی ہے اور خوب خوب کی ہے۔ اب اس جوانی کے فطری جذبات غور و فکر کی اس بلوغیت سے گذر رہے ہیں۔ اجتماعیت کے وہ نئے تجربے اور وہ نظریئے جن سے آج سے چھ سات سو برس پہلے کا ہندوستان بے خبر تھا۔ دوسری حسرتیں، دوسری ناکامیاں، دوسرے خواب ہندوستان

پر آج چھائے ہوئے ہیں۔ اس دور کی ترجمانی اگر حفیظ جالندھری اپنی شاعری میں کریں گے۔ تو وہ چیز نغمہ زار سوز و ساز اور شاہنامۂ اسلام سے بھی ذرا مختلف ہو گی۔ پرانی دنیا مر رہی ہے۔ نئی دنیا جنم لینے کی کوشش کر رہی ہے۔ حفیظ کی شاعری کا دور اگر ختم نہیں ہو گیا تو اسے ایک نیا جنم لینا پڑے گا۔

۱۹۲۵ء کے بعد کا ہندوستان جس کے نئے تجربے اور نئے خوابوں کا ذکر نقاد نے کیا ہے۔ ان خوابوں کی تعبیر کے طور پر وہ نئی دنیا جو مدت سے جنم لینے کی کوشش کر رہی تھی آج ۱۹۴۷ء میں اس جنم کے درد کی چیخیں ہندوستان کے گوشے گوشے سے سنائی دے رہی ہیں جیسا کہ واضح کر دیا گیا ہے۔ شاہنامۂ اسلام جذبۂ ملی سے لکھا جا رہا ہے۔ لہٰذا وہ لوگ جو اس کتاب کے مخاطب ہیں ہندوستان کے ان نئے خوابوں کی تعبیر اور اس نئی دنیا کے جنم کے درد و کرب میں اپنے لئے اپنے پیشوایان ملت ہی کی حیات مبارکہ کے واقعات سے شاہنامۂ اسلام ہی کے ذریعے انشاء اللہ وہ راستہ پالیں گے۔ جس کی ان کو اس پر آشوب عالم میں ضرورت ہے، ان کو معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ آج پیش آ رہا ہے، ایسا ہی کچھ بلکہ اس سے بہت زیادہ سرمایہ و اقتدار کی طاقتوں کی طرف سے پونے چودہ سو برس پیشتر ان کے ہادئ اعظم اور آپ کے صحابہؓ کرام کو بھی پیش آ چکا ہے۔ بہت ہی سادہ الفاظ میں شاعرانہ الجھاؤ اور کسی کی رنگ آمیزی کے بغیر وہ واقعات نظم کر دیئے گئے ہیں جن سے ایسے مواقع پر زندہ قومیں مشکلات پر غالب آ جایا کرتی ہیں خواہ وہ بے سرو سامانی اور اقلیت ہی میں کیوں نہ ہوں۔ لیکن حفیظ دوسرے جنم کا قائل نہیں اسی جنم میں جو نئے نئے نظارے پیش نظر آئے اور جو تاثرات اس قلب پر وارد ہوئے، ان کو شکل دینے میں اس نے کوتاہی نہیں کی تلخابۂ شیریں شائع ہو چکا ہے۔ شاید ہندوستان اس کو موجودہ حالت کے مطابق پائے۔ لیکن شاہنامۂ اسلام ہی عرض کر چکا ہوں ایک قلعہ ہے اور قلعے بہت مدت تک قائم رہنے کے لئے تعمیر کئے جاتے ہیں

حفیظ

۱۸ اپریل ۱۹۴۷ء

الحمدللہ

اپنی زندگی کے ان آخری مراحل میں جو اندیشہ جان کا عذاب بنا ہوا تھا اللہ کریم نے اپنے رحمتہ للعالمینؐ کی مدح کے صدقے وہ اندیشہ دور کر دیا اور اب میں اس تسلی اور شکر و سپاس کا اظہار کرتا ہوا اپنے سفرِ حیات کی منزلِ مراد کو سلام کہوں گا۔

اندیشہ یہ تھا کہ میرا نہ کوئی بیٹا ہے نہ کوئی ایسا عزیز ہے جو میرے بعد میرے قلمی ورثے کا محافظ بھی بن سکے اور ملک و ملت پاکستانیہ تک ہی نہیں دنیا بھر کے ممالک میں جہاں جہاں مسلمان میری نظم و نثر کے شائق ہیں ان تک میری کتب پہنچاتے رہنے کا اہتمام کرے ورنہ جو کچھ میں نے انسانیت اور ملک و ملت کے لئے اپنے خونِ جگر سے مہیا کیا ہے برباد ہو جائے گا۔ میرا سرمایہ میری قلم کاری ہے میری کتابیں ٹکے سیر بیچنے والے نااہل بازاری کتاب فروش دکاندار جس طرح چاہیں گے چھپوائیں گے اور الگ الگ کھائیں گے اڑائیں گے۔ اپنے لاکھوں قدر دانوں میں مدتوں ایسے اصحاب کی تلاش رہی جو واقعی صادق الوعد و امینؔ.. پر ایمان و یقین رکھتے ہوں۔ آخر کراچی میں میری تلاش نے کامیابی کا منہ دیکھ لیا اور میرا جان لیوا اندیشہ دور ہو گیا۔

قائداعظم کے پرانے رفیق جناب عبدالکریم سومار صاحب مل گئے، میری آرزو دستی اور اسے پورا کرنے کی طرف عملی قدم اٹھالیا اور میرے اس درد کا مداوا کردیا۔ جناب لطف اللہ خاں مل گئے جن کا وجود، آرٹ، سخنوری اور سخن نوازی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جناب شمیم احمد مل گئے جو اسلام کا پیغام جاری رکھنے والی کتب کے پبلشر اور کراچی میں سومار صاحب سے اولین ملاقات کا باعث بنے۔ ان کے ساتھ ہی سید مقدس علی ہیں جو ہر ادبی و اسلامی ثقافتی تحاریک کا بشوق اہتمام فرماتے ہیں۔ خواجہ حمیدالدین شاہد ایم اے عثمانیہ کو تو میں اپنا صیاد قرار دے چکا ہوں۔ جناب غلام احمد جناب سومار کے عزیز اور کاروبار کے سربراہ ہیں۔ سومار سے مصافحہ ان کے ہاتھ پر رہتا ہے۔ جناب رحمٰن کیانی جو شعر سخن ہی میں اسلام کے لئے تبلیغ اتحاد و جہاد کے معاملے میں میرے مثنیٰ ہیں۔

ان اصحاب نے جناب عبدالکریم سومار کے زیر قیادت ایک ایسا ادارہ قائم کردیا ہے جو میرے دکھ کا دارو ہے۔ اس ادارے کا نام ہے۔

"ابوالاثر حفیظ جالندھری ٹرسٹ"

یہ ٹرسٹ باضابطہ قائم ہوگیا ہے۔ اس نے میری زندگی میں بھی اور اس دنیا سے جسمانی طور پر کھسک جانے کے بعد بھی میری وہ تمام کتابیں جو متداول ہیں بہترین خوبصورت اور دیدہ زیب طریق سے چھپوانے اور مسلسل چھپواتے رہنے کا ذمہ لے لیا ہے اور آغاز شاہنامۂ اسلام

سے کیا ہے۔ میری شائع شدہ تصانیف کے علاوہ وہ تصانیف بھی جو ابھی مسودات کی صورت میں ہیں یہی ٹرسٹ ان کو کتابی صورت میں لاتے گا اور میری تحریر دل کے ذریعہ سے موجودہ اور آئندہ نسل کے ذہن و قلب میں وہ روشنی پہنچائے گا جو میرے کلام کو سرکار دو عالمؐ کی محبت اور بزرگان دین مبین اور قدمائے شعر و ادب سے ملی ہے اور جن کو میں نے اپنے خون جگر سے رنگین کیا ہے۔

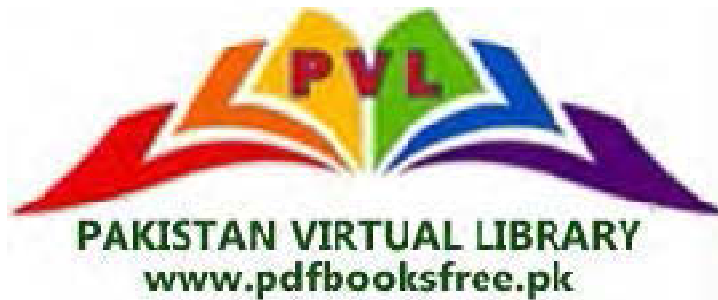
میں ان قدر دانوں کے احسانات کا سپاس گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں سے

پہ شان مہر دمہ تابندہ باشی
الٰہی تا قیامت زندہ باشی

۷۶ برس سے متجاوز اور بیمار
حفیظ



سخن کی قدر دانی زندگانی میں نہیں ہوتی
یہاں جب شمع بجھ لیتی ہے تب پروانہ آتا ہے



باسمہٖ سبحانہٗ

شاہنامۂ اسلام

جلد چہارم

باب اوّل

شہادت گاہِ اُحد پر ایک نظر

ستاروں کی شہادت پر ظہورِ مہرِ تاباں ہے
سحر کا رنگ کیا ہے، سُرخیِ خونِ شہیداں ہے

زمیں اہلِ وفا کے خون سے نمناک ہوتی ہے
تو آزادی یہاں ہل جوتتی ہے بیج بوتی ہے

اُحد کے داغ دھبّے باغباں نے پاک فرمائے
تو پھر سترؔ شہید اس میں سپردِ خاک فرمائے

ل غزوۂ اُحد میں ستر اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے تھے۔ جن میں زیادہ تر انصار تھے۔ (طبری)

عجب ترکیب تھی یہ خاک سے سورج اگانے کی
زمیں کے نور سے بامِ فلک کو جگمگانے کی[1]

اُٹھے یہ بیج آبِ تیغ سے سیراب ہو ہو کر
ثمر ان میں لگے خورشیدِ عالمتاب ہو ہو کر

شہادت گاہ میں مردانِ حق نے دے کے قربانی
رِہا شیطان کے پنجے سے کر دی رُوحِ انسانی

شہیدانِ اُحُد کی تُربتیں

یہ ریگ و سنگ کے تودے یہ قبریں پاکبازوں کی
انہی سے آج دُنیا بس رہی ہے سرفرازوں کی

پیامِ قسمتِ بیدار میں سوئے ہوئے غازی
انہی سے ہے نشانِ سرفروشی ہجانِ جانبازی

یہی تھے شمعِ دیں کے وُلیں پُرسوز پروانے
صداقت کیش غازی بادۂ غیرت کے مستانے

انہی روشن چراغوں سے زمانے میں اُجالا ہے
خدا کا اور محمد مصطفےٰ کا بول بالا ہے

انہی کے دم سے ہیں دنیا میں صُبحِ عید کے جلوے
مسلمانوں کی کثرت سے عیاں توحید کے جلوے

---

[1] شہداء بے غسل اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے۔ دو دو ملا کر ایک ایک قبر میں دفن کئے گئے۔ جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا۔ اُس کو مقدم کیا جاتا۔ آٹھ برس کے بعد وفات مُبارکہ سے ایک دو برس پیشتر جب آپ اُدھر سے گذرے تو آپ پر بے انتہا رقت طاری ہوئی۔ اور اس طرح پُردرد کلمات آپ نے فرمائے۔ جیسے کوئی زندوں سے مخاطب ہو۔ اُس کے بعد آپ نے ایک مرثیہ ارشاد فرمایا۔ کہ اے مُسلمانو! تم سے یہ خوف نہیں۔ کہ پھر مشرک بن جاؤ گے۔ خطرہ یہ ہے۔ کہ کہیں دُنیا میں نہ پھنس جاؤ۔ (دیکھو صحیح بخاری)

اُحُد میں سو رہی ہے آج بیشک مُشتِ خاک اِن کی
مگر گرمِ عمل ہے جاگتی ہے جانِ پاک ان کی

صداقت ڈھونڈنے والے فداکاری کی راہوں میں
اسی منزل کو رکھتے ہیں تصوّر کی نگاہوں میں

اِنھی کے جذبۂ ایثار سے لے کر توانائی
غلامانِ محمدؐ کر گئے دنیا میں آفاقی

اُحُد کی تُربتیں ہیں حُرّیت کے سنگِ بنیادی
ہے جن پر اُستوار اسلام کا ایوانِ آزادی

وہ شعلہ جس سے اب تک عشق کی گرمی ہویدا ہے
اسی معنی میں پنہاں ہے، اسی صورت سے پیدا ہے

تکفین و تجہیز

اذانِ صبحگاہی پر کھُلا تھا بابِ مَے خانہ[2]
چلا تھا شام تک اہلِ وفا میں دَورِ پیمانہ

---

[1] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہیدانِ اُحُد کی قبروں کی زیارت فرمایا کرتے تھے۔ جب وہاں داخل ہوتے تو شعب کی طرف رُخ کر کے فرماتے:۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ پ ۱۳۔ الرعد۔ ع ۳۔
یعنی تم لوگوں پر سلام۔ تمہارے صبر و استقامت کے صلے میں کیا خوب ہے دارِ آخرت۔

آپ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین رضی بھی اسی طرح ہر سال قبور کی زیارت کیا کرتے تھے۔

[2] آپؐ جمعہ کی نماز پڑھ کر مدینہ سے نکلے اور اُحُد کی وادی میں داخل ہوئے تھے۔ لیکن اُس روز جنگ نہیں ہوئی تھی دوسرے روز علی الصبح نماز کے بعد صف آرائی ہوئی تھی۔ اور سارا دن ہنگامۂ جنگ برپا رہا تھا۔ شام کو مغرب سے پہلے کفار پلٹ چکے تھے۔ (تاریخ الخمیس)

نشہ تھا دیدنی اُن خوش نصیبوں کی سعادت کا
نگاہِ لطفِ ساقی جام تھا جن کی شہادت کا

گرے تھے بادۂ عرفاں سے جو سرشار ہو ہو کر
مقدّر جاگ اٹھا تھا اُن کا فرشِ خاک پر سو کر

ہؤا لبریز جامِ زندگی جن کامیابوں کا
تھا اُن پر فاتحہ خواں ایک جھُرمٹ آفتابوں کا

یہ گنجینے محبت کے، یہ اُلفت کے خزانے تھے
محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کے یگانے تھے

لے اُحُد کے معرکے میں ستّر مسلمانوں نے جام شہادت پیا۔ آنحضرت کے ارشاد پر لاشے فراہم کئے گئے۔ سیّد الشُہداء حضرت حمزہؓ کے جسد مبارک کو ایک چادر میں لپیٹ کر رکھا گیا۔ اور آنحضرت نے اس پر سات تکبیروں سے نماز جنازہ ادا کی۔ پھر دُوسرے شُہداء حضرتِ حمزہؓ کے برابر لاکر رکھے جاتے رہے۔ اور نماز جنازہ پڑھی جاتی رہی۔ اب آپ نے ان سب کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ میں ان لوگوں کی شہادت کا شاہد ہوں۔ اور جانتا ہوں۔ جو کوئی خدا کی راہ میں زخم کھائے گا۔ خداوند جلّ اعلےٰ قیامت کے دن اُسے اس شان سے کھڑا کرے گا۔ کہ اس کے زخم سے خون جاری ہوگا جسکی رنگت تو خُون کی ہوگی مگر خوشبو مشک کی آتی ہوگی۔ اسکے بعد دُو دُو تین تین لاشیں ایک ایک قبر میں دفن کی گئیں۔

(ابنِ ہشام)

آپ نے شُہدائے اُحُد پر سلام بھیجا۔ اور اُن کے فضائل بیان فرمائے نیز فرمایا۔ کہ ان کو مُردہ نہ سمجھو یہ زندہ ہیں۔ اور خُدا کی طرف سے اُن کے لئے رزق ودلیعت ہوتا ہے قیامت تک جو بھی ان پر سلام بھیجے گا۔ یہ سُنیں گے اور اس کا جواب دینگے۔ حضوُرؐ کے قول کی صداقت کا اندازہ کیجئے۔ چھیالیس برس کے بعد بزمانۂ امیر معاویہ سیلاب آیا۔ اور شُہدائے اُحُد کی قبور کھُل گئیں۔ اور نعشوں کو دوسری جگہ منتقل کیا گیا۔ تو یہ محیرالعقول نظارہ دکھا گیا۔ کہ سب کے اجسام تر و تازہ اور شگفتہ تھے۔ اور زخموں سے خُون جاری تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا۔ کہ ہاتھ سینے پر ہے ہاتھ ہٹایا گیا۔ تو سینے کے زخم سے خُون فوارہ کی طرح اُبلا۔ ہاتھ چھوڑ دیا۔ تو وہ اسی زخم پر جا رہا۔ خُون بند ہو گیا۔

(اخبار الایمان)

اُحُد سے سرورِ عالمؐ کی مراجعتِ مدینہ

دفینے خاک میں دفنا دیے جب اس جماعت نے
دعائے مغفرت کی صاحبِ روزِ شفاعت نے

قریشی کافروں سے ہو چکی تھی پاک یہ وادی
مسلمانوں کو یثرب کی طرف لے کر گیا ہادیؐ

لٹایا صحنِ مسجد میں اُحُد کے زخم داروں کو
خدا کے فضل کا مژدہ سنایا دل فگاروں کو[1]

فروکش ہو گئے مردانِ دردآگاہ مسجد میں
کہ خود موجود تھے سرکار عالی جاہ مسجد میں

دُرِ دنداں جبین و شانہ و رخسار زخمی تھے
صحابہؓ سے زیادہ احمدِ مختارؐ زخمی تھے[2]

مگر سرکار کو پروا نہ تھی اپنی جراحت کی
تمنا تھی فقط اصحاب کے آرام و راحت کی[3]

تنِ ہر مردِ غازی اک چمن تھا زخم داری کا
مگر ہر قلب میں تھا ولولہ تیمار داری کا

کہاں سامانِ جرّاحی نمک تک اس جگہ کم تھا
تسلّی دینے والا ہاتھ ہی زخموں کا مرہم تھا[4]

---

[1] آنحضرتؐ اُحُد سے پلٹ کر مسجد میں داخل ہوئے اور رغبت سے زخمی حضرات بھی ساتھ ہی مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں آگ جلائی گئی۔ اور زخمیوں کی مرہم پٹی ہونے لگی۔ (تاریخ العمران)

[2] آنحضرت بہت مجروح تھے۔ رخسار پُر انوار پر نشان دو حلقہ زرہ کا تھا۔ قریب تین موئے سر۔ اور رُباعیہ یعنی دانت اور دندان پیش شکستہ تھے۔ اور لب مبارک شق تھے اور شانۂ راست اور رانیں چھلی ہوئی تھیں جن کا پوست شگافتہ تھا۔ (بخاری)

[3] آپ بقدرِ راست چل کر مدینے پہنچے اور اصحابؓ کی جراحت پر بار بار توجہ فرماتے رہے۔ (اخبار الایمان)

[4] مسجد میں نمازِ عشاء پڑھی گئی۔ پھر اصحابؓ نے آگ جلائی اور ایک دوسرے کی تیمار داری میں مصروف ہوئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

شریکِ حالِ اُمّت، دردمندِ دردمنداں تھا
نگاہِ لُطف و احساں دیکھ کر ہر زخم خنداں تھا

بہت سے غازیانِ زخم خوردہ، خون آلودہ
رسُول اللہ کے دامانِ رحمت میں تھے آسُودہ[1]

بہت جن کو عزہ لے گئے اِذنِ نبیؐ پا کر
نبیؐ کی زخم داری پر مشوّش تھے وہ گھر جا کر[2]

اُحُد کی افتاد پر مجاہدین کی ندامت

ملالِ حال تھا اُن کو نہ کچھ پروائے آئندہ
نبیؐ کو زخم خوردہ دیکھ کر آنکھیں تھیں شرمندہ

جو رنجورانِ عالم کو پناہیں دینے والا ہو
جو مجبوروں کو آزادی کی راہیں دینے والا ہو

مداوائے غمِ خلقِ خدا مقصود ہو جس کا
برائے دوست دشمن خُلق لامحدُود ہو جس کا

جو ہر نرغے سے اُمّت کو سلامت لے کے آجائے
وہ اُمّت کی خطا کاری سے خود ہی زخم کھا جائے

وہ جانِ کائنات و شانِ آدم آج زخمی ہو
وہ محبُوبِ خُدا، وہ صاحبِ معراج زخمی ہو

الٰہی کاش دل مالِ غنیمت پر نہ للچاتے
الٰہی کاش ہم ارشاد والا کو سمجھ جاتے

---

[1] زخم خوردہ اصحاب میں متعدد مسجد ہی میں فروکش رہے کیونکہ آنحضرت بھی مسجد میں تھے۔ مسجد سے باہر دروازے پر عبادؓ بن بشر نگہبرہ دار تھے۔ (تاریخ العمران)

[2] بنی اشہل اور دوسرے مجاہدین جو اُحد میں زخمی ہوئے تھے۔ آنحضرت نے اُن کے ورثا اور لواحقین کی درخواست پر اجازت گھر جانے اور علاج کرانے کی دے دی تھی۔ (درشاد الحکمۃ)

اگر مردانِ تیر انداز اُتر آتے نہ ٹیلے سے[1] | تو خالد حملہ کر سکتا نہ قوّت سے نہ حیلے سے
اگر عقل و حواس و ہوش پر پردے نہ پڑ جاتے | صدائے شیطاں کی سُن کر پاؤں مٹّی میں نہ گڑ جاتے[2]
نہ ہوتا یہ تو ایسا جنگ کا اسلوب کیوں ہوتا | بزیرِ آستیں یہ دیدۂ محجوب کیوں ہوتا
وہ شمعِ نور تنہا، اور آندھی فوجِ باطل کی | وہ تجلی طور تنہا اور یورش موجِ باطل کی
وہ مظلوموں کا یارا آسرا دُنیائے ہستی کا | اُسی پر زور سارے ظالموں کی چیرہ دستی کا
اگر ہوتا نہ وہ حامی، الٰہی آج کیا ہوتا | یہاں پر جُز غلامی، جُز تباہی آج کیا ہوتا
غرض یہ غازیانِ زخم خوردہ دل میں نادم تھے | خُدا نے عفو فرمایا کہ یہ ملّت کے خادم تھے[3]
اُحُد کے دن کی سختی سے زیادہ یہ ندامت تھی | کہ یہ افتادان کی رائے میں اپنی ہی شامت تھی

---

[1] تیر اندازوں کو حضورؐ نے ٹیلا چھوڑنے سے حتمی طور پر منع کیا تھا۔ مگر مالِ غنیمت کے لالچ میں انہوں نے اس حکم کی تاویل کی تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] دیکھو شاہنامہ اسلام جلد سوم۔

[3] وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۔ پ ۔ ال عمران ۔ ع ۝ — اور تحقیق معاف کر دیا گیا تم کو (قرآن)

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۔ پ ۔ ال عمران ۔ ع ۝ — یعنی پس معاف کر ان کو اور ان کے لئے استغفار کر۔ (اور امر میں ان سے مشورہ کر۔) (قرآن)

مدینے کی یہ رات اور منافقین

مدینے کی یہ شب کیا تھی، دو رنگی کا نظارا تھا
گلی کوچے میں حالِ دوست دشمن آشکارا تھا

اُحُد سے آنے والے سب مجاہد زخم خوردہ تھے
قلوبِ اہلِ ایماں اس نظارے سے فسردہ تھے

کوئی بھی غازیوں میں آج زخموں سے نہ تھا خالی
مگر ان سب کے چہروں سے تھا اظہارِ خوش اقبالی

جو اہلِ صدق تھے محوِ علاجِ دردمنداں تھے
مسلماں غمزدہ، لیکن منافق شاد و خنداں تھے

بظاہر یہ منافق تعزیت کرنے کو آتے تھے
مگر طعن و تمسخر سے ہنسی ٹھٹھا اڑاتے تھے

بوقتِ جنگ یہ بزدل شکارِ بدحواسی تھے
گھروں کو لوٹ آئے تھے مدینے ہی کے باسی تھے[1]

اُدھر مجروح تھے مضروب تھے اہلِ وفا بندے
اِدھر مسرور تھے مغرور تھے یہ پُر دغا بندے

مجاہد گھر سے نکلے تھے کہ اپنی جان پر کھیلیں
زمانے پر جو آفت تھی وہ اپنی ذات پر لے لیں

اِدھر یہ تھڑدلے گھر میں ہنسی اُن کی اڑاتے تھے
زبانوں سے دلوں کے باغ پر بجلی گراتے تھے

---

[1] اُحُد کی صف بندی سے پہلے ہی مدینے کے منافق عبد اللہ بن اُبی اور اس کے تین سو ساتھی گھروں کو یہ کہتے ہوئے پلٹ گئے تھے کہ یہ جنگ نہیں ہے۔ صریح ہلاکت ہے۔

(دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد سوم)

وہ دُنیا بھر کے امن عام پر قربان ہوتے تھے ۔ یہ کشتِ زندگانی میں بدی کے بیج بوتے تھے
مُسلماں تھے علمبردار آزادی و رافت کے ۔ منافق تھے شریکِ کارِ فتنے اور آفت کے
سُنا کر من گھڑت خبریں، اُڑا کر جھوٹ افواہیں ۔ سُجھاتے پھر رہے تھے یہ فساد و غدر کی راہیں
یتیموں اور بیواؤں کی یوں کرتے تھے ہمدردی ۔ کہ جس سے سننے والوں میں ہو پیدا جبن و نامردی
یہ مقتولوں پہ روتے اور مجروحوں پہ ہنستے تھے ۔ اِدھر پند و نصیحت تھی، اُدھر آوازے کستے تھے

منافقین کی طرزِ گفتگو

اجی پہلے سے ہم نے کہہ دیا تھا گھر سے مت نکلو ۔ کھلے میداں میں بہر جنگ کرّ و فر سے مت نکلو
ہماری رائے صائب تھی کسی نے بھی نہیں مانی ۔ گھروں سے موت لے نکلی تمہیں یا جوشِ نادانی

لہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ کَانُوْا غُزًّی لَّوْ کَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۔ اے اہلِ ایمان تم ان کفر کرنے والوں کی مثال نہ بنا جنہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا۔ کہ اگر تم ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے نہ قتل ہوتے ۔ پ۴ ال عمران ۔ ع۱۶ ۱۵۶

سلہ ابن ابی کہتا تھا کہ اُحد کی طرف تمہارا خروج میری رائے کے موافق نہ تھا۔ محمدؐ نے میری رائے کے خلاف کیا اور چھوکروں کا کہنا مانا۔ واللہ میں اس فساد کو دیکھ رہا تھا۔ (طبقات)

ہماری بات کو سُنتے ہماری راہ پر چلتے
تو ننھّے ننھّے بچّے یُوں کفِ افسوس کیوں ملتے

ہماری ہی طرح تم بھی پلٹ آتے تو کیوں مرتے
کماتے، مال و زر سے جھولیاں بھرتے، مزے کرتے

ہماری ہی طرح اپنے گھروں میں تم بھی آجاتے
تو ماتم کے یہ بادل کیوں ہمارے شہر پر چھاتے

قریش آئے تھے دیواروں سے ٹکراتے چلے جاتے
قریشی بھائیوں کو ساتھ لے جاتے چلے جاتے

وہ آئے تھے کہ اپنے بھائی بندوں سے تھی کدُ اُن کو
نہیں تھی اہلِ یثرب سے کوئی وجہِ حسد اُن کو

تمہیں نے خود بخود اُن سے عداوت کی بِنا ڈالی
ہماری اُن سے راہ و رسم بھی تم نے مٹا ڈالی

مُنافقین کا مہاجرین پر طعن

یہ سب مہمان جو مکّے سے ہجرت کر کے آئے ہیں
مصیبت ہیں، کہ اک بھاری مصیبت ساتھ لائے ہیں

لہ منافقوں نے اصحابِ نبیؐ کو آئندہ باز رکھنے کے لئے ورغلانا شروع کیا۔ وہ ان کو ترکِ رفاقت کا مشورہ دیتے تھے۔ اور کہتے تھے جو لوگ تم میں سے مارے گئے۔ اگر وہ ہمارے ساتھ پلٹ آتے تو کیوں مارے جاتے (رشاد الحکمۃ) قرآن میں ان ہی کیلئے آیا اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا یعنی جن لوگوں نے اپنے بھائیوں سے کہا۔ حالانکہ خود بیٹھ رہے تھے۔ کہ اگر وہ ہماری اطاعت کرتے۔ تو قتل نہ ہوتے۔ قرآن نے اس کا جواب دیا کہ اگر تم قول کے سچے ہو۔ تو اپنی جانوں سے موت کو ٹال دو۔

ٹہ ابن اُبی اور اس کے ساتھ والے یہ کہتے تھے۔ کہ قریش کو ہم سے کوئی کد نہیں۔ اِلّا یہ کہ ہم نے اُن کے بھائی بندوں کو پناہ دی۔ (ابنِ اثیر)

یہ اپنی قوم کے مجرم تھے ہم نے دی پناہ ان کو
مسلّط کر لیا اپنے سروں پر خواہ مخواہ ان کو

یہ سچ ہے فرض تھا حق میزبانی کا ادا کرنا
مناسب تھا تواضع ہی پہ لیکن اکتفا کرنا

یہاں پر چند دن آرام فرماتے چلے جاتے
ہمیں اسلام کے ارکان سکھلاتے چلے جاتے[1]

مگر تم نے تو پیدا کر لیا رشتہ اخوّت کا[2]
کیا یکسر غلط اندازہ اپنے زور و قوّت کا

مزے میں ہیں وہ سب گھر بار پایا مال و زر پایا
مگر ہم پر تباہی آ گئی ہے، ہم نے بھر پایا

لہ منافقین اور یہود کا قول تھا۔ کہ مکّہ سے پہلے محض دین سکھانے کے لئے لوگ آئے۔ پھر پیغمبرؐ یہاں آ گیا۔ اور ان کے پیچھے یہ جنگ کا وبال ہم پر آ پڑا۔ (تاریخ العمران)

ٹہ مکّہ سے جو مہاجرین مدینہ میں آئے تھے ان میں بہت سے دولتمند اور خوشحال لوگ تھے۔ لیکن ہجرت کرتے وقت کافروں سے چھپ کر نکلے تھے۔ اس لئے قطعاً بے سر و سامان تھے۔ مکّہ سے کچھ بھی ساتھ نہ لا سکے تھے۔ مدینے کے انصار کے گھرانے ان کی مہمانداری تو کرتے تھے۔ لیکن مہاجرین غیرت مند تھے۔ کب تک مہمان رہتے۔ وہ نذر و خیرات پر بسر کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ دست و بازو سے کام کرنے کے عادی تھے۔ اب ان کے پاس پیسہ نہیں تھا۔ کہ جس سے کوئی کام کاج کر سکیں اس لئے رسول اللہ نے انصار اور مہاجرین میں اخوّت کا رشتہ قائم کر دیا۔ اور یہ قرآن کی اس آیت کی تعمیل تھی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ پ ۱۰۔ الانفال۔ غ ۔ ۱۰

جو لوگ ایمان لائے۔ اور ہجرت کی اور راہِ خدا میں جان و مال سے جہاد کیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ان لوگوں کو پناہ دی اور انکی امداد کی۔ یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہیں۔

رسول اللہ مہاجرین اور انصار کے دو آدمیوں کو طلب فرماتے اور ارشاد کرتے۔ کہ تم دونوں بھائی بھائی ہو۔ اس طرح بہت سے لوگوں میں ایسی اخوّت قائم ہو گئی جیسے حقیقی بھائی ہوں۔ انصار نے اس رشتہ کا ایسا پاس و لحاظ کیا کہ اپنی آدھی املاک مہاجرین بھائیوں میں تقسیم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ کوئی انصاری فوت ہوتا تو اس کا ورثہ اس کے مہاجر بھائی کو ملتا تھا۔ (ابنِ ہشام)

منافقین یہود کے رفیق تھے

یہ اچھا فائدہ ہم کو ہوا اس ربطِ باہم سے
یہودی قوم نے قطع تعلق کر لیا ہم سے[1]

یہودی قوم سے رشتہ مراسم کا تھا دیرینہ
اگرچہ کینہ ور ہیں وہ۔ مگر پوشیدہ تھا کینہ

علی الاعلان اب وہ برسرِ پرخاش پھرتے ہیں
ہماری ابتلائیں دیکھ کر بشاش پھرتے ہیں

یہود اربابِ زر بھی ہیں لڑاکے بھی مُدبّر بھی ہیں
مہاجن ہیں عرب بھر کے لہٰذا با اثر بھی ہیں

یہاں سے کر کے ہجرت جا بسے ہیں ارضِ خیبر میں
نہ سمجھو یہ کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں چین سے گھر میں[2]

کوئی دن میں وہ اک طوفان بن کر چھانے والے ہیں
ہمارے شہر پر بھاری مصیبت لانے والے ہیں[3]

منافقین کا طرزِ استدلال

اُدھر اک سلسلہ قومِ قریشی سے عداوت کا
نتیجہ ہے ہماری بے محل شانِ سخاوت کا

---

[1] ابن اُبَی اور یہود سے بھائی چارہ تھا۔ اور معاہدہ تھا جب یہود نے بار بار مسلمانوں سے عہد شکنی کی۔ تو آنحضرتؐ نے یہود کے بعض قبائل کو مدینے سے نکال دیا تھا۔ منافق ہر وقت ان سے سازش میں مصروف رہتے تھے۔ (طبقات)

[2] بنی قینقاع اور بنی نضیر جب مدینے سے نکلے تو خیبر میں جا کر آباد ہو گئے اور وہاں سے انہوں نے وسیع پیمانے پر اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ (تاریخ العمران)

[3] جنگ احزاب کی طرف اشارہ ہے جو یہود کی سازش سے برپا ہوئی۔ (مصنف)

کچھ اُن کے اقربا کی تم نے یُوں مہمانداری کی
اُنہیں گھر بار بخشے، ان سے دولت بھی نیاری کی

کھُلی دعوت ہے یعنی اچھا خاصہ اک بلاوا ہے
نتیجہ دیکھ لو اب تم پہ مہمانوں کا دھاوا ہے

پیمبر ہادئ برحق ہے صادق بھی امیں بھی ہے
ہمیں ہے اعتراف اس کا ہمیں اس کا یقیں بھی ہے

مگر سارے عرب کی دشمنی بھی تو بڑی شَے ہے
نتیجہ دیکھ لو سارا عرب یثرب کے درپے ہے

پیمبر پر اثر ہے اور نہ قرشی میہمانوں پر
یہ سارا بوجھ ہے اب اوس و خزرج ہی کے شانوں پر

نتیجہ جز تباہی، جز غم و آلام کیا ہو گا
یہ آغازِ اخوّت ہے، تو پھر انجام کیا ہو گا

خدا جانے اُحُد میں کون جیتا کون ہارا ہے
بظاہر تو ہماری ہی مصیبت آشکارا ہے

ہماری بیوقوفی پر ہر اہلِ ہوش خنداں ہے
کہ ہم پر مدعی سُست و گواہ چُست آج چسپاں ہے

یہ اچھی جنگ ہے صاحب کہ ہم جانیں گنوا بیٹھے
ہمارے میہماں زندہ سلامت گھر میں آ بیٹھے

ہمارے میہمانوں میں فقط دو تین کام آئے
بہادر اوس و خزرج ہی کے اکثر زیرِ دام آئے

لہ انصار و مہاجرین کی اخوت کی طرف اشارہ ہے۔ انصار نے مہاجرین کو اپنی جائدادوں تک میں شریک کر لیا تھا۔ اور بعض یہاں تک آمادہ ہو گئے تھے۔ کہ اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے دیں۔ تاکہ اس کا دینی بھائی شادی کر لے۔ (مصنف)

ٹہ اس جرم میں کہ مدینہ کے انصار نے مسلمانوں کو پناہ دی تھی۔ قریشِ مکہ نے مدینہ کی بربادی کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور تمام متحدہ قبائل میں مخالفت کی آگ بھڑکا دی تھی۔ (سیرت النبیؐ)

جو بچ کر آ گئے ہیں، زخم خوردہ لنگڑے لولے ہیں
مگر خوش ہیں بڑا انعام پایا جس پہ پھولے ہیں

ہماری بات کو سمجھو، ہماری راہ پر آؤ
ذرا سوچو، ذرا گنتی کرو، ہم کو بھی سمجھاؤ

اُحد میں لڑتے مرنے والے یار اغیار کتنے تھے
شہیدوں میں مہاجر کتنے تھے انصار کتنے تھے

تمہارا بچ نکلنا بھی بڑی بھاری غنیمت ہے
سبق حاصل کرو تو۔ فتح سے بڑھ کر ہزیمت ہے

خدا اور مصطفےٰ کو ہم بھی ہیں سب ماننے والے
رموزِ دین و دنیا تم سے بہتر جاننے والے

ہمیں معلوم ہے جو حقِ توحید و رسالت ہے
مگر حق پر بھی ناحق جان دے دینا جہالت ہے

انصار کا ایمان

منافق ہر گلی کوچے میں یہ باتیں سناتے تھے
شہیدانِ اُحد کے بیوی بچوں کو ستاتے تھے

مگر ایمان محکم اور محکم ہوتا جاتا تھا
یہ زہر اخلاص کے زخموں کا مرہم ہوتا جاتا تھا

لہ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ پ ۲۱۔ الاحزاب۔ ع ۲۲

بولے کہ یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدا نے اور اس کے رسول نے کیا تھا۔ اور خدا اُس کے رسول دونوں سچے تھے۔ اور اس بات نے اُن کے یقین اور اطاعت کو اور بھی بڑھا دیا۔

نفاق وصدق میں تفریق پیدا ہوتی جاتی تھی
دلوں کی بات آنکھوں پر ہویدا ہوتی جاتی تھی

نگاہوں سے حقیقت پوش پردے ہٹتے جاتے تھے
رُخِ خورشید سے تاریک بادل چھٹتے جاتے تھے

رسالت کی زباں لَا تَقْنَطُوا فرماتی جاتی تھی
قیامِ دَورِ اسلامی کی ساعت آتی جاتی تھی

اندھیرا مِٹتا جاتا تھا، اُجالا ہوتا جاتا تھا
محمد مصطفٰےؐ کا بول بالا ہوتا جاتا تھا

دِلوں کو فکرِ تکمیلِ عزائم ہوتی جاتی تھی
بنائے شوکتِ اسلام قائم ہوتی جاتی تھی

دِلوں میں نورِ قرآنی سرایت کرتا جاتا تھا
مساوات و اخوّت کی ہدایت کرتا جاتا تھا

اِدھر اسلام اپنے معجزے دکھلاتا جاتا تھا
اُدھر شیطان اپنے ساتھیوں کو لاتا جاتا تھا

منافق زہر کی پچکاریاں لیکر نگاہوں میں
پڑے پھرتے تھے گھر گھر میں گلی کوچوں میں راہوں میں

مگر ایمان والے تھے سپاس و شکر کے عادی
نہ گریاں تھے نہ نالاں تھے نہ شاکی تھے نہ فریادی

یہ زخمی شیر زنجیرِ اخوّت کے تھے زنجیری
بہم اِک دوسرے کی کر رہے تھے سب خبر گیری

شکستہ ہڈیاں جُڑتی تھیں گہرے گھاؤ سِلتے تھے
فروغِ پنبۂ مرہم سے تن پر پھول کھِلتے تھے

پڑے تھے بادۂ جرأت کے لذّت یاب مسجد میں
کھُلا تھا عرشیوں کے میکدے کا باب مسجد میں[1]

---

[1] مسجد نبوی میں بہت سے مجروحین اُحد پڑے تھے جن کی تیمارداری پر آنحضرتؐ بار بار توجہ فرماتے تھے۔ اگرچہ خود مجروح تھے دز نشاد مکلم

باب دُوم

شامِ اُحد کی صبح

مجاہدینِ اُحد پھر راہِ جہاد پر

خُمِ شب لُنڈھ چکا تھا جوشِ محفل تھا ابھی باقی | کہ عالی ظرف تھا میخانۂ توحید کا ساقی
ہدایت یاب حاضر تھے حضورِ حضرتِ ہادیؐ | مؤذن کی اذاں نے اب یہ محفل آور گرما دی
رسالت نے نقیبانِ اُحد کو یاد فرمایا | وہ حاضر ہو گئے تو اِس طرح ارشاد فرمایا[1]

---

[1] حضرت علیہ السلام نے نمازِ صبح سے فارغ ہو کر بلالؓ کو حکم دیا۔ ندا کرو کہ رسولِ خدا لوگوں کو امرِ طلب اعداء کرتے ہیں
اس ارشاد پر سعد بن عبادہؓ و سعد بن معاذؓ مدینے میں خروج کا حکم کرتے ہوئے نکلے (طبقات ابن سعد)

مجاہد جو اُحُد کے معرکے میں آج تھے شامل
انہیں ہونا ہے پھر جہد و جہاد و جنگ پر مائل[1]

وہ مسجد میں ہوں یا اپنے گھروں میں ہوں کہیں بھی ہوں
شکستہ پا ہوں یا مضروبِ زنجور و حزیں بھی ہوں

پہن کر اسلحہ تیار ہو کر بہرِ جانبازی
صفیں قائم کریں بعدِ نمازِ اللہ کے غازی

اُحُد کی جنگ میں جو لوگ شامل تھے وہی آئیں
جنہیں توفیق ہو زادِ سفر بھی ساتھ میں لائیں

نمازِ صبح پڑھتے ہی مدینے سے نکلنا ہے
تعاقب میں قریشی فوج کے ہم سب کو چلنا ہے

مجروح صحابہ کی جرأت و ہمّت

منادی ہو گئی ہر سب نے سُنی سب نے خبر پائی
ہوئی گرمِ عمل پھر ناتوانوں کی توانائی

تھکے ماندوں نے راحت بھی نہ پائی تھی کوئی دم کی
ابھی زخموں نے لذت بھی نہیں چکھی تھی مرہم کی

ابھی ملبوسِ خون آلودہ بھی اُترے نہ تھے تن سے
ابھی اپنا لہو لپٹا ہوا تھا اپنے دامن سے

پیمبر کا یہ حکم آیا جونہی گوشِ سماعت میں
اُٹھا لبیک کہکر ہر کوئی جوشِ اطاعت میں

اُٹھے ہتھیار اُٹھائے اور کمریں باندھتے نکلے
بہ ذوق و شوق سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتے ہوئے نکلے[2]

[1] حکم ہوا تھا۔ کہ صرف وہی لوگ نکلیں۔ جو کل یعنی روزِ اُحُد جہاد و قتال میں حاضر تھے۔ ان کے سوا کوئی نہ نکلے (طبقات ابن سعد)

[2] جس نے سنا حضورؐ نے دشمنوں کے تعاقب میں اٹھنے اور حاضر ہونے کا حکم دیا ہے وہ جس حالت میں بھی تھا۔ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا لِلّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ کہتا ہوا اٹھا یعنی ہم نے سُنا اور ہم نے اطاعت کی اللہ اور رسُول کی حالانکہ سب زخم خوردہ اور بُہت مضروب تھے۔ (طبقات)

جراحت بار تھے، رنجور تھے، زخمی تھے، خستہ تھے
نمازِ صبح میں لیکن یہ بندے دست بستہ تھے

لہو سے سُرخرو تھے آب سے اب باوضو ہو کر
کھڑے تھے پیشِ حق مجروح بندے قبلہ رُو ہو کر

کھڑے بھی ہو نہ سکتے تھے یہ عالم تھا نقاہت کا
مگر پیشِ خدا ساجد تھا جذبہ اُن کی چاہت کا

عیاں تھا نورِ حسنِ بندگی بھی صدقِ نیت بھی
وفاداری میں مدغم تھی صعوبت بھی اذیت بھی

یہی ایمان تھا جس سے بشر کے بخت جاگے تھے
کہ جو معذور تھے وہ بندگی میں سب سے آگے تھے

پیغمبر علیہ السّلام دشمنوں کے تعاقب میں

تھے ان سب سے زیادہ رحمۃ اللعالمینؐ زخمی
دُرِ دنداں شکستہ تھے جبینِ مہ جبیں زخمی

نشاں تھے خود کی کڑیوں کے رخسارِ مبارک پر
اثر تھا دردِ دنداں کا بھی گفتارِ مبارک پر

اِسی حالت میں اُمّت کی امامت اُس نے فرمائی
ادائے فرض میں یہ استقامت اُس نے دکھلائی

وہی اک عبدہٗ بیشک وہی انسانِ کامل تھا
کہ فرضِ بندگی میں دوسروں سے بڑھ کے شامل تھا

عبودیّت میں تھی مصروف اک مضروب پیشانی
وہ پیشانی دیا اُمّت کو جس نے تاجِ سلطانی

چمکتی تھی دمکتی تھی شعاعِ طورِ مسجد میں
کہ بے پروائے ضربِ زخم تھا وہ نورِ مسجد میں

اُسے مقصود کرّ و فر نہ رعبِ حاکمانہ تھا
کہ جوشِ بندگی ہی شیوۂ پیغمبرانہ تھا

اُسی کو تھا بشر کی چارہ فرمائی کا اندازہ
دماغوں اور دلوں کا باندھتا تھا اس کو شیرازہ

کیا بعدِ نماز اس نے لباسِ جنگ بھی دربر
زرہ آہن کی پہنی اور رکھا خود بھی سر پر[1]

وجودِ پاک گویا اک چمن تھا زخم کاری کا
مگر اللہ اکبر حوصلہ محبوبِ باری کا[2]

اِدھر محراب مسجد میں امامت اس کا حصّہ تھی
ادھر میداں میں فوجوں کی قیادت اس کا حصّہ تھی

اُمڈ آئی تھی مخلوقِ مدینہ دید کی خاطر
فرشتے آسمانوں سے چلے تقلید کی خاطر

بڑھا جب وہ درِ مسجد سے اسوارِ فرس ہو کر
معیّت میں اٹھی تکبیر آوازِ جرس ہو کر

اُحُد کا زخم خوردہ ہر مجاہد ہمرکاب اس کا
سپہ سالارِ حق تھا وہ، عَلَم تھا آفتاب اس کا

لشکرِ کفّار کی حالت

ہَوس، کینہ، تذبذُب

یہاں مظلوم انسانوں کا یہ عزمِ فدا کاری
وہاں تھی ظالموں پر اک تذبذُب کی زد طاری[3]

---

[1] حضرت پیغمبر علیہ السلام اس حال میں برآمد ہوئے۔ کہ مجروح تھے آپ نے نماز تحیۃ المسجد پڑھی۔ لوگ گردو پیش جمع تھے۔ اس وقت زرہ اور خود پہنے ہوئے سوائے آنکھوں کے سارا جسم اطہر ڈھکا ہوا تھا۔ آنکھوں میں شفقت اور جلال دونوں گویا ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ (تاریخ العمران)

[2] آپ زخمی تھے مگر بقدر راست چل رہے تھے۔ دونوں سعدؓ (سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ) دونوں جانب ساتھ ساتھ جا رہے تھے (تاریخ ...)

[3] ابو سفیان اور لشکر قریش اُحد سے چل کر روحاء میں آ ٹھہرے تھے! اور اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ کر سکے تھے۔ کہ واپس مکے پلٹ جائیں۔ یا بارِ دگر مدینہ پر حملہ آور ہوں۔ (تاریخ ارضِ مقدس)

پھرے میداں سے بے نیلِ مرام اعدائے آزادی
رہا پھر طائرِ مقصد سے خالی دامِ صیّادی

ہٹی یوں فوجِ باطل دینِ حق کے پاسبانوں سے
پلٹ جاتی ہے جیسے موج ٹکرا کر چٹانوں سے

یہ لشکر اپنے ہی ظلم و تعدّی سے تھکا ہارا
اُحُد سے چل کے رَوحا میں ہوا شب کو خیام آرا

ندامت تھی درندوں کو بھی انسانی حماقت پر
کہ نازاں تھے یہ انساں وحشیانہ زور و طاقت پر

قبائل مختلف تھے یک زباں تھی انکی بربادی
خلاف اک دوسرے کے سب تھے شاکی اور فریادی

کئے تقسیم سرِ لشکر نے مشکیزے شرابوں کے
مگر دل تشنۂ خوں تھے ابھی خانہ خرابوں کے

غرور و ناز و شیخی بد زبانی اور نادانی
انہی اطوار کو سمجھے ہوئے تھے فخرِ انسانی

گذاری رات قرشی فوج نے پینے پلانے میں
بہم طعنہ زنی کرنے میں صلواتیں سنانے میں

لشکریوں کا ایک دوسرے کو الزام

سحر کو جب نشے اترے تو بیٹھے مشورہ کرنے
کہا اُلّو بنایا ہم کو سردارانِ لشکر نے

ہم اتنی دُور سے آ کر لڑے، جنگ آزمائی کی
نتیجہ کچھ نہ نکلا مفت اپنی جگ ہنسائی کی

لہ روحاء میں قرشی فوجیوں کو شراب تقسیم کی گئی تھی۔ کیونکہ بہت ہی خستہ اور تھکے ماندے تھے۔ اور بے مقصد لڑائی سے بے دل تھے۔ (تاریخ العمران)

غضب میں تھے، ٹپکتا تھا لہو ان کی زبانوں سے
درندے کر رہے تھے شکوہ اپنے گلہ بانوں سے

ہمیں کیا کیا امیدیں آپ لوگوں نے دلائی تھیں
یہ فوجیں کیسی کیسی آرزوئیں لے کے آئی تھیں

نہ یثرب پر ہوئے قابض نہ ہم نے مال و زر لوٹا
پہاڑ اپنی جگہ قائم رہے اپنا ہی سر لوٹا[1]

محمد بھی سلامت، ان کے ساتھی بھی رہے زندہ
ہمیں غرقِ ندامت ہیں، ہمیں ہیں آج شرمندہ

ابوسفیان اور دوسرے قائدین کی مشورت

یہ باتیں قوم کی سن کر یہ سارا مدعا پاکر
ابوسفیاں کے پاس آئے قریشی فوج کے افسر

کہا، یہ کیا کیا تم نے کہ یوں واپس پلٹ آئے
مدینہ سامنے تھا الٹے پیچھے ہی کو ہٹ آئے

ہماری فوج کا ہر فرد ہے دل ہی میں کھسیانا
کہ بے مقصد ہوا یہ چل کے آنا اور پلٹ جانا[2]

بہت محوِ ندامت ہیں بہت آتا ہے طیش ان کو
کھٹکتے ہیں دلوں میں سربراہان قریش ان کو[3]

---

۱ وہ سب اپنے قائدین سے کہتے تھے۔ کہ تم لوگوں نے محمدؐ کو قتل نہ کیا۔ اور مدینہ کی زنانِ نوخاستہ سے ہم آغوش نہ ہوئے۔ پس تم نے گویا کچھ بھی نہیں کیا۔ (واقدی)

۲ قریش پشیمان تھے۔ رُوحاء میں پہنچکر بعض ابوسفیان کے پاس آئے۔ کہا غلبہ تو حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن تم نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ چلو واپس تاکہ مدینہ کو لوٹیں اور محمدؐ کو قتل کریں۔ (ابن سعد)

۳ اہل قبائل اپنے سربراہوں سے خفا تھے۔ ان پر چھینٹے اور الزام دیتے تھے۔ کہ تم نے ہمیں بہت سی امیدیں دلائی تھیں۔ اب واپس کیوں پلٹا دیا؟ (طبری)

ابو سفیاں ذرا سا حوصلہ بھی تم اگر دیتے
مسلماں سب کے سب زخمی تھے ان کو قید کر لیتے

ہمیں لازم تھا قتلِ عام کرتے شہر میں جا کر
گھروں میں ان کے جا گھستے فصیلِ شہر کو ڈھا کر

مویشی بھی ہنکالتے، ساز و ساماں بھی اٹھا لاتے
ہم ان کی عورتوں کو لونڈیاں اپنی بنا لاتے

ہماری فوج بھی ہم سب بھی ان باتوں کی طالب تھی
لڑائی کے اخیری مرحلے پر ہم ہی غالب تھے

نہ قیدی اپنے ہاتھ آئے نہ دولت اپنے ہاتھ آئی
کرے کیسے گوارہ فوج خالی ہاتھ پسپائی

یہ غلبہ بے نتیجہ ہے، ادھورا ہے یہ کام اپنا
لہو کے بہہ گئے دریا مگر خالی ہے جام اپنا

چلو چل کر براہِ راست حملہ شہر پر کر دیں
زر و گوہر سے اپنے اشتروں کی خرجیاں بھر دیں

ابو سفیان کا تامل و تذبذب

بنا ہو جس تمدن کی لباسوں کی نمائش پر
جہاں مضمون قرباں ہو لفافوں کی نمائش پر

جلو میں جن کے چلتی ہو غلامانہ سرشت ان کی
ہوئی ہو ساتھ ہی جن کے تولد خوئے زشت ان کی

جہاں نقل و حقیقت میں رہے ضدین کی صورت
جہاں شخصی حکومت میں ہو نصب العین کی صورت

عبارت زیست ہو جن کی لباسوں اور غذاؤں سے
پھلا پھولا ہو جن کا نفس معصے کی ہواؤں سے

وہاں پر اعترافِ صدق کا اظہار بے معنی
وہاں گفتار بیہودہ وہاں رفتار بے معنی

ابوسُفیاں یہ باتیں سُن کے ہاں ہاں کرتا جاتا تھا
شجاعت باپ دادا کی نمایاں کرتا جاتا تھا

مگر مرعوب تھا ایمان والوں کے تہوّر سے
لرز جاتا تھا دِل میں اُن کی صورت کے تصوّر سے

نگاہوں میں تھی اصحابِ محمدؐ کی فدا کاری
نہ بھولی تھی ابھی تک حنظلہؓ کی ضربتِ کاریؔ[1]

مگر جرأت نہ پائی اس گھڑی تردید کی اُس نے
کہا جو کچھ کسی نے سربسر تائید کی اُس نے[2]

ابوسُفیان کی تقریر

ابوسُفیان بولا، اے متاعِ نازِ جانبازو
جوانو، پہلوانو، تیغ بازو تیر اندازو

اگر سب کی یہ مرضی ہے تو مَیں بھی مُنہ نہ موڑونگا
ادھورا ہے اگر یہ کام پُورا کرکے چھوڑوں گا

مگر ہم لے چکے ہیں پورا پورا انتقام اپنا
کرے گا اب عرب کا ذرّہ ذرّہ احترام اپنا[3]

جہاں میں بندھ گئی اپنے خداوندوں کی دھاک آخر
ہوئے تنہا خدا کے ماننے والے ہلاک آخر

خداوندِ ہبل کی آج ہم نے آبرو رکھ لی
کہ اس کے دشمنوں نے خوب لذّت موت کی چکھ لی

۱؎ دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد سوم۔
۲؎ ابوسفیان سے کوئی بات بن نہ پڑتی تھی۔ مدینے پہ عود کرنے کے خیال سے لوگوں کی توجہ ہٹانا چاہتا تھا۔ مگر ڈرتا تھا۔ کہ لوگ کہیں اسی پر نہ پلٹ پڑیں۔ (احوال الاعراب)
۳؎ ابوسفیان کہتا تھا۔ ہم نے بدر کا پورا پورا انتقام لے لیا ہے۔ اور عرب میں قریش کا وقار از سرِ نو قائم کر دیا ہے (احوال الاعراب)

یہ ستّر آدمی جن کو ہماری فوج نے مارا
تھا ان میں سے ہر اک اپنے نبیؐ کی آنکھ کا تارا[1]

ابوسفیان کی شیخیاں

یہ سب تھے ایک نادیدہ خدا کو ماننے والے
ہمارے سب خداؤں کو بُرا گرداننے والے

وہ مصعبؓ جو محمدؐ کا امینِ کاربنتا تھا
بڑا جھنڈا اُٹھاتا تھا علم بردار بنتا تھا

---

[1] جنگ اُحد میں خاص الخاص شہداء میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے۔ جو مدینہ میں بطور معلم الاسلام تھے اور جن کے وعظ سے اوس و خزرج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت حمزہؓ حضور سرور کائنات کے چچا اور رضاعی بھائی تھے۔ آپ اسد اللہ و رسولہ کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے تھے۔ انس بن نضر انصاریؓ تھے۔ یہ وہ بہادر ہیں جنہوں نے دیکھا۔ کہ حضرت عمرؓ ہتھیار چھوڑ کر مبہوت کھڑے ہیں پوچھا کیا ماجرا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت انس نے کہا۔ اے عمرؓ موتوا علی ما مات علیہ رسول اللہ یعنی آؤ جہاں رسول نے جان دے دی ہے ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی لگا دیں۔ اب زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ کہکر آگے بڑھے اور شہید ہوئے۔ ان کی لاش پر ۷۰ زخم کاری تھے سعد بن ربیع بھی اُحد میں شہید ہوئے تھے۔ خاتمہ جنگ کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش کے لئے آدمی بھیجے ایک نے دیکھا زخم کھائے ہوئے ہیں اور سانس توڑ رہے ہیں۔ حال دریافت کیا گیا۔ سعد نے کہا اب مجھے زندہ نہ سمجھو لیکن براہِ مہربانی رسول اللہ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا کر عرض کر دینا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزا عطا کرے گا۔ جو کسی نبیؐ کو کسی امت کی ہدایت پر نہ دی گئی ہو اور قوم کو میری طرف سے کہہ دینا کہ جب تک جھپکنے والی ایک آنکھ بھی تمہارے اندر باقی ہے۔ اس وقت تک اگر دشمن نبیؐ تک پہنچ گیا تو خدا کے حضور میں کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔ ان ہی شہداء میں عمارہؓ بن زیاد بھی تھے۔ جنہوں نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسارے نبی صلعم کے تلووں سے لگائے ہوئے تھے حنظلہؓ بن ابو عامر بھی تھے۔ جن کی شادی اُحد کی صبح سے پہلی شب ہوئی تھی۔ اور وہ بستر عروسی پر سے سیدھے میدان جنگ میں پہنچے تھے۔ (طبری)

وہ بانکا حنظلہؓ وہ نوجواں دُولھا وہ دیوانہ[1] | مجھی پر حملہ کرنے آیا تھا بڑھ کر دلیرانہ

نہ مانا دھمکیاں دیتا رہا میں بار بار اُس کو | عروسِ مرگ سے ہونا تھا لیکن ہم کنار اس کو

وُہ یثرب کے رُؤسا جو بہت تن تن کے نکلے تھے | محمدؐ کے مددگار و مصاحب بن کے نکلے تھے

اُحُد کی سرزمیں پر اب نرالا کھیت ہے اُن کا | جراحت اوڑھنا ہے اور بچھونا ریت ہے، اُن کا

وہ حمزہؓ جس کو ایسا ناز تھا اپنی شجاعت پر | کہ تنہا حملہ کرنے دوڑتا تھا ہر جماعت پر

بُریدہ گوش و بینی سے عجب تھا آج حال اُس کا | محمدؐ کو نہ بھولے گا قیامت تک ملال اُس کا[2]

جری سب سے زیادہ حمزہؓ[3] تھا اولادِ ہاشم میں | زمین و آسماں رویا کریں گے اس کے ماتم میں

نہ مُنہ پر گوش و بینی ہے نہ تن میں ہیں جگر گُردے | وہ صورت ہے کہ صورت دیکھ کر مُنہ پھیر لیں مُردے

---

[1] (دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد سوم)

[2] اشارہ ہے۔ اس سلوک کی طرف جو ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کے جسد مبارک کے ساتھ کیا تھا۔

[3] حضرت حمزہؓ اپنے زمانے میں ایسے شجیع اور بہادر تھے۔ کہ بعض لوگوں نے آپ کی بہادری کے ایسے ایسے محیر العقول افسانے بنائے جن کے سبب آپ کی حیاتِ مبارکہ عوام الناس میں ایک افسانہ بن گئی ہے۔ داستانِ امیر حمزہؓ کے نام سے ہزارہا صفحات کے رنگارنگ مسلسل افسانے فارسی اور اُردو میں لکھے گئے۔ اور داستان گوؤں نے ان کو اپنے اپنے ماحول کی مناسبت سے مقامی رنگ دے کر بیان کیا ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ افسانوں کی دُنیا میں کسی اور شخصیت کے متعلق اتنا لٹریچر موجود نہیں ہو جتنا کہ حمزہؓ کے بارے میں صرف اُردو زبان میں موجود ہے۔ اس سے کم از کم یہ امر تو ظاہر ہو کہ حضرت حمزہؓ کی شجاعت اسلامی ممالک میں ضرب المثل رہی ہے اور رستم اسفندیار اور رامائن مہابھارت وغیرہ کی داستانوں کے مقابل مسلمان داستان گوؤں نے ایک واقعی محترم اور تاریخی وجود کو اپنے افسانوں میں مرکزی ہیرو بنا کر مسلمانوں میں اپنی کہانیوں کو بے انتہا وقیع بنا دیا ہے۔
(حفیظ)

شہیدانِ خدا کی یہ ادا سب سے نرالی ہے
میں خوش ہوں یہ ادا میری ہی زوجہ نے نکالی ہے

حضرت علیؓ اور آلِ ہاشم سے عداوت

مجھے آج اپنی زوجہ سے فقط اتنی ندامت ہے
علیؓ ابنِ ابی طالب ابھی زندہ سلامت ہے

علیؓ پر بھی اگر حمزہؓ کی صورت حربہ چل جاتا
تو سورج آلِ ہاشم کا بھی گویا آج ڈھل جاتا

بظاہر اُس پہ صدہا وار پڑتے میں نے دیکھا ہے
ہزاروں سے اُسے دو چار ہوتے میں نے دیکھا ہے

وہ کیسے زندہ ہے میری سمجھ میں یہ نہیں آیا
وہ لڑتا بھی رہا اور زخم کاری بھی نہیں کھایا

مگر خیر آہی جائے گی کسی دن اس کی باری بھی
اُسے زندہ نہ چھوڑیں گے یہ نیت ہے ہماری بھی

وہ قاتل ہے میرے بیٹے کا میرے رشتہ داروں کا
اسی پر قرض باقی ہے ہمارے سوگواروں کا

لہ ابوسفیان نے اُحد کی شام پکار پکار کر مسلمانوں کو سنایا "آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ فوج کے لوگوں نے مُردوں کے ناک کان کاٹ لئے ہیں۔ میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن مجھ کو معلوم ہوا۔ تو کچھ رنج نہیں ہوا۔ (صحیح بخاری ذکر غزوۂ اُحد)

لہ ہندہ زوجہ ابوسفیان نے وحشی سے کہا تھا۔ کہ محمدؐ۔ حمزہؓ اور علیؓ ان تینوں کو کسی نہ کسی طرح قتل کرنا چاہیئے۔ اس کو علیؓ کی سلامتی کا مدتوں رنج رہا۔ (دیکھو طبری)

لہ حضرت علیؓ میدان اُحد میں بار بار افواجِ دشمن پر تنہا جا پڑتے تھے۔ ان کو بھگاتے اور مارتے تھے۔ مگر خدا نے ان کو زخم کاری سے محفوظ رکھا۔ ابوسفیان بلکہ تمام اُمویوں کو حضرت علیؓ سے قتالِ بدر کے بعد خاص طور پر بُغض رہا۔ اور یہ بُغض بعد میں بہت سے واقعاتِ خونیں کا باعث بنا۔ (مصنف)

محمدؐ کے صحابہ کی لڑائی دیکھ لی تم نے
وہ زورِ بازو و تیغ آزمائی دیکھ لی تم نے
ہزیمت دے ہی دی تھی تم کو چھوٹی سی جماعت نے
تمہاری عزتیں رکھ لی ہیں خالد کی شجاعت نے
جو غلبہ تم کو حاصل ہو گیا ہے اس لڑائی میں
نہ ڈالو اپنے ہاتھوں ہی اسے جا کر کھٹائی میں
نکالو فوج کے دِل سے خیالِ طمع اندوزی
مناسب ہے اسی غلبہ کو سمجھو فتح و فیروزی
یہ سُن کر سب کے سب اک دوسرے کا منہ لگے تکنے
لگے کچھ سر ہلانے اور باہم گالیاں بکنے

معبد خزاعی کا وُرود

بحث ہو رہی تھی بات کوئی طے نہ پاتی تھی
ہَوس کی مَوج اُٹھ کر دل ہی دل میں بیٹھ جاتی تھی
یہ دن جھگڑے میں گذرا عصر کا ہنگام آپہنچا
اچانک اِک خزاعی مردِ معبد نام آپہنچا[1]
ابو سفیاں پہ ظاہر ہو گیا اس کے قرینے سے
کہ یہ ناقہ سوار اخبار لایا ہے مدینے سے
کہا صد مرحبا معبدؔ مُبارک ہو ترا آنا
ہمیں کچھ مژدۂ تازہ سُنا اے مردِ مردانہ
مدینہ آج چپ سادھے ہے یا آہ و بکا میں ہے
محمدؐ اور محمدؐ کی جماعت کس ہَوا میں ہے

[1] قبیلہ خزاعہ اس وقت تک ایمان نہ لایا تھا۔ لیکن در پردہ اسلام کا طرف دار تھا۔ اس کا رئیس معبد خزاعی شکست کی خبر سُن کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واپس جا کر ابوسفیان سے ملا۔ ابوسفیان نے مدینے پر عَود کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ معبد نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ محمدؐ اس سر و سامان سے آ رہے ہیں۔ کہ ان کا مقابلہ ناممکن ہے۔ (بخاری)

رہینِ صبر دیکھا یا الم کے جال میں چھوڑا ۔۔۔ انہیں کس حال میں پایا انہیں کس حال میں چھوڑا
ہم اپنے مرکبوں کو دے رہے ہیں آج پھر کاوا ۔۔۔ ارادہ ہے کہ چل کر شہرِ یثرب پر کریں دھاوا[1]
تمہاری رائے کیا ہے، تم بھی آخر اک دلاور ہو ۔۔۔ خزاعی قوم میں سب سے بڑے ہو، نام آور ہو

معبد قریش کو ڈراتا ہے

کہا معبد نے اے سردارِ مکہ اے ابوسفیان ۔۔۔ جو سچ پوچھو تو اب کوئی نہیں ہے فتح کا امکان[2]
میں کوئی بات بھی دل سے بنا کر کہہ نہیں سکتا ۔۔۔ کہ میرا جھوٹ کوئی دم میں سچّا رہ نہیں سکتا
مسلمانوں کے ستّر آدمی مارے گئے ہیں کل ۔۔۔ قبائل اوس خزرج کے ہیں اس افتاد سے بیکل
وہ مردانِ مدینہ جو نہیں تھے جنگ میں شامل ۔۔۔ عزیزوں کی شہادت کا ہے ان کو صدمۂ کامل
کوئی بھی شہر بھر میں رات گھر میں تھا نہ آسودہ ۔۔۔ مثالِ شعلۂ جوّالہ ہیں سب غیظ آلودہ
محمدؐ کے لب و رخسار پر جو زخم آیا ہے ۔۔۔ یہ منظر اور بھی طیش و غضب میں اُن کو لایا ہے[3]

---

[1] ابوسفیان نے معبد کو دیکھ کر کہا۔ مرحبا معبد تمہارے پیچھے کیا حال ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ یثرب پر پلٹ پڑیں تمہاری کیا رائے ہے۔
[2] معبد نے کہا اے ابوسفیان تم نے موقع کو کھو دیا۔ اب تو تمہارے لئے کوئی امکان نہیں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں۔ اگر تم پیچھے تو پلٹو گے اپنی تباہی کی طرف۔ (ارشاد الحکمۃ)
[3] معبد نے ابوسفیان کو بتایا۔ کہ میں سید عالم سے ملتا ہوا آرہا ہوں۔ یثرب طیش میں ہے۔ میں نے کسی کو نہ روتے دیکھا۔ نہ پیٹتے۔ سب تیار ہو کر خروج کے لئے آمادہ تھے۔ (دیکھو طبری)

قسم ہم نے بھی کھائی ہے کہ اس کا زور توڑیں گے
کسی صورت سے ہو لیکن یہ بدلہ لے کے چھوڑیں گے
ہمارا اور بنی ہاشم کا جھگڑا چک نہیں سکتا[1]
کسی صورت ہمارا ہاتھ اُن سے رُک نہیں سکتا

رسول اللہؐ کے بارے میں ابوسفیان کے خیالات

محمدؐ کو تو خاصا زخم خوردہ مَیں نے دیکھا ہے
ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی فسردہ مَیں نے دیکھا ہے
محمدؐ کے فداکاروں کو تم نے جس طرح مارا
خوشی یہ ہے کہ اُس نے آنکھ سے دیکھا یہ نظّارا
وہ تنہا رہ گیا تھا بارہا تم نے اُسے گھیرا
تعجب ہے کہ اُس نے خوفِ جاں سے منہ نہیں پھیرا
گڑھے میں گر گیا، زخمی ہوا، رنج و تعب دیکھا
مگر اُس نے نہ جی چھوڑا نہ اُس کو پُر غضب دیکھا
غلط ہے یہ کہ حاصل غیب سے امداد ہے اس کو
سکونِ قلب کا اچھا سا نسخہ یاد ہے اس کو
اگر غیبی کوئی امداد ہوتی زخم کیوں کھاتا[2]
پیمبر تھا تو کوئی معجزہ میداں میں دکھلاتا
مری دانست میں اس کی یہ جرأت انفرادی ہے
وہ صابر اس لئے ہے سختیاں سہنے کا عادی ہے

---

[1] حضرت علیؓ کی خلافت اور مابعد کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ بنی ہاشم سے آلِ اُمیّہ کی رقابت تاریخ اسلام کا ایک ایسا باب ہے جس کا اثر آج بھی عام مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی زندگی پر ہے اور نہ جانے کب تک رہے۔ (مصنف)

[2] اُحد کے بعد قریش اور یہود اور منافقین عام طور پر اس خیال کو پھیلاتے تھے۔ کہ محمدؐ پیغمبر ہوتا۔ تو زخم نہ کھاتا۔ (تاریخ العمران)

برستی میں نے دیکھی بارشِ تیر و تفنگ اُس پر
چلی تلوار اس پر اور پھینکے تم نے سنگ اُس پر

وہ زندہ ہے تو سمجھو ایک امرِ اتفاقی ہے
کوئی اس کے لئے بھاری مصیبت اَور باقی ہے

اگر تُم اب دوبارہ حملہ کرنے پر ہو آمادہ
تو یثرب دُور کیا ہے ایک سنگِ پیش اُفتادہ[1]

قلوبِ فوج پھر بھی دیکھ لو اقدام سے پہلے
تفکّر اور تدبّر شرط ہے ہر کام سے پہلے

صفوان ابنِ اُمیّہ کی فہمائش[2]

کہا صفوان نے غلبہ غنیمت جان لو بھائی
پلٹ چلنا ہی عزّت ہے نہ سمجھو اس کو پسپائی

مجھے ڈر ہے کہیں لینے کے دینے ہی نہ پڑ جائیں
کوئی اُفتاد پڑ جائے قدم اپنے اکھڑ جائیں

جو کہتے ہیں رہے ہے محروم ہم مالِ غنیمت سے
بظاہر بے خبر ہیں غلبۂ جنگی کی قیمت سے

مدینے پر براہِ راست حملے میں ہے دشواری
وہاں پر ہے مسلمانوں کی جمعیّت بہت بھاری

---

[1] ابوسفیان نے کہا۔ یثرب پر عود کرنا کچھ مشکل نہیں۔ وہ دیکھو سامنے ہے۔ لیکن وہاں شاید لڑائی اُلجھ جاتے۔ ہمارے بہت سے آدمی زخمی ہیں۔ ملک بیگانہ ہے۔ (تاریخ العمران)

[2] صفوان ابنِ امیہ نے قریش کو دوبارہ عود کرنے سے منع کیا۔ اس نے کہا اس غلبے کو غنیمت جاننا چاہیئے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ اوس وخزرج کے وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے۔ مجتمع ہوں۔ کہا۔ کیا تم بھول گئے کہ پہلے ہی حملے میں انہوں نے ہمیں تلواروں پر رکھ لیا تھا۔ اور ہم کچھ نہ کر سکے تھے۔ (تاریخ طبری)

نہ پائی دسترس اہلِ ہدایت پر نہ ہادیؐ پر ابوسفیان خجل تھا کفر کی اس نامرادی پر
بظاہر ساتھ والوں کی تسلّی کرتا جاتا تھا
بڑھاوے دیتا جاتا تھا تعلّی کرتا جاتا تھا[1]

حمراء الاسد

زخمیوں کی جماعت

ضعیفوں[2]، ناتوانوں، زخمیوں کی فوج کا دستہ چلا تھا ڈھونڈنے اپنی شہادت گاہ کا رستہ
بڑھے مظلوم بندے ظالموں کی جستجو کرنے شکستہ پا چلے سرکوبیٔ فوجِ عدو کرنے
سپہ بھی زخم خوردہ تھی، سپہ سالار بھی زخمی مہاجر بھی سبھی مجروح سب انصار بھی زخمی[3]

---

[1] ابوسفیان فوج کو بھگاتا اور بھاگتا چلا جاتا تھا۔ اور ساتھ ساتھ اعلان کرتا تھا۔ کہ ہم دوسری مرتبہ بڑی جمعیت سے آئیں گے۔ (ارشادِ محکم)

[2] ہفتے کے دن یہ واقعہ قتالِ احد پیش آیا۔ اس کی صبح یعنی اتوار کے دن آنحضرتؐ مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ (خاتم المرسلین)

[3] بہت سے صحابہؓ کے پاس سواریاں نہ تھیں۔ اور زخم خوردہ بھی تھے۔ لیکن اسی حالت میں لنگڑاتے ہوئے جا رہے تھے۔ بعض سوار تھے مگر بمشکل اونٹ پر سوار رہ سکتے تھے بعض کو بعض سہارا دیے کرتے جا رہے تھے۔ حالت یہ تھی مگر خوش تھے۔ اور جہاد و شہادت کے آرزومند بعض کو بعض نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ کیونکہ وہ چل نہ سکتے تھے۔ (طبری و طبقات)

نہ بے دل تھے نہ شاکی تھے نہ رنجیدہ نہ آزردہ
تعالی اللہ! اُن کا حوصلہ یہ اُن کا دِل گُردہ

ندامت لے چلی تھی اور نہ جوشِ انتقام اُن کو
فقط مدّ نظر تھی دشمنوں کی روک تھام اُن کو

اس تعاقب کا راز

عیاں تھی مخبرِ صادقؐ پہ ہر دو سمت کیفیّت
اِدھر اشرار کا فتنہ، اُدھر کفّار کی نیّت

مبادا لشکرِ گمراہ کو شیطان بہکائے
مبادا راستے ہی سے یہ طوفاں پھر پلٹ آئے

مبادا آپڑے یہ فوج یثرب کے ضعیفوں پر
شرارت دفعتًا دھاوا کرے آکر شریفوں پر!

اُحُد کے وہ مجاہد بوجھ تھا جن پر ندامت کا
بڑھانا اُن کی ہمت بھی فریضہ تھا امامت کا

بتانا تھا کہ چلنے میں اگر لغزش بھی ہو جائے
تو یہ لازم نہیں انساں ندامت ہی میں کھو جائے [1]

دکھانا تھا کہ ہادیؐ کو ہے پُورا اعتماد اِن پر
جتانا تھا کہ بابِ فرّخی کی ہے کشاد ان پر

اُحد میں لغزشیں تھیں یا خطائیں اضطراری تھیں
یہ چوٹیں بر بنائے خامی و ناپختہ کاری تھیں

---

[1] آپ کو اُحُد کے بعد اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تاکہ اہلِ مکّہ یہ نہ سمجھ لیں کہ مسلمانوں کا حوصلہ پست ہو گیا ہے ساتھ ہی خود مسلمانوں کو ڈھارس ہو جائے کہ اس تھوڑی سی شکست اور نقصان نے ہماری ہمّت اور اولوالعزمی میں کوئی فرق نہیں ڈالا۔ (تاریخ العمران باب حمرآ الاسد)

کسی کو بَین کرتے اور نہ روتے مَیں نے پایا ہے
جوان و پیر کو تیار ہوتے میں نے پایا ہے

مہیّا کر چکے ہیں شہر بھر کے اونٹ گھوڑے بھی
کماں بھی، تیر بھی، نیزے بھی، تلواریں بھی، کوڑے بھی

سویرے منہ اندھیرے چل چکا ہے شہر کا لشکر
غضب کی فوج، غصّے کا سمندر، قہر کا لشکر

مَیں اُن سے آگے آگے اپنے ناقے کو بھگا لایا
تمہیں کو ڈھونڈتا پھرتا تھا آخر اس جگہ پایا

اگر لڑنا ہے، اُٹھّو جلد تر تیاریاں کر لو
نہیں تو آڑ پکڑو، اپنے لشکر کو نہاں کر لو[1]

قریش کے حوصلے پست ہو گئے

یہ سنتے ہی سیہ کاروں کے چہرے پڑ گئے پیلے
بہت اکڑے ہوئے تھے دفعتہً اب ہو گئے ڈھیلے

ابُوسفیاں پکارا وائے معبدؔ یہ خبر کیا ہے
وہ ہم پر حملہ کرنے آ رہے ہیں، تو یہ کہتا ہے؟[2]

کہا معبدؔ نے اُٹھ کر خود مدینے کی طرف دیکھو
نظر آتا ہے کیا ٹیلوں کے پیچھے صف بصف دیکھو[3]

یہ گھوڑوں کی ٹاپیں ہیں یا ابابیلوں کے جھرمٹ ہیں
یہ ٹاپیں فرش پر پڑتی ہیں یا لوہے کے دُرمٹ ہیں

---

[1] معبد نے کہا۔ اے ابوسُفیان وہ لوگ چل چکے تھے جب میں چل نکلا۔ بہتر ہے کہ اپنی جمعیّت کو صف آرا کر لو۔ یا کسی آڑ میں ہو جاؤ۔ کیونکہ مقابلہ بہت ہی سخت ہو گا۔ (طبری)

[2] معبد کی بات سُنکر ابوسفیان اور دوسرے لوگ بکّے بکّے رہ گئے اور بولے۔ وائے تجھ پر۔ اے معبد۔ تو یہ کیسی خبر لایا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

[3] معبد نے کہا۔ کیا تم اندھے ہو کیا تمہیں سامنے ان کے گھوڑوں کے سائے نظر نہیں آتے۔ (ارشاد الحکمتہ)

مرے کانوں میں آتی ہے صدا ہر ایک کب کی
کنوتی اور چوٹی تک ہی آنکھوں میں ہر سب کی

مسلتی ہیں انہیں اس طرح رانیں شہسواروں کی
کہ نکلی پڑتی ہیں منہ سے زبانیں راہواروں کی[1]

لشکرِ قریش کی بد حواسی اور فرار

سراسیمہ ہوئے یہ سُن کے خیموں سے نکل آئے
نظر آئے انہیں ٹیلوں کے نیچے مضطرب سائے

دکھائے واہمے نے فوجِ اسلامی کے حبش اُن کو
ہر اوّل لشکرِ جرّار کا، سمجھے قریش اُن کو

دیا حکمِ گریز اب جلد ابُوسفیاں نے لشکر کو
کہا خیمے گراؤ، یہ جگہ خالی کرو، سر کو[2]

چڑھے اونٹوں پہ گھوڑے لے کے کوتل مشرکیں بھاگے
پسِ پیچھے گریزاں تھی سپہ سالار تھا آگے[3]

گھڑی بھر میں یہ لشکر جانبِ مکہ ہوا راہی
اُڑی لیکر گھروں کی سمت معبد کی ہوا خواہی

---

[1] معبد نے کہا۔ مجھے تو اُن کے گھوڑوں کی ٹاپیں تک سُنائی دے رہی ہیں۔ کیا تم بہرے ہو؟ (طبقات)

[2] پس وہ لوگ پھر چلے۔ اس حالت میں کہ مسلمانوں سے دوچار ہونے اور اُن سے مُٹھ بھیڑ کرنے سے سخت خائف اور ترساں تھے۔ (طبقات)

[3] آنحضرت نے اپنے مخبروں سے کہا۔ خبر لاؤ۔ کہ قریش گھوڑوں پہ سوار ہو کر اونٹ ساتھ لئے جا رہے ہیں۔ یا اونٹوں پر سوار ہیں اور خالی گھوڑے ساتھ ہیں۔ اطلاع ملی کہ وہ اونٹوں پر سوار ہو کر چلے ہیں۔ اور گھوڑے کوتل ہیں۔ فرمایا اب وہ سیدھے مکے جائیں گے۔ (تاریخ العمران)

کہا احساس ہو جائے تو بس اتنا ہی کافی ہے
کر و اب فکرِ آئندہ، گذشتہ کی معافی ہے

مجاہدین اسلام کی چھاؤنی

اقلیت چلی جب اکثریت کے تعاقب میں
زمانہ غرق ہو کر رہ گیا بحرِ تعجب[1] میں

نشاں ملتا تھا جس جانب اُسے قرشی رسالوں کا
تعاقب کر رہا تھا قافلہ ایمان والوں کا

چلے دِن بھر صحابہؓ پھر بحکمِ حضرتِ عالیؐ
قریبِ شام حمرا الاسد میں چھاؤنی[2] ڈالی

ہُوا ارشاد کچھ افراد بہرِ جستجو جائیں
قریشی فوج کس عالم میں ہے اس کی خبر لائیں

ابوبکرؓ و علیؓ و سعدؓ خاص اس کام پر نکلے
رضا کارانہ اہلِ ہمت و اہلِ نظر نکلے

نمازِ شام ادا فرما کے ہادیؐ نے یہ فرمایا
کہ ہے دونوں جہاں میں اہلِ ہمت کا بڑا[3] پایا

جلائے آگ امشب ہر کوئی کہسار و میداں میں
خدا ڈالے گا اس سے رعب قلبِ فوجِ شیطاں[4] میں

---

[1] زخمی مسلمان جب بے سروسامانی کے ساتھ قریش کے تعاقب میں چلے تو سارا مدینہ انکی جرأت پر حیران رہ گیا۔ کیونکہ ایسی صورتِ حال تھی جسکی کوئی بھی توقع نہ کرتا تھا۔ (تاریخ اسلام)

[2] آپ نے مجاہدین احد کے ساتھ دشمنوں کے تعاقب میں حمرا الاسد میں قیام فرمایا۔ ارشاد فرمایا چند آدمی خبر لائیں کہ دشمنوں کی جمعیت کہاں ہے اور انکے کیا ارادے ہیں حضرت علیؓ اور سعدؓ اور بقول بعض انکے ساتھ ابوبکر صدیقؓ جستجوئے اخبار میں نکلے۔ (طبقات)

[3] فرمایا: وَخَيْرُ الْأُمُورِ عَوَازِمُهَا: بہترین کام اولوالعزمی کے ہیں۔ (حدیث)

[4] آپ نے حکم دیا لکڑیاں جمع کرو۔ اور شام کی نماز کے بعد آگیں روشن کرو چنانچہ اس رات پانسو جگہ آگ جلائی گئی اور آگ کی روشنی دُور دُور تک پھیلی اور یہ بھی دشمنوں کی ہمت پست کرنے کا موجب ہوئی (تاریخ العمران)

جو زخمی ہیں وہ شب بھر آگ تاپیں زخم بندھوائیں
خدا کا نام لیں جو کچھ میسر ہے پئیں کھائیں

یہ سُنتے ہی فراہم کر لیا اصحاب نے ایندھن
جلائی آگ ہر اک فرد نے میداں ہوا روشن

نور سے نار کا فرار

قریشی لشکری اس وقت صحرا میں گریزاں تھے
یہ منظر فاصلے سے دیکھتے تھے اور پریشاں تھے

نظر آتے تھے لاتعداد شعلے دُور سے اُن کو
یہ اندھے تھے اندھیرے میں حذر تھا نور سے اُن کو[1]

نگاہیں پیچھے پیچھے پاؤں آگے آگے جاتے تھے
مسلّط خوف تھا ایسا کہ ظالم بھاگے جاتے تھے

مخبرانِ صادق کا بیان

نبوّت کی نگاہیں منتظر تھیں، اُن یگانوں کی
جنہیں تفویض تھی تفتیش قریشی کاروانوں کی

تہجد کا تھا عالم، مخبرانِ حق پلٹ آئے
بڑی تفصیل سے فوجِ قریشی کی خبر لائے[2]

---

[1] قریش جو بھاگے جا رہے تھے۔ پیچھے پلٹ پلٹ کر دُور سے اس روشنی کو دیکھتے تھے۔ اور ہراساں ہیں اور آگے بھاگتے تھے ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ روشنی اُن کے پیچھے پیچھے چل رہی ہے۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] سعد ابن معاذ رضؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکر رضؓ تقریباً تمام رات تفتیش حالات کرتے رہے اور تہجد کے وقت سرکارِ والا کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نماز میں مشغول تھے۔ جب حضور متوجہ ہوئے تو بیان کیا۔ کہ قریش بھاگے جا رہے ہیں۔ (طبری)

خبر لائے کہ تھے وہ سہ پہر تک ارضِ رَوحا میں
مگر اس وقت بھاگے جا رہے ہیں دشت و صحرا میں

ہمارے اس تعاقب کی ہوئی بیشک اُن کو آگاہی
بسوئے مکہ اب وہ تیز رفتاری سے ہیں راہی

گریزاں ہیں قریش اپنے گھروں کی سمت منہ موڑے
سوار اونٹوں پہ ہیں وہ اور کوتل ساتھ ہیں گھوڑے

رسُول اللہ کے ارشادات

رسُول اللہ سُن کر سجدۂ خالق بجا لائے
مخاطب ہو کے پھر اُمت سے یہ الفاظ فرمائے[1]

انہیں کھینچے لئے جاتی ہیں زنجیریں تذبذب کی
لہٰذا اب کوئی حاجت نہیں ان کے تعاقب کی

بخطِ راست یہ گمراہ اپنے گھر کو جائیں گے
دوبارہ آئیں گے لیکن کبھی غلبہ نہ پائیں گے

مقدّر ہو چکا ہے جو بھی ہے انجام ظالم کا
کہ ہے مرقوم لوحِ نیستی پر نام ظالم کا

یہ سب ہے عفو و احسانِ خدائے قادر و ناصر
کیا ہے جس نے حملہ آوروں کو خائب و خاسر

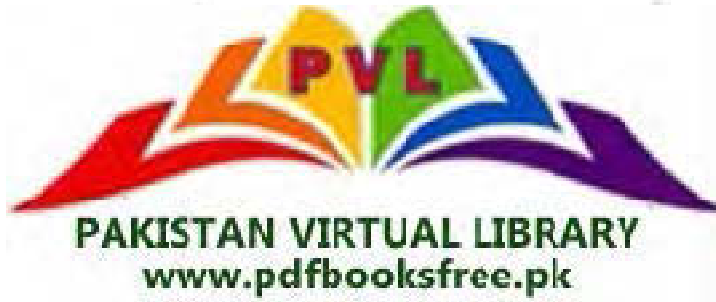
تمہیں لازم ہے ہر دم شکرِ خالق کا بجا لانا[2]
اسی کے آسرے چلنا، اسی کی راہ پر جانا

یہاں پر تین دن ٹھہرو علاجِ خستگی کر لو
چلو پھر چل کے دارالامن سے دل بستگی کر لو

---

[1] رسُول اللہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور اُمت سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ پتھر اُن لوگوں کے لئے مہر کی مثال نقش پذیر ہیں اگر وہ پھر کر چلے جائینگے۔ تو مانند روزہ و دیروزہ کے رفتہ و گذشتہ ہو جائینگے (ارشاد الحکمت)

[2] جب قریش کے بھاگ نکلنے کی خبر پہنچی تو سرکار دو جہاں نے فرمایا۔ کہ یہ اللہ کا رُعب ہے۔ اس کا شکریہ ادا کرو (تاریخ العمران)



باب سوم

نبیؐ اپنے مدینے میں

رونے پیٹنے اور ماتم داری کی مناہی

اُحد کے بعد حمراء الاسد پر کر کے ضَو باریؑ
مدینے میں ہُوا جلوہ فگن خورشید بیداری

رسُول اللہ جب تشریف لے آئے مدینے میں
پلٹ آئی امیدِ رفتہ پھر ہستی کے سینے میں

مدینے پر تھا ہر سُو ابرِ اندوہ و الم طاری
بہت سے خاندانوں پر تھا مقتولوں کا غم طاری

ؑ حمراء الاسد میں آپؐ نے تین دن قیام فرمایا۔ اس کے بعد مدینے کی طرف مراجعت فرمائی (تاریخ ارض مقدس)

جدھر سے بھی گذرتے تھے جنابِ ہادیٔ اکرمؐ
نظر آتی تھی برپا چار جانب اک صفِ ماتم[1]

گلی کوچوں میں، گھر گھر پر تھا عالم سوگواری کا
بکا و نالہ و سینہ فگاری آہ و زاری کا

تسلی رحمتِ عالمؐ نے بخشی رونے والوں کو
شہیدانِ اُحُد کی ماؤں بہنوں بچوں بالوں کو

شہیدوں کا احترام

ہوا ارشاد، بیشک قدرتی ہے غم جُدائی کا[2]
مُسلماں کو نہیں واجب مگر شیوہ دہائی کا

تمہیں اسلام صبر و ضبط کی تلقین کرتا ہے
صبُوری کی خدائے پاک خود تحسین کرتا ہے

شہید اک مقصدِ اعلیٰ کی خاطر دے کے قربانی
نویدِ زندگی لاتے ہیں بہرِ نوعِ انسانی

---

[1] مدینہ میں آہ وزاری اور ماتم برپا تھا۔ گھر گھر سے رونے پیٹنے اور بین کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں! اُحد میں شہید ہونے والوں کے بال بچے عزیز و اقارب جگہ جگہ رو پیٹ رہے تھے۔ آپؐ کو عبرت ہوئی۔ آپ نے حمزہؓ کا خیال کیا اور زبانِ مُبارک سے نکلا! اَمَّا حمزۃ فلا بواکی لہ۔ لیکن حمزہؓ کو کوئی رونے والا نہیں۔ انصار نے آپ کے ارشاد کے غلط معنی لئے۔ انصار نے اپنے گھروں میں جاکر اپنی بیویوں اور ماؤں سے کہا۔ کہ جاکر رسول اللہ کے گھر پر حمزہؓ کا ماتم کریں۔ مدینے بھر کے مسلمانوں کی عورتیں آپ کے دولت کدہ پر جمع ہوئیں اور ماتم اور سینہ کوبی کرنے لگیں آپ حیران ہو کر باہر نکل آئے۔ وجہ معلوم ہوئی تو آپ نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ ان سب کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا۔ میں تمہاری مروّت اور ہمدردی کا شکر گذار ہوں۔ لیکن فوت ہو جانیوالوں کا نوحہ کرنا اور سینہ کوبی وغیرہ جائز نہیں ہے (طبری۔ رشاد الحکمۃ۔ تاریخ العمران)

[2] کسی عزیز کے مرنے پر آنسوؤں کے متعلق حضورؐ کا ارشاد تھا کہ یہ وہ رحمدلی ہے جو خدا بندوں کے دلوں میں بھر دیتا ہے۔ اور اللہ بھی اپنے انہی بندوں پر رحم کرے گا۔ جو رحمدل ہیں۔ (کتاب الایمان والنذور)

شہید احسان فرماتے ہیں فرزندانِ آدم پر — لہو ان کا نویدِ امن برساتا ہے عالم پر

بظاہر خاک میں ملتی نظر آتی ہے خاک ان کی — مگر ہے زندہ و پائندہ ہر دم جانِ پاک ان کی

ہمیشہ احترام ان کا فروغِ آدمیت ہے — مگر یہ پیٹنا رونا تو رسمِ جاہلیت ہے

وہ خود بھی مطمئن ہیں مطمئن اُن سے مشیت بھی — عمل بھی قابلِ تقلید ان کا حسنِ نیت بھی

عمل کا جوش زندہ کر دیا ان جوش والوں نے — جگایا خواب سے غفلت زدوں کو ہوش والوں نے

نہ جانو مُردہ آبِ تیغ کے لذت چشیدوں کو[1] — خدا ضائع نہیں کرتا کبھی اپنے شہیدوں کو

لہٰذا یہ بُکا یہ پیٹنا یہ سوگ یہ ماتم — یہ کپڑے پھاڑنا یہ بَین کرنا بیٹھ کر باہم

کرو پرہیز ان سے، جاہلیت کی ہیں یہ باتیں[2] — بجائے ان کے لازم شکرِ حق ہے اور مناجاتیں

مسلماں کا شرف یہ ہے کہ صابر اور شاکر ہو — خیال و فعل میں حق ہی کا شاغل اور ذاکر ہو

یقیناً شاق ہوتی ہے جدائی اپنے پیاروں کی — دعائے خیر سے مدحت کرو ان جاں نثاروں کی

---

[1] وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔ پ۲ ۔ البقرہ ۔ ع۱۹ ۔ ۱۵۴
اور جو لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے قتل ہو جائیں ان کو مُردہ مت کہو بلکہ وہ اللہ کے پاس زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

[2] آپ نے بین کرنے اور پیٹنے کی ممانعت فرمائی۔ فرمایا جاہلیت کی باتیں ہیں۔ ان کو چھوڑ دو۔ جاہلیت میں ماتم سینہ کوبی اور بین کا عرب میں رواج تھا۔ اور ماتم مدتوں تک چلتا تھا۔ آپ نے اس لغو اور بیہودہ رسم کو بند کرنے کی تلقین کی (ابن ہشام)

یہ ارشاداتِ والا سُن کے لوگوں کو سکون آیا
سمجھ میں معنیٰ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡن آیا[1]

ہوا اُمّت کا شیوہ آج سے ضبط و شکیبائی
مِٹی افسردگی گلزارِ ہستی میں بہار آئی

مدینہ امن کی بستی

بہار آئی تو گُل کھِلنے لگے صحنِ گلستاں میں
مسرّت مسکرائی پھر جبینِ صبحِ خنداں میں

قبولیت کے دامن میں بنائے گھر دعاؤں نے
نویدِ زندگی کے ساز چھیڑے پھر ہواؤں نے

مدینہ اِک چمن تھا پر توِ سرکارِ عالی سے
عیاں تھا رنگِ وحدت پتّے پتّے ڈالی ڈالی سے

بلا گرداں تھے انجم، آسماں محوِ نظارا تھا
کہ اس گلزار میں خورشیدِ وحدت جلوہ آرا تھا

اُحد کے زخمیوں کے زخم بھی کچھ دن میں بھر آئے
تو ہر سُو امن و راحت کی عجب جلوے نظر آئے

دارالامان کی کشش

جہاں حسن و صفا ہو عشق بے تابانہ آتا ہے
جہاں بھی شمع روشن ہو وہیں پروانہ آتا ہے

---

[1] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ۝
پ۔ البقرہ۔ ع ۱۹۔ ۱۵۶

یعنی ہم اللہ ہی کے لئے ہیں ۔ اور اللہ ہی کی طرف جانے والے ہیں۔

بہت سے طالبانِ نُورِ حق پروانہ وار آئے ۔۔۔ یقیں کے ذوق میں وارفتہ آئے بے قرار آئے
حصُولِ فقر کے جذبے سے افرادِ جلیل آئے ۔۔۔ صداقت پیشہ تھے لینے کو بُرہان و دلیل آئے[1]
حقیقت میں بہت بیمار تھی انسان کی دُنیا ۔۔۔ نَقیہہ و بے کس و لاچار تھی انسان کی دُنیا

مدینے میں اہلِ حق کے اشغال

مدینہ کیا تھا؟ اُن بیمار رُوحوں کا شفاخانہ[2] ۔۔۔ جمی تھی صحنِ مسجد میں یہاں بزمِ حکیمانہ
اِزالہ ہو رہا تھا اس جگہ ہر اک قباحت کا ۔۔۔ یہاں موجود تھا ساماں سکون و امن و راحت کا
یہیں ملتا تھا وہ منظر مساوات و اخوّت کا ۔۔۔ کہ جس میں رازِ پنہاں تھا مُسلمانوں کی قوّت کا
فضا میں گونجتی تھی جب صدا اللہ اکبر کی ۔۔۔ تو قسمت جاگ اٹھتی تھی یہاں محراب و منبر کی
خدائے پاک کے بندے نہا کر باوضُو ہو کر ۔۔۔ صفیں شانہ بشانہ باندھتے تھے قبلہ رُو ہو کر

---

[1] دُور دُور سے متلاشیانِ حق مدینہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچتے تھے اور یہیں کے ہو رہتے تھے۔ (سیرت النبیؐ)

[2] آنحضرتؐ کے وجود مبارک نے یثرب کی آبادی کو مدینۃ النبیؐ مشہور کر دیا آپ سے فیضانِ رُوحانی حاصل کرنے کیلئے دُور دُور سے لوگ اپنے مال و متاع کو چھوڑ کر آتے تھے تاکہ اپنی روحوں کو پاکیزہ کریں۔ (اخبار الایمان)

[3] اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۔ پ ۔ الروم ۔ غ ۶ یعنی دیکھتے نہیں۔ کہ ہم نے ایک پُرامن مقام ان کے لئے بنایا (جبکہ باہر والوں کا حال یہ ہے کہ اسکے چاروں طرف سے آدمی اچک لئے جاتے ہیں)

حلقۂ ذکر[1]

یہ مسجد تھی یہاں سب حاکم و محکوم یکساں تھے
حضوری میں خدا کی خادم و مخدوم یکساں تھے[2]

قیام اِن کا، رکوع اِن کے، سجود انکے قعود اِن کا
دکھاتا تھا کہ ہے کثرت میں بھی واحد وجود ان کا

عیاں تھا اس جگہ حسنِ عمل بھی حسنِ نیّت بھی
ادب بھی، حلم بھی، اخلاص بھی اور آدمیت بھی

خدا کا نام لینا، اتّباعِ مصطفےٰ کرنا
ہمیشہ بہرِ مخلوقات خالق سے دعا کرنا

خلوص ان کے دلوں میں، حمد تھی انکی زبانوں پہ
زمیں پر تھے یہ بندے یا فرشتے آسمانوں پر[3]

---

[1] مسجد نبوی میں صحابہ کے دو حلقے قائم تھے۔ ایک حلقہ میں قرآن خوانی ذکر و دعا کا شغل رہتا تھا اور دوسرے حلقہ میں علمی امور پر باتیں ہوا کرتی تھیں۔ آپنے فرمایا۔ دونو عمل خیر ہیں۔ پھر فرمایا۔ مجھے اللہ نے معلم بنا کر مبعوث کیا ہے۔ یہ فرما کر آپ حلقۂ علم میں تشریف فرما ہوئے۔ (سیرت النبیؐ)

آنحضرتؐ کی بعثت کا مقصود تزکیہ نفوس انسانی تھا اور آپ خلوت جلوت نشست برخاست ہر حالت میں انسان کو بہتر انسان بننے کی تلقین بھی فرماتے۔ اور خود اپنے وجودِ پاک سے اسکی مثال پیش فرماتے تھے۔ اور یہ کام اس طرح ہوتا تھا کہ دل رغبت کے ساتھ اس تلقین کو قبول کرتے تھے۔ آپ صبح کی نماز کے بعد اور اکثر اوقات دوسری نمازوں کے بعد بھی مسجد میں قیام فرماتے۔ اور آپکے ارد گرد لوگ جمع رہتے۔ اور آپ دینی و دُنیوی فلاح کی تلقین فرماتے۔ (اخبار الایمان)

[2] آپ کی مجلس مسجد نبوی میں ہوتی تھی۔ جہاں آنے جانیوالوں کو روک ٹوک نہ تھی۔ صحابہ عقیدت کیش مؤدب بیٹھتے۔ لیکن باہر سے آنے والوں کو حضرتؐ کی نشست میں کوئی اختصاص نظر نہ آتا تھا۔ کیونکہ آنحضرتؐ اور آپکے ساتھ نشینوں میں کوئی بھی ظاہری امتیاز نہ تھا۔ (اخبار الایمان)

[3] اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ ۔ پ ۴۔ ال عمران ۔ ع ۲۰ ۔ ۱۹۱

جو لوگ خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ قیام میں اور بیٹھ کر اور اپنی کروٹوں پر۔

دارالامان کے آمن[1] کی صورت و سیرت

مبارک تھی جنہیں ہر صبح، صبحِ عید حاصل تھی
خدا کا قُرب حاصل تھا، نبیؐ کی دید حاصل تھی

بشر بے مثل تھا جس سے بشر کے بخت جاگے تھے
کہ ذوقِ بندگی میں ہادیٔ دیں سب سے آگے تھے

زہے اُمّت ملا جس کو محمد مصطفیٰؐ ہادی
کہ جس کی شرع بھی سادی ہے جس کی وضع بھی سادی

طبیعت سادہ تھی، اطوار سادہ عادتیں سادہ
کہ ہر چھوٹے سے چھوٹے کام پر تیار آمادہ[2]

یہ چہرہ صاف آئینہ تھا سینے کی صفائی کا
یہی چہرہ مدینے میں تھا مرکز دلربائی کا

محبت آفریں آنکھیں، محبت آفریں چہرہ
محمدؐ کی حسیں آنکھیں، محمدؐ کا حسیں چہرہ

اسی چہرے سے ماہ و مہر نے تابانیاں پائیں
بہ فیضِ جبہ سائی، نور کی پیشانیاں پائیں

---

[1] حضورؐ کا حلیۂ مبارک شمائل ترمذی اور مسند ابن حنبل وغیرہ کے حوالے سے سیرت النبی میں تفصیل سے مذکور ہے۔

[2] حضرتِ عائشہؓ، ابوسعید خدریؓ اور امام حسنؓ سے روایت ہے کہ کان یخدم نفسہ، یعنی آپ اپنے کام خود اپنے دستِ مبارک سے انجام دیا کرتے تھے۔ کپڑوں میں خود پیوند لگا لیتے۔ گھر میں خود جھاڑو دے دیتے۔ دودھ دوہ لیتے۔ بازار سے سودا خرید لاتے۔ اپنا جوتا گانٹھ لیتے۔ اونٹ کو باندھتے، اس کو چارہ دیتے۔ خادم کے ساتھ مل کر آٹا گوندھتے۔ صحابہ جو کبھی خدمت پر مامور ہو کر مدینے سے باہر جاتے۔ ان کے گھروں کی ضروریات خود مہیا فرماتے انکے چھوٹے چھوٹے کام کر دیتے مدینے کی لونڈیاں آتیں اور کہتیں۔ یا رسول اللہؐ! میرا یہ کام ہے آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور انکا کام کر دیتے ایک صحابیؓ کی روایت ہے۔ کہ وَلایانف ان یمشی مع الارملة والمسکین فیقضی له الحاجة بیوہ اور مسکین کے ساتھ چل کر انکا کام کر دیتے تھے۔
(سیرت النبی جلد دوم)

وہ خورشیدِ رسالت صبحِ خنداں جس کی پیشانی — وہ پیشانی مقدّر کے ستارے جس سے نُورانی

وہ نُورانی ملاحت، نورِ حق کی جس میں تابانی — وہ تابانی ہویدا جس سے صد تائیدِ ربّانی

وہی محبوبِ سبحانی یہاں جانِ نظارہ تھا — نگاہوں میں بسا تھا اور دلوں میں جلوہ آرا تھا

برستی تھی نویدِ آسمانی اُس کے ہاتھوں سے — مروّت اس کے ہاتھوں مہربانی اُنکے ہاتھوں سے

حلقۂ درسِ اصحابِ صُفّہ

تمنائیں بر آتی تھیں یہاں ذوقِ عبادت کی — یہاں پیشانیوں پر مُہر لگتی تھی سعادت کی

بہت سے طالبانِ حق گھروں کو چھوڑ کر نکلے — جہانِ ماسوا سے رشتے ناطے توڑ کر نکلے[1]

فقط اللہ واحد کی رضا مطلوب تھی ان کو — فقط دنیا میں حُبِّ مُصطفٰے محبوب تھی اِن کو[2]

انہیں پروائے زینت تھی نہ دولت سے علاقہ تھا — لباس ان کا تھا غیرت ان کا دامن فقر و فاقہ تھا[3]

---

۱ بہت سے لوگ ہجرت کرکے مدینے ہی میں آبستے۔ آنحضرت اُن سے مدینے ہی میں بسنے کی بیعت لیتے تھے۔ (بخاری اور ابن ہشام وغیرہ)

۲ چند لوگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور پیغمبر علیہ السلام سے تربیت حاصل کرنے کیلئے وقف کردی تھی ان لوگوں کے بال بچے نہ تھے جب شادی کر لیتے تھے۔ اس حلقے سے نکل آتے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ جنگل میں جاتے لکڑیاں چن لاتے بیچتے۔ اور اپنے حلقے والوں کیلئے اس سے کھانا مہیا کرتے۔

۳ ان کی غربت انتہا تک پہنچی ہوئی تھی ان میں سے کسی کے پاس ایک چادر کے سوا کوئی لباس نہ تھا جس کو گلے سے اس طرح باندھ لیتے تھے کہ زانو تک جسم ڈھنپ جاتا تھا۔ اکثر انصار کھجور کی پھلدار شاخیں توڑ کر لاتے یہ لوگ اُن شاخوں کو صُفّہ کی چھت میں لگا لیتے۔ جو کھجوریں ٹپک ٹپک کر نیچے گرتیں کھا لیتے۔ کبھی دو دو دن اُن کو کھانے کیلئے نہیں ملتا تھا (اخبار الایمان)

یہ آئے تھے یہاں پر اکتسابِ نور کرنے کو — اشاعت نورِ قرآں کی قریب و دور کرنے کو
حضور مصطفےٰ لائے تھے یہ کاسے گدائی کے — علاوہ کچھ کہ قاسم بن گئے ساری خدائی کے[۱]
طلوعِ صبحِ مشرق کو ملی پائندگی ان سے — ہوا مغرب غریقِ موجۂ شرمندگی ان سے

اصحابِ صُفّہ کی شان

ملی خاکسترِ یونان کو تابندگی ان سے — علومِ مردۂ ماضی میں آئی زندگی ان سے
یہی اصحابِ صُفّہ عکس تھے انوارِ رحمت کے — وجودِ پاک تھے ان کے مکاتب درسِ حکمت کے
فروغِ علم سے لبریز تھے ایماں کے پیمانے — لنڈھاتے پھر رہے تھے خُم کے خُم اللہ کے دیوانے[۲]
بظاہر بے سروساماں تھے اور آفت کے مارے تھے — مگر اصحابِ صُفّہ سرورِ عالم کے پیارے تھے
توجہ کھینچتے کس طرح دنیاوی امور ان کی — قلوب ان کے غنی تھے اور فطرت تھی غیور ان کی
ظواہر اور زوائد سے تھی یکسر ان کو بیزاری — خدا و مصطفےٰ ہی ان کی دولت تھی بڑی بھاری
جو حاصل تھا انہیں حاصل نہیں تھا بادشاہوں کو — میسر تھی کہاں یہ سرفرازی کجکلاہوں کو

---

۱ اسلام کی اشاعت کیلئے یہی لوگ بھیجے جاتے تھے۔ غزوہ معونہ میں انہی میں سے ستر آدمی اسلام سکھانے کے لئے بھیجے گئے تھے (بخاری)

۲ اصحابِ صفہ میں سے اکثروں نے اسلام کی دور دور اشاعت کی اور مشرق و مغرب میں علم کی روشنی پھیلائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔ (اخبار الایمان)

لرز جاتے تھے ان کے رُعب سے دل تاجداروں کے
پیادے تھے مگر قائد تھے اسلامی سواروں کے

عبودیت کے سجدے اس لئے تھے نقشِ پیشانی
کہ یہ اک روز ٹھکرائیں گے اُٹھ کر تاجِ سلطانی

یہ بندے تھے پناہِ دردمنداں کی پناہوں میں
پناہیں دیتے پھرتے تھے یہ دُنیا بھر کو راہوں میں

لکھا کرتے تھے ان کے ہاتھ پروانے معافی کے
کیا کرتے تھے یہ تقسیم جوہر طبعِ صافی کے

پیامِ زندگانی زندگانی کو سُناتے تھے
اجل پر حملہ کرنے کو مسیحا بن کے جاتے تھے

انہی کی ذات سے ملتی تھی دنیا کو نوید اکثر
زبانیں ان کی بنتی تھیں عدالت کی کلید اکثر

جلاتے تھے بشر کے قلب میں شمعِ امید اکثر
یہی اصحاب تھے حُفّاظِ قرآنِ مجید اکثر[1]

یہ بندے زندگانی ہی میں تھے اللہ سے واصل
کہ ان کو دولتِ حُبِّ رسول اللہ تھی حاصل

طوافِ شمع کرتے تھے نبوّت کے یہ پروانے
نگاہیں ان کی فرشِ راہ تھیں دل جان کی نذرانے

---

[1] اصحابِ صُفّہ میں سے اکثر مسکینوں اور اپاہجوں کی رضاکارانہ امداد کرتے تھے۔ ہر بیمار کی خبر گیری کرتے تھے اور جہاں بھی کسی کو امداد کا مستحق سنتے۔ حاضر ہو جاتے تھے۔ عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا۔ لیکن اسلام تو تحریر و کتابت کا فن بھی گویا ساتھ لیکر آیا۔ سب سے بڑی ضرورت قرآن مجید کے ضبط و تدوین کی تھی۔ اس بنا پر آنحضرت نے شروع ہی سے کتابت کی ترویج کی طرف توجہ فرمائی۔ اصحابِ صُفّہ کو جو تعلیم دی جاتی تھی۔ اس میں لکھنا بھی شامل تھا۔ مدینے میں یا اردگرد جہاں بھی سُن پاتے کہ کوئی بیمار ہے اصحابِ صُفّہ میں سے لوگ جاتے اور اس کی تیمارداری کرتے۔ موت ہو جاتی تو تجہیز و تکفین کا انصرام فرماتے۔ اکثر اصحابِ صفہ ہی میں سے قرآن کے حُفّاظ اور قاری ہوتے۔
(دیکھو اخبار الایمان)

نبیؐ کو ان کی پاسداری تھی

یہ مسجد میں ہمیشہ حاضرِ دربار رہتے تھے
بہ فکرِ اکتسابِ دولتِ دیدار رہتے تھے
وفورِ اشتہائے علم اور جذبہ قناعت کا
نبیؐ کو پاسِ خاطر کیوں نہ ہوتا اس جماعت کا
یہ ان کا زُہد، ان کا فقر فاقہ۔ ان کی مسکینی
یہ ان کا رنگِ استغنا، یہ ان کی خدمتِ دینی[1]
نہ اندازِ خوشامد تھا، نہ کچھ طرزِ رعونت تھی
نہ آنکھوں میں لجاجت تھی، نہ چہروں پر خشونت تھی
بلند ان کی نگاہیں فقر تھا ان کے شمائل میں
رسولؐ اللہ اکثر بیٹھتے تھے ان کی محفل میں
روا رکھا نہ جاتا تھا کوئی بھی امتیاز ان سے
یہ بندے خاص تھے، مسرور تھا بندہ نواز ان سے

جب ان کی صف میں شامل آپ خود بھی کملیؐ والا ہو
جہاں میں رُتبۂ اصحابِ صفہؓ کیوں نہ بالا ہو

---

[1] یہ لوگ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھتے تھے بلکہ جنگل میں جا کر لکڑیاں چُن لاتے تھے۔ اور اُن کو بیچ کر آدھا خیرات کر دیتے تھے۔ آدھا اخوانِ طریقت میں تقسیم ہوتا تھا۔ رسول کریمؐ اکثر اصحابِ صُفہ کے درس میں جا کر بیٹھتے تھے اور ان کو محبوب رکھتے تھے مشکوٰۃ کتاب العلم میں روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ مسجد تشریف لے گئے۔ اس وقت اس مسجد میں دو حلقے تھے۔ حلقۂ ذکر اور حلقۂ درس۔ آنحضرتؐ حلقہ درس میں جا کر بیٹھ گئے۔ (سیرت النبیؐ)

باب چہارم

سِلسلۂ سَرایا[1]

دُشمنانِ اسلام کی دغابازیاں اور تباہ کاریاں

دارُالامان پر چاروں طرف سے حملے

ادھر دارالاماں تھا اور نویدِ دَورِ خوش حالی
اُدھر چاروں طرف فتنہ فساد و جَور و پامالی

جہاں بھر میں محمدؐ کا مدینہ ایک بستی تھی
جہاں راحت کا دورہ تھا، جہاں رحمت برستی تھی

---

[1] سرایا جمع ہے سریہ کی۔ سریہ کہتے ہیں اُس جماعت کو جو دشمنوں کی روک تھام یا ارشاد و ہدایت کے سلسلے میں آنحضرتؐ نے مدینے سے باہر بھیجی ہو جس میں پیغمبر خود بہ نفسِ نفیس شامل نہ تھے اور غزوہ اس کو کہتے جس میں حضورؐ شامل تھے۔

منافق اور یہود اب تک اگرچہ خارِ دامن[1] تھے
مگر مالی کی ہمت سے گل و گلزار ایمن تھے

منافق اور یہود اپنی دغابازی پہ قائم تھے[2]
دلوں میں سنگ و آہن تھے زبانوں سے ملائم تھے

مگر فرما رہے تھے چشم پوشی حضرتِ ہادیؐ
کہ صلح و عفو تھا اسلام کا آئینِ آزادی

ڈکیتی قتل و غارت چیرہ دستی اور تبہ کاری
مسلط تھی عرب پر انتہائی ذلت و خواری

اُحد میں دیکھ کر غلبہ قریشی قتل و غارت کا
عرب کے ہر قبیلے کو خیال آیا شرارت کا

مسلمانوں کو سارے ملک نے کمزور گردانا
خدا ان کا توانا ہے کسی نے یہ نہیں جانا

یہ سب رہزن قبیلے اور بھی خونخوار ہو ہو کر
کمیں گاہوں میں بیٹھے جا بجا تیار ہو ہو کر

---

[1] یہود کے تین قبیلے قینقاع۔ نضیر۔ قریظہ۔ مدینے کی حوالی میں چھوٹے چھوٹے قلعوں میں رہتے اور مدینے میں کاروبار کرتے تھے۔ منافقین مدینہ کے وہ لوگ تھے۔ جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر مارِ آستین تھے۔ شاہنامہ اسلام جلد دوم و سوم میں ان پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

[2] یہود حاسد تھے اور مسلمانوں کو نیچا دکھانا چاہتے تھے۔ منافقین ادھر یہود سے ساز باز رکھتے ادھر قریش اور دوسرے قبائل سے مسلمانوں کی جاسوسی کرتے تھے۔ رسول اکرم نے اگرچہ یہود سے امن کا معاہدہ کیا تھا۔ اور ان سے ہر طرح مدارات سے پیش آتے تھے لیکن وہ طرح طرح سے ہادیٔ اسلام کو اذیت دیتے اور اسلام کو مٹا دینے کی سازشیں کرتے تھے تاہم آنحضرت صبر و ضبط کی تلقین فرماتے اور برداشت سے کام لیتے تھے۔ قرآن شریف میں ہے۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

اور اہلِ کتاب اور مشرکوں سے تم بہت سی ایذا پاؤ گے لہذا اگر صبر کرو اور پرہیزگاری پر قائم رہو تو یہ ہمت کے کام ہیں
پ۴۔ آل عمران۔ ع ۱۹

بگولے، آندھیاں، طوفان چاروں سمت سے اُمڈے
خُدا کے ملک پر شیطان چاروں سمت سے اُمڈے

اُمڈ آیا زمانہ شیطنت اپنی دکھانے کو
صداقت کا چراغِ نور پھونکوں سے بجھانے کو

فتنہ انگیز قبائل کی سرکوبی

نئے فتنے پُرانے دشمنوں ہی کی نوازش تھی
یہودی قوم کی اور مکّہ والوں ہی کی سازش تھی

یہی فتنے تھے جو ہر فتنے کی تاریں ہلاتے تھے
نبیؐ کا حِلم اور اللہ کی غیرت آزماتے تھے

قبائل جن کی ہستی منحصر تھی قتل و غارت پر
وہ یُوں بھی ہر طرح تیار رہتے تھے شرارت پر

خدا ترسی نہ کوئی احترام ان کو شریفوں کا
روا تھا قتل ان کے ہاں نہتوں کا ضعیفوں کا

نظر میں خونِ انسانی کی قیمت ہی نہ تھی کوئی
قیامِ امن کی جانب عزیمت ہی نہ تھی کوئی

مدینہ چل رہا تھا راہِ تہذیب و تمدّن پر
وہاں تھا مدّتوں سے سازِ ہستی ایک ہی دُھن پر

نہ تھا ان کے عقائد میں گُنہ اور کارِ بد کوئی
نہ اُن کی شرع تھی کوئی نہ عائد اُن پہ حد کوئی

نظر آئی انہیں بستی ہُوئی اِک امن کی بستی
ملی مکّے سے شہ بھی، سُوجھتی پھر کیوں نہ خرمستی

مدینے کو مٹا دینے کی ٹھانی ہر قبیلے نے
پیاپے دمبدم کی چھیڑ خانی ہر قبیلے نے

سزا پائی خدا سے خود ہی ان کی خود ستائی نے
مٹا دی ظلمتِ بوجہل نورِ مصطفائی نے

اُٹھا جو بھی قبیلہ ارضِ یثرب پر چڑھائی کو[۱] مسلمانوں نے بڑھ کر دی سزا اُس نا سزائی کو

کئے مسجد میں بیٹھے بیٹھے خطرے دُور حضرت نے

رکھا دارالاماں کو امن سے معمور حضرت نے

شیطنت کی انتہا

واقعہ بیرِ معونہ

فلک پر ہے فروزاں جس طرح محفل ستاروں کی مدینے میں تھیں روشن ہستیاں ایمانداروں کی

مگر باطل بھی باطل تھا، اُسے بھی دُور کی سُوجھی اِزالہ جس کا تھا دُشوار، اک ایسی بدی سُوجھی

نئی تلبیسِ رنگِ شیطنت کی اک نمائش تھی پرستارانِ حق کی انتہائی آزمائش تھی

یہ سازش تھی حرم کے طائروں کو دام میں لانا نبیؐ کے مطمئن دل کو غم و آلام پہنچانا

عجب اخلاق پر نازاں تھے یہ کفّارِ بے مایہ

عجب ظلمت کدہ تھا ارضِ اسلامی کا ہمسایہ

---

۱ جب بھی اطلاع ملتی کہ فلاں قبیلہ یا لشکر مدینے پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ آنحضرتؐ صحابہؓ کی جماعت بھیجتے اکثر اوقات قبائل ان جماعتوں کے خوف ہی سے بھاگ جاتے۔ بعض دفعہ لڑائی بھی ہوتی۔ (ابنِ ہشام و طبقات ابن سعد)

نجد سے اظہارِ فتنہ

بنو عامر[1] بہت مشہور تھے نجدی قبائل میں
دغا بازی و خدّاعی تھی خاص انکے خصائل میں

بنو عامر میں عامر ابن مالک نام آور تھا
جوانی کے دنوں میں سربرآوردہ دلاور تھا[2]

یہ بُوڑھا ہو چکا تھا آج کل بیمار رہتا تھا
شکم میں اس کے پھوڑا تھا بہت لاچار رہتا تھا

تھا اس کی نیزہ بازی کا بہت شُہرہ اجانب میں
گنا جاتا تھا اک برچھیت[3] اطراف و جوانب میں

مگر اپنے قبیلے میں یہ شُہرہ بے نتیجہ تھا
کہ اب سردارِ قوم ابنِ طفیل اس کا بھتیجا تھا

ہُوا اس فرد سے بالواسطہ[4] اظہار فتنے کا
یہ خُونیں ماجرا ہے اس ہلاکت بار فتنے کا

---

[1] حوالیٔ نجد میں بنو عامر ایک زبردست قبیلہ تھا جس کا سرداران دنوں عامر ابن الطفیل تھا۔ اس شخص کے دل میں آنحضرت اور اسلام سے کینہ تھا۔ اس نے آنحضرتؐ کو پیغام بھیجا تھا۔ کہ میرے تمہارے درمیان تین باتیں ہیں آؤ عرب کو تقسیم کریں تم بادیہ کے مالک بن جاؤ۔ میں شہروں کا حاکم بنوں۔ یا اپنے بعد مجھے جانشین بنا دو۔ ورنہ میں غطفان (قبیلہ) کو لے کر مدینہ پر چڑھ آؤں گا۔ آنحضرت نے انکار فرما دیا تھا۔ (دیکھو تاریخ ارض مقدس)

[2] عامر بن مالک بن جعفر ابو براء کلابی عامر ابن الطفیل کا چچا تھا۔ اور قبیلۂ کلاب کا مشہور رئیس تھا۔ اس کے پیٹ میں آزارِ قرحہ تھا۔ (طبقات ابن سعد)

[3] عامر ملاعب الاسنتہ یعنی برچھیت مشہور تھا اور اس کی نیزہ بازی کا عرب بھر میں شُہرہ رہ چکا تھا۔ (تاریخ العمران)

[4] بالواسطہ کیونکہ آخر تک معلوم نہ ہوسکا۔ کہ مسلمانوں کو قتل کرانا اس کی اپنی نیت میں تھا۔ یا اس کے ذریعے مسلمانوں کو پھسلا کر لانے کے کام میں کسی دُوسرے کا ہاتھ تھا۔ (مصنّف)

ابو براء کا مدینے میں آنا

حضور اک روز بزم آرا تھے صُفّہ کی جماعت میں
زبانِ پاک تھی مشغول قرآں کی اشاعت میں

کہ عامر ابنِ مالک ابنِ جعفر بُو براء آیا
برائے نذر ناقے اور گھوڑے نجد کے لایا[1]

نشانِ عجز دکھلاتا ہوا سرکار میں پہنچا
یہ ذرّہ خاک کا دربارِ گوہر بار میں پہنچا

تحائف پیش کر کے عرض کی، بیمار آیا ہوں
گرفتارِ علالت، شاکیٔ آزار آیا ہوں

سُنا ہے آپ کا دستِ شفا صحت کا ضامن ہے
وجودِ پاک پیغمبرؐ اَمیں ہے اور آمن ہے

مرے ہدیے بھی ہو جائیں قبولِ خاطرِ عالی
مَیں چل کر دُور سے آیا ہوں باوصفِ کہن سالی[2]

دُعا فرمایئے، اس پیٹ کو آرام ہو جائے
ہمارا کام ہو اور آپ کا بھی نام ہو جائے

---

[1] عامر مسجد میں آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہوا اور دو گھوڑے اور نجدی ناقے آپؐ کے حضور میں بطور ہدیہ پیش کئے (الطبقات)

[2] ابو براء نے کہا بڑھاپے میں یہ لمبا سفر صرف اس لئے اختیار کیا ہے۔ کہ میں نے سُنا ہے۔ آپ احسان فرماتے ہیں ہر ضعیف العمر اور مریض پر۔ (تاریخ العمران)

حکیمِ مدینہ مفت دوا اور شفا دیتا ہے

متانت سے سُنی سرکار نے بوڑھے کی لسّانی[1] — کہ یہ طرزِ تکلّم تھی عرب کی عادتِ ثانی

اُٹھے بہرِ دُعا دستِ حبیبِ حضرتِ باری[2] — دُعا کی یا الٰہی دُور کر دے اس کی بیماری

اثر بھی اور توفیقِ دُعا بھی تو ہی دیتا ہے — دَوا بھی تیری جانب سے شفا بھی تو ہی دیتا ہے

دُعا کے بعد فرمائی توجّہ جانبِ عامر — خوش اَخلاقی سے اور نرمی سے یوں گویا ہوا آمر

ہوا ارشاد ہر بیمار کا اللہ شافی ہے — شفا جو سب کو دیتا ہے، وہی تجھ کو بھی کافی ہے

تجھے لائے ہیں اس دہلیز تک امراضِ جسمانی — نہیں تجھ کو تمنّائے علاجِ دردِ روحانی[3]

طلب کرتا اگر اسلام تیرا بھی بھلا ہوتا — قبیلہ بھی ترا کونین میں پھولا پھلا ہوتا

پیمبرؐ کو ضرورت ہی فقط اک قلبِ مومن کی — یہ ہدیے پھیر لے جا کوئی بھی حاجت نہیں انکی

قبول اس گھر میں ہوتا ہی خدا کے نام سے ہدیہ — نہیں لیتا محمدؐ منکرِ اسلام سے ہدیہ

---

[1] ابو براء نے لسّانی کے ساتھ آنحضرتؐ سے گفتگو کی اور یہ طرزِ گفتگو اگرچہ آنحضرتؐ کو پسند نہ تھی مگر آپؐ نے اس کی دلجوئی کی (رشاد الحکمۃ)

[2] آنحضرتؐ نے ابو براء کے لئے دُعا فرمائی۔ یا اللہ یہ شفا کی امید میں تیرے نبی کے پاس آیا ہے۔ یا اللہ تو ہی احسان فرمانے والا ہے (رشاد الحکمۃ)

[3] آنحضرتؐ نے ابو براء سے کہا جسمانی امراض سے زیادہ تمہیں روحانی مرض کا ازالہ کرنا چاہیئے۔ آپؐ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا اس نے کہا۔ یہ معاملہ ایسا ہے کہ میں اپنی قوم کے سامنے پیش کروں گا۔ (اخبار الایمان)

نہیں شایانِ پیغمبرؐ صِلہ لے کر مدد کرنا
خدا کا حکم ہے، بندے سوالی کو نہ رد کرنا

نظر آتا اگر تو دولتِ ایماں سے بہرہ ور
نہ ہوتی عار، لے لیتا تھا ہدیہ بھی پیغمبرؐ

یہ کہہ کر ایک کوزہ شہد کا عامر کو دلوایا
کہیں سے آج ہی یہ شہد تھا حضرتؐ نے منگوایا[1]

کہا جب بھی وطن کی سمت پلٹے، تو سِرا ہے
یہ تازہ شہد استعمال کرنا جب بھی جی چاہے

خُدا کے نام سے ہر چیز میں تاثیر ہوتی ہے
بسا اوقات چٹکی خاک کی اکسیر ہوتی ہے

ابُو براء کی شفایابی اَور مکر

یہ اَخلاقِ بلندی دیکھ کر محجُوب تھا سائل
زباں پر ردّ و کد[2] تھی دل میں لیکن ہوگیا قائل

ہوا سرکار سے رخصت پلٹ کر اپنے گھر آیا
شفا حاصل ہوئی، اعجازِ حضرتؐ کا نظر آیا

جزا احسان کی احسان ہے انسان کا شیوہ
بدی محسن سے کرنا، ہے فقط شیطان کا شیوہ

درندوں سے بھی پیش آئے جو کوئی مہربانی سے
تو اکثر باز آجاتے ہیں وہ ایذا رسانی سے

---

[1] آپؐ نے ابو براء کی بیماری کے لیئے دعا کی کہ خدا تجھے شفا دے لیکن اس کے ہدیے پھیر دیے اور فرمایا۔ میں مشرک سے ہدیہ نہیں لیتا۔ (تاریخ العمران) آپؐ نے یہ بھی فرمایا اگر تو خدا کی وحدت کا اقراری ہوتا تو مجھے تیرا ہدیہ لینے میں کوئی عار نہ ہوتا! آپ نے ایک قطبی شہد کی اس کو دی ابو براء اس کو چاٹتا تھا حتیٰ کہ وہ اچھا ہوگیا۔ (واقدی)

[2] ابو البراء نے آنحضرتؐ کی طرف سے ہدیہ پھیر دینے پر کہا۔ کیا عرب میں ابو البراء کا ہدیہ لینے سے کوئی انکار کرسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میں صرف اس کا ہدیہ قبول کرتا ہوں۔ جو خدا کو ایک مانتا ہو۔ (ارشاد الحکمۃ)

دعائے مصطفٰے سے پا گیا جس دم شفا عامر
نہ جانے اس کو کیا سوجھی کہ پھر حاضر ہوا عامر[1]

ابو براء کی درخواست

نہایت عجز سے آیا نبیؐ کی بزمِ نوری میں
کہا میں شکریہ لایا ہوں حضرت کی حضوری میں

طفیلِ حضرتِ عالی ہوئی حاصل شفا مجھ کو
پسند آئے محمدؐ اور محمدؐ کی دعا مجھ کو

مرا دل مانتا ہے آپ جو کہتے ہیں برحق ہے
کرے انکار جو بھی اس حقیقت سے وہ احمق ہے

نظر آتی ہے مجھ کو روشنی انکار مشکل ہے
علانیہ مگر اسلام کا اقرار مشکل ہے

مرا اپنا قبیلہ ہے ابھی ناآشنا حق سے
ابھی باطل سے رشتہ ہے، ابھی ہے ربط ناحق سے

وہاں تک آپ نے اسلام پہنچایا نہیں اب تک
کوئی توحید کا پیغامبر آیا نہیں اب تک

زمینِ نجد میں اسلام کے قاصد اگر جائیں
بڑی امید ہے مجھ کو کہ سب ایمان لے آئیں

---

[1] بہت سے رواۃ کا بیان ہے۔ کہ ابو البراء نے پہلے اپنے بیٹے کو حضورؐ کی خدمت میں تحائف دے کر بھیجا تھا۔ اور جب شفا ہو گئی تو وہ خود آیا تھا۔ لیکن کثرت روایت یہ ہے۔ کہ پہلے یہ شخص بیماری کی صورت میں آیا۔ اور حضرت نے اس کے لئے دعا کی اور شہد بھی دیا جس کو لیکر یہ رخصت ہوا۔ راہ میں یہ شہد چاٹتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کو بالکل آرام آ گیا۔ پھر یہ دوبارہ حاضر ہوا۔ (تاریخ العمران باب بیرمعونہ)

مجھے پورا یقیں ہے، اس جگہ تائیدِ حق ہوگی
یہ صورت دوسرے نجدی قبائل کو سبق ہوگی[1]

وہاں پر آپ اپنے خاص خاص اصحاب بھجوائیں
بنو عامر کے لوگوں کو خدا کی بات سمجھائیں

بنو عامر زمینِ نجد کا جیّد قبیلہ ہے
وہاں اسلام پھیلانے کا یہ اچھا وسیلہ ہے

یہ ہو جائے تو مجھ کو بھی بہانہ ہاتھ آئے گا
یہ بوڑھا خود وہاں پیغام حضرتؐ کا سنائے گا

آنحضرتؐ کا تامّل

ابو براء کی ضمانت

کہا سرکارؐ نے نجدی قبائل ہیں جفا پیشہ
مجھے ہے نجد سے اصحاب کے بارے میں اندیشہ[2]

پیامِ حق سنانے جب عقیدت کیش جائیں گے
زمینِ نجد کے پتھر بسختی پیش آئیں گے

---

[1] ابو البراء آیا اور کہا۔ اے محمدؐ۔ میں آپکے اَمر کو بہتر اور بزرگ سمجھتا ہوں۔ مگر میرے پیچھے میری قوم ہے۔ اگر آپ اپنے اصحاب میرے ساتھ روانہ کردیں تو مجھے امید ہے کہ وہ دعوت اسلام قبول کرینگے اور آپ کے اَمر کی پیروی کریں گے اور آپ کے اَمر کا غلبہ ہو جائے گا۔ (ناسخ التواریخ العمران باب غزوہ بیر معونہ)

[2] آنحضرتؐ نے ابو براء کی درخواست پر فرمایا۔ کہ مجھے نجد کی طرف سے اپنے اصحاب کے لئے اندیشہ ہے (طبقات و صحیح بخاری)

کہا عامر نے میں لیتا ہوں ذمہ اپنی جانب سے[1] | نہ ہوگی کوئی ایسی بات اطراف و جوانب سے
حفاظت میرے کندھوں پر ہے اصحابِ رسالت کی | عرب سارا کرے گا آبرو میری کفالت کی

ہدایت کی درخواست منظور

عرب میں کوئی بھی جب اس طرح کا عہد کرتا تھا | تو جیتے جی قدم ہرگز خلاف اس کے نہ دھرتا تھا[2]
یہ مردِ معتبر تھا ہر جگہ تھا اعتبار اس کا | صنادیدِ عرب میں آج ہوتا تھا شمار اس کا
یہ دعوت نجد میں تبلیغ کے کارِ جلیلہ کی | مزید اس پر کفالت ایک سردارِ قبیلہ کی[3]
فروغِ دینِ حق تھا مدعائے حضرتِ عالی | تامل سے یہ دعوت آپ نے منظور فرمالی
زمینِ نجد میں اعلانِ حق فرضِ رسالت تھا | کہ یہ خطہ ابھی تک غرقِ سیلابِ جہالت تھا

---

[1] عامر ابو براء نے کہا۔ آپ اصحاب پر اہلِ نجد سے اندیشہ نہ کیجئے۔ میں اس امر کی ضمانت کرتا ہوں کہ اگر کوئی ان سے جنگ پیش آئے گا۔ تو میں آپ کے اصحاب کا شریکِ حال اور مددگار ہوں گا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] ابو براء واقعی اس حیثیت کا سردار تھا کہ کسی کو کفالت میں لے سکتا تھا۔ اور اس کی کفالت کا پاس سب کو ہو سکتا تھا اِلّا یہ کہ وہ خود اپنی بذات کو بری قرار دے۔ (تاریخ العمران)

[3] عرب میں کسی کا کسی کو کفالت میں لے لینا ایک حلف تھا جس کی خلاف ورزی کوئی نہ کرتا تھا۔ یہ ذاتی و قومی آن کے خلاف تھا۔ آپ نے منظور فرمالیا۔ اور ستر انصار ساتھ کر دئے۔

(تاریخ العمران)

مبلّغینِ اسلام راہِ تبلیغ پر

ہُوئے ستّر مبلّغ مستعد اس کام کی خاطر
رضا کارانہ نکلے خدمتِ اسلام کی خاطر

یہ ستّر وہ تھے جن میں ایک اِک مردِ یگانہ تھا
وجُود ان سب کا شانِ زندگی جانِ زمانہ تھا

یہ عابد تھے، یہ زاہد تھے، یہ حافظ تھے یہ قاری تھے
یہ صدق آئین تھے، آئینۂ پرہیز گاری تھے

یہ علم و فضل کے دریا یہ ذکر و فکر کے گوہر
صفائے قلب کے مخفی خزانے، بے بہا جوہر[1]

یہ ستّر منتخب منّادِ توحید و رسالت کے
یہ ستّر گلشنِ آباد، اسلامی بسالت کے

یہ اسلامی مبلّغ ہو گئے تیار جانے کو
زمینِ نجد پر آوازِ ربّانی سُنانے کو

رسُولِ پاک کا مبلّغین سے خطاب

دمِ رخصت رسُولِ پاک نے ان پر نظر ڈالی
ہُوئی رقّت پذیر اُن کی وفا پر خاطرِ عالی

عفاف و عصمت، احسان و کرم، عزم و ثبات ان کا
فداکاری کا جذبہ بہرِ فخرِ کائناتؐ ان کا

---

[1] یہ وہ ستّر جوان تھے جو قراء قرآن کہلاتے تھے۔ انکا معمول یہ تھا کہ سرِ شام حوالی مدینہ میں نکل جاتے۔ رات بھر تعلیم قرآن کرتے نمازیں پڑھتے صبح ہوتے ہی آبِ شیریں پر گزر کر کے لکڑیاں چُنتے اور بیچکر اصحابِ صُفّہ اور دُوسرے ضرورتمند مسلمانوں کی مدد کرتے (اخبار الایمان)

نبیؐ نے ان کے ذوقِ علم کی تحسین فرمائی
حیا و صبر و عفو و حلم کی تلقین فرمائی[1]

کہا تبلیغِ حق ہی اصل مقصد ہے نبوّت کا
نہ آنے پائے اس میں شائبہ اظہارِ قوّت کا[2]

تمہیں جو کچھ بھی پیش آئے اُسے انگیز کرنا ہے
بہر حالت جوابِ تلخ سے پرہیز کرنا ہے

تمہیں معلوم ہے ذاتِ خدا دانا و بینا ہے
وہ شاہد ہے شہادت ہی مسلمانوں کا جینا ہے

تمہاری یہ جدائی عارضی ہے اور جسمانی
ابد تک کے لئے ہے پھر وصال و قربِ رُوحانی

وہ ساعت سب سے بڑھ کر سعد ہوتی ہے رسولوں پہ[3]
کیا جاتا ہے اُن کو ذبح جب اُن کے اصولوں پہ

محمدؐ کے رفیقو! فی امان اللہ ہاں جاؤ
خدا کے نام لیواؤ خدا کا نام پہنچاؤ

مبلّغینِ اسلام نجد کی طرف

یہ ارشادات سُن کر وجد میں ارض و فلک جُھومے[4]
غلامانِ وفا نے اپنے آقا کے قدم چُومے

---

[1] آپؐ نے ان ستر اصحاب کو جاتے وقت حلم و حیا کی تاکید کی! ورزمی و آشتی اور مصیبت پر صبر و ثبات کی ہدایت فرمائی۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ۔ پ۳ ۔ البقرۃ ۔ ع۳۴ ۲۵۶ ○ دین میں کوئی جبر نہیں۔

[3] رسولِ پاکؐ نے فرمایا۔ رسولوں پہ وہ وقت سب سے زیادہ سعد اور مبارک ہوتا ہے جب وہ اعلائے کلمۃ الحق کے بدلے زیرِ شمشیر آتے ہیں۔ (اخبار الایمان)

[4] بیر معونہ کی طرف چلتے وقت اصحاب آنحضرتؐ سے رخصت ہوئے تو آپ نے اُن کے لئے دعا فرمائی۔ اور ایسے الفاظ فرمائے جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب ملاقات لواء الحمد ہی کے نیچے ہوگی۔ (اخبار الایمان)

خدا کا نام لے کر اور محمدؐ کی دُعا لے کر
مدینے سے چلے عشاق جنسِ بے بہا لے کر

سفر کی سختیاں سہتے ضعیفوں کی مدد کرتے
فضا کو آشنائے ذکرِ اللہُ الصمد کرتے

اَذانوں سے جبال و دشت کو معمور فرماتے
نمازوں سے بلند و پست کو پُر نُور فرماتے[1]

ابُو براء کا کِھسک جانا

بالآخر اک جگہ بیرِ معونہ[2] نام تھا جس کا
یہاں پہنچا کے شیخ نجدان کے ساتھ سے کِھسکا

کہا، میں جا کے پہلے قوم کو ہموار کرتا ہُوں
زمیں کو بیج بونے کے لئے تیّار کرتا ہُوں

یہاں پر آپ ٹھہریں دو گھڑی آرام فرمالیں
اذانیں اپنی دے لیں اور نمازیں اپنی پڑھ ڈالیں

بھتیجا ہے مرا ابن الطفیلؔ اس قوم کا افسر
اسی کے پاس بھیجیں آپ قاصد کوئی دانشور

براہِ راست جب پیغام اس کے پاس جائے گا
اسے اعزاز سمجھے گا، خوشی سے پھر بُلائے گا

---

[1] شہدائے بیرِ معونہ دشت وجبال کو طے کرتے وقت تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے تھے اور وہ جہاں سے بھی گذرتے۔ خدا کے نام سے راہوں کو آشنا کرتے ہوئے۔ (قصیدہ واقعہ بیر معونہ)

[2] بیر معونہ ایک چشمہ ہے۔ چشمہائے بنی سُلَیم سے ارضِ بنی عامر اور بنی سُلَیم کے درمیان۔ یہاں ابو البراء اصحاب نبیؐ سے رخصت ہو گیا۔ یہ کہہ کر کہ اب میرا پہلے اپنی قوم میں پہنچنا ضروری ہے۔ تاکہ تمہیں کسی قسم کا گزند نہ پہنچے۔ (تاریخ العمران)

کرے گا قوم بھر میں انتظاماتِ پذیرائی
اگر اسلام پہنچاؤ گے تم اُس تک بہ دانائی[1]

صحابہؓ کا پیغام رئیسِ نجد کے نام

صداقت کیش بندوں نے کیا یہ قول بھی باور
کوئی حجّت نہ کی ٹھہرے یہاں مردانِ نجتاور
سوئے ابنُ الطّفیل اک خط لکھا میرِ جماعتؓ[2] نے
کہ بھیجے ہیں مبلّغ صاحبِ روزِ شفاعتؐ نے
ہمیں ارضِ بنو عامر میں جانے کی اجازت دو
اخوّت کا پیامِ حق سُنانے کی اجازت دو
رضا کارانہ اک مردِ صحابی لے چلا نامہ
ہوا تھا قطع جس کے واسطے تقدیم کا جامہ

رئیسِ نجد کا مبلّغین سے سلوک

نہتّا، صُلح کا پیکر، لباسِ آشتی در بر
یہ قاصد ہو گیا واردِ بنو عامر کے خیموں پر
نظر آئے بنو عامر یہاں پر خیل خیل اس کو
انہی کے درمیاں آیا نظر ابنُ الطفیل اس کو

---

[1] ابو براء نے بیرا اصحاب رسول اللہؐ سے یہ کہکر رخصت ہوا۔ کہ تم یہاں ٹھہرو۔ سفر کی کسل دُور کر لو۔ میں جا کر قوم کو تمہارا پیغام سننے کے لئے تیار کرتا ہوں۔ تم ایک آدمی کے ہاتھ رسول اللہؐ کا پیغام میرے بھتیجے عامر ابن الطفیل کے پاس بھجوانا۔ تاکہ وہ براہِ راست تخاطب سے معزز ہو۔ (تاریخ العمران)

[2] جماعت کے امیر منذر بن عمروؓ تھے۔ اس جماعت نے بیر معونہ میں قیام کیا۔ اور حرام بن ملحانؓ کو آنحضرتؐ کا پیغام دے کر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ جو قبیلہ کا رئیس تھا (سیرت النبیؐ)

دِیا قاصد نے خط اُس کو متانت سے خموشی سے
بڑھایا ہاتھ کافر نے بظاہر گرمجوشی سے

مگر لیتے ہی نامہ اُس لعیں نے چاک کر ڈالا[1]
ادھر اک شخص نے پیچھے سے مارا تاک کر بھالا

یہ بھالا پُشت کی جانب سے نکلا توڑ کر سینہ
ہُوا قاصد کے لب پر جوہرِ اسلام آئینہ

نہ چیخ اس کے دہن پر تھی نہ اسکے لب پہ گالی تھی
زبانِ مردِ مومن ذکرِ حق ہی کرنے والی تھی

نہ سِسکی ہائے کی گونجی نہ شعلہ آہ کا نکلا
زباں سے ایک نعرہ فُزْتُ اے واللہ کا نکلا

قسم اللہ کی مَیں پا گیا اپنی مُرادوں کو
یہ سُن کر اور حیرت ہوگئی ان بدنہادوں کو

ہُوا ابن الطفیلِ نابکار اس قول پہ حیراں
تصوّر میں نہ آئی تھی کبھی یہ صُورتِ ایماں

نجدی قبائل کا مبلّغین پر حملہ

شقی القلب نے پہلے سے کر رکھی تھی جمعیت
چلا اب فوج کو لے کر یہ ناہنجار بدنیّت[2]

---

[1] عامر بن الطفیل نے حرام بن ملحانؓ سے نامہ لیتے ہی بے پڑھے چاک کر ڈالا۔ اور ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ جس نے پشت سے بھالا مارا جو سینہ توڑ کر نکل گیا۔ نیزہ کھا کر حرام بن ملحانؓ کی زبان سے اللہ اکبر فزت وربّ الکعبہ۔ یعنی ربِّ کعبہ کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ یہ سُن کر اُن لوگوں کو سخت حیرت ہوئی۔ (بخاری کتاب الجهاد)

[2] عامر بن الطفیل نے صرف ایلچی کے قتل پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ قبیلہ سلیم و رعل و ذکوان اور عصیہ وغیرہ کو اکٹھا کیا۔ اور جا کر بیر معونہ پر مبلغوں کی جماعت کو گھیر لیا۔ اور ان سب کو قتل کر ڈالا اس حالت میں کہ وہ بے گناہ اور غیر مصافی تھے۔ (طبری)

وہاں اللہ والے منتظر تھے اپنے قاصد کے
خبر کیا تھی اُمڈنے والے ہیں طوفاں مفاسد کے[1]

نہتّے زاہدوں کو آن گھیرا اب قبائل نے
لیا حلقے میں ان کو اس ہجومِ بدخصائل نے[2]

ہوئی تیروں کی بارش دُور سی گلزارِ ملّت پر
بلند و پست سے غلبہ کیا کثرت نے قلّت پر

قبائل چاند ماری کر رہے تھے صَف بصَف ہو کر
گرے اکثر مبلّغ تیر و پیکاں کے ہدف ہو کر

کیا اب ان پہ دھاوا دفعتاً نجدی رسالوں نے
قلوبِ اہلِ دل کو چھید ڈالا تُند بھالوں نے

یہ تسلیم و رضا تھی اک نظارہ فوقِ عادت کا
فضا میں گونجتا تھا پے بہ پے کلمہ شہادت کا[3]

شہدائے بیر معونہ

پڑے تھے نیم جاں بیسے ہزاروں زخم کھا کھا کر
قریب آئے قبائی زخمیوں کو نیم جاں پا کر

---

[1] مبلّغین صحابہ کی جماعت اس وقت بالکل بےخبر تھی اور جب اُنھوں نے اس جمعیت کو بر سرِ پرخاش دیکھا تو کہا ہم تم سے لڑنے نہیں آئے۔ مگر ظالموں نے ایک نہ سنی۔ اور سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (بخاری)

[2] صحابہ حرام بن ملحانؓ کی واپسی کے منتظر تھے۔ جب دیر لگی تو خود روانہ ہوئے۔ اتنے میں عامر کی جماعت نے ان کو چاروں طرف سے گھیر کر تیر باری شروع کی پھر نیزے تان کر چاروں طرف بڑھے۔ اور سب کو قتل کر دیا۔ (تاریخ العمران)

[3] ان قاتل قبائل میں جب کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تو انھوں نے بیان کیا کہ مقتولین بیر معونہ کی زبانوں پر شہادت کا کلمہ جاری تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

کوئی شاہد نہیں تھا اِک خدا تھا دیکھنے والا
چڑھے سینوں کے اُوپر اور سب کو ذبح کر ڈالا

یہ ستّر منتخب زُہاد آئے تھے مدینے سے
خدا و مصطفےٰ کا نام لائے تھے مدینے سے

یہ اس دُنیائے فانی میں نویدِ زندگانی تھے
زمانے میں وفائے عہد کی سچّی کہانی تھے

پڑے تھے خاک پر اب خونچکاں لاشے شہیدوں کے
فلک تک جاچکے تھے ولولے انکی اُمیدوں کے[۱]

انہیں اب ٹکڑے ٹکڑے کر کے قصّابوں نے مُنہ موڑا
یہ ستّر فرد تھے زندہ فقط اِک آدمی چھوڑا

گھڑی بھر میں ہُوا کے طائروں نے چھالیا ان کو
شکم میں بھر لیا، کفنا لیا، دفنا لیا ان کو

نبی کو اس قدر صدمہ ہُوا یہ ماجرا سُن کر
کہ لعنت ظالموں پہ کی یہ ظلمِ ناروا[۲] سُن کر

یہ دُنیا ہے اگر باقی، زمانہ ہے اگر باقی
رہے گا تا قیامت اِن پہ لعنت کا اثر باقی

فریب و غدر و سفّاکی ابھی تک جن میں جاری ہے
یہ لعنت اُن پہ قائم ہے یہ لعنت اُن پہ طاری ہے

---

۱ جس وقت شہداء بیر معونہ کی لاشیں بے کفن اور بغیر مدفون پڑی تھیں عمرو بن امیہ ضمیری اور ایک انصاری شخص قریب کی چراگاہ میں تھے۔ طیور کو اڑتے دیکھ کر انہیں اندیشہ ہوا۔ گھبرائے ہوئے آئے۔ دیکھا۔ کُل مسلمان جامِ شہادت پی چکے ہیں۔ انصاری بزرگ نے جوش میں آکر دشمنوں پر حملہ کیا۔ مگر عمرو بن امیہ ضمیری کو لازم آیا کہ رسول اللہ تک اس واقعہ کی خبر پہنچائیں۔ (تاریخ ارض مقدس)

۲ عمرو بن اُمیہ ضمیری یہ خبر لے کر دربارِ رسالت میں پہنچے۔ آپ کو یہ سُنکر ایسا صدمہ ہُوا کہ کبھی ایسا نہ ہُوا تھا۔ آپ نے ظلم کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ اور فرمایا:

هٰذا عَمَلُ اَبِی بَراء وَقَدْ كُنْتُ لِهٰذا كَارِهًا مُتَخَوِّفًا۔

یعنی یہ ابو براء کا کام ہے۔ ورنہ میں تو اُن کا بھیجنا پسند نہ کرتا تھا۔ (ابن ہشام)

یہ لعنت ہر زماں ایسے دغابازوں پہ قائم ہے
کہ ذہنیت ابھی تک جن کی بدتر از بہائم ہے

واقعۂ رجیع

قبائلِ عضل و قارۃ کا مکر

مدینے تک خبر پہنچی نہ تھی بیرِ معونہ کی
کہ صورت اور اک پیدا ہوئی رنج دوگونہ کی

اسی صورت بنو عضل و بنو قارۃ کا وفد آیا[1]
نبیؐ نے حسبِ معمول ان پہ بھی اکرام فرمایا

کیا اسلام کا اظہار غدّاروں لعینوں نے
بڑا ذوقِ یقیں ظاہر کیا ان بے یقینوں نے

گذارش کی ہماری قوم بھی ایمان لائی ہے
خدا و مصطفےٰ کے دامنِ رحمت میں آئی ہے

مناسب ہے ہمارے ساتھ اصحابِ نبیؐ جائیں
اُسے اسلام کے ارکان کی تلقین فرمائیں

نبوّت کا فریضہ تھا یہی تبلیغِ دیں کرنا
زباں اقرارِ حق کر دے، تو انساں کا یقیں کرنا

پیامِ رحمۃٌ للعٰلمین کو عام ہونا تھا
اگرچہ کام مہلک تھا، مگر یہ کام ہونا تھا[2]

---

[1] ابھی بیرِ معونہ کی اطلاع نہ آئی تھی کہ ماہ صفر ۴ھ میں قبیلہ قارۃ کے چند آدمی آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔ کہ ہمارے قبیلے اسلام پر مائل ہیں ہمارے ساتھ چند آدمی روانہ کیجئے جو ہمیں اسلام کے ارکان سکھائیں۔ اور ہمیں دین کی تعلیم دیں۔ (ابن ہشام و ابن سعد)

[2] حاشیہ اگلے صفحہ پر

تبلیغ کے لئے صحابہ کی تیّاری

جماعت دس صحابہ کی ہوئی تیار جانے کو[1] | خدا کا علم و عرفاں اہلِ عالم کے سکھانے کو
رسُول اللہؐ نے ان کو دیا فخرِ رضا مندی[2] | کہا لازم تمہیں ہر حال میں ہے حق کی پابندی
خُدا کو تم سے اُمّیدِ وفا ہے، اے وفا والو | خُدا کا نام لے کر جا رہے ہو اے خدا والو
یہ جسمانی جدائی پیش خیمہ قربِ حق کا ہے | شہادت کی طلب کا راستہ صاف اور سیدھا ہے
وہاں جیسی بھی صُورت پیش آئے صبر کر لینا | زباں قابو میں رکھنا اور دلوں پر جبر کر لینا
یہی توحید ہے اللہ واحد کے پرستارو | خدا حافظ تمہارا اے محمّدؐ کے فداکارو

مبلّغانِ اسلام، اور قبائلِ خوں آشام

غرض رخصت ہوئے یہ دس جوانانِ مجاہد بھی | کہ سب کے سب تھے اہلِ علم بھی، غازی بھی زاہد بھی

حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ رسُول اللہ تو دنیوی سائل کو بھی رد نہ کرتے تھے۔ چہ جائیکہ دین کے سائل کو رد فرماتے۔ اسلام پہنچانا آپؐ کا اصل فریضہ تھا۔ اس لئے جب کوئی اسلام سیکھنے کی تمنا کرتا آپ اس کی تمنا کو پورا کرنا فرضِ منصبی کے طور پر انجام دینے کے لئے تیار ہو جاتے۔ خواہ اس میں کتنی بھی دقت کیوں نہ پیش آئے۔ (مصنّفؒ)

[1] نبی برحق نے دس مبلّغین کو حضرت عاصمؓ کی سرداری میں ان کے ساتھ بھیجا۔ (زرقانی)

[2] آپؐ نے ان کو رخصت فرماتے ہوئے صلح و صفا اور صبر و ثبات اور استقامت بوقت مصیبت کی تلقین فرمائی (رشاد الحکمۃ)

رجیع[1] اک چشمہ تھا مابین مکّے اور عسفاں کے
یہاں وارد ہوئے آخر مبلّغ علمِ قرآں کے

بنو لحیاں[2] تھے پہلے ہی سے نخلستاں میں پوشیدہ
کہ سب غارت گر و سفّاک تیر انداز تھے چیدہ

بنی عضل و بنی قارہ نے اہل اللہ کو ٹھہرایا
پھر اک شیطاں بنو لحیان کو جا کر بلا لایا

یہ لشکر تیر اندازوں کا نخلستان سے نکلا
ہلاکت خیز نعرہ ہر لبِ شیطان سے نکلا

صحابہؓ گھر گئے چاروں طرف سے بد سگالوں میں
نہ تھا لیکن ہراس و خوف ان اللہ والوں میں

یہ حالت دیکھ کر اک ٹیکرے کا رُخ کیا[3] سب نے
سہارا نامِ تسلیم و رضا کا لے لیا سب نے

بنی لحیاں کے دو سو آدمی نے ٹیکرا گھیرا
نظر قاتل ہی آئے مُنہ صحابہؓ نے جدھر پھیرا

---

[1] رجیع چشمہ سار ہذیل میں سے ایک مقام تھا۔ جو ہدّہ کے قریب واقع تھا۔ (اخبار لا یمان)

[2] بنو لحیان نے پہلے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور آنحضرتؐ نے سریہ بھیج کر قلع قمع کرایا تھا۔ اور ان کا سردار سفیان بن خالد قتل ہو گیا تھا۔ بنو لحیان اس کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ اور انہوں نے بنی عضل و بنی قارۃ کو اس کام پر مامور کیا تھا۔ اور خود دو سو جوان رجیع کے نخلستان میں چھپا رکھے تھے۔ (ابن سعد و زرقانی)

[3] چونکہ مسلمانوں کو ہتھیار ڈالنے کی تعلیم نہ دی گئی تھی۔ اس لئے اگرچہ صحابہؓ صرف دس آدمی تھے۔ لیکن انہوں نے تلواریں کھینچ لیں اور ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ بنو لحیان نے ٹیکرے کو گھیر لیا۔ لیکن اوپر چڑھنے سے پس و پیش کرتے تھے کفار میں سے سفیان ہزلی نے آواز دی۔ تم پہاڑی سے اتر آؤ۔ تو ہم پختہ عہد کرتے ہیں کہ تمہیں امان دے دینگے ساتھ ہی کہا۔ ہم صرف تمہاری وجہ سے کچھ روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ (زرقانی)

شہادت مبلّغین رجیع

ادھر کفّار تھے اس سوچ میں کیسے انہیں ماریں
کہ ہاتھوں میں صحابہؓ کے بھی تھیں اسوقت تلواریں

لیا جانے لگا اب کام مکّاری سے حیلے سے
کہا، تم کو اماں دے دیں اتر آؤ جو ٹیلے سے

کہا عاصمؓ نے مارو تیر اے نامردِ خونخوارو
پناہِ کافراں مجھ کو نہیں درکار غدارو

یہ کہہ کر سونت لی تلوار، بڑھ کر جنگ کی اُن سے
مقدّر تھی یہ ہولی آج خون و رنگ کی اُن سے

لڑے ان کافروں سے آٹھ اصحابِؓ رسول اللہ
شہادت پا گئے آخر یہ احبابِؓ رسول اللہ ﷺ

ہزاراں در ہزاراں رحمتیں ان پاکبازوں پر
کہ نازاں نامِ آزادی ہے ایسے سرفرازوں پر

مرادِ زندگی مقتل میں آنے ہی سے ملتی ہے
حیاتِ دائمی گردن کٹانے ہی سے ملتی ہے

۱؎ حضرت عاصمؓ نے جواب دیا۔ کفّار کے قول و قرار کا مجھے کوئی اعتبار نہیں۔ مجھے تمہاری ذمہ داری منظور نہیں۔ پھر آسمان کی طرف چہرا اٹھایا۔ اور کہا۔ اے خدا تو ہماری حالت کو دیکھ رہا ہے۔ تو اپنے رسول کو ہماری خبر دے۔ (زرقانی)

۲؎ قریش نے چند آدمیوں کو بھیجا کہ عاصم کے بدن سے گوشت کا ایک لوتھڑا لائیں۔ کہ ان کی شناخت ہو۔ قدرت خداوندی نے شہید مسلم کی یہ تحقیر گوارا نہ کی۔ شہد کی مکھیوں نے لاش کو چھپا لیا اور قریش ناکام پھر گئے۔ بات یہ تھی۔ سلافہ بنت سعد کے دو بیٹے میدانِ اُحد میں عاصم کی تلوار سے مارے گئے تھے۔ اس عورت نے حضرتِ عاصم کے کاسۂ سر میں شراب پینے کی قسم کھائی تھی۔ اور یہ قاتل حضرت عاصم کا سر کاٹ کر سلافہ کے ہاتھ بیچنا چاہتے تھے۔ مگر خدا نے اپنے بندۂ خاص کو اس بے احترامی سے محفوظ فرمایا۔ (اخبار الایمان)

اِدھر دُنیا تھی ان آزاد بندوں کی تمنائی
اُدھر قیدی بھی تھے اس طرفہ منڈی کے تماشائی

بہت بڑھ بڑھ کی بولی دی یہاں ہر ایک شیطاں نے
خریدا زیدؓ کو سو اُونٹ کے بدلے میں صفواںؔ[1] نے

خریدا خبیبؓ اک فردِ حارث کے تھے دو بیٹے
کہ بدلا چاہتے تھے باپ کا تقدیر کے ہیٹے

پر اس کے بہت خوش تھے کہ پایا انتقام[2] اپنا
لگانے آتے تھے منڈی میں اس سودے پہ دام اپنا

خبیبؓ و زیدؓ آخر بِک گئے بازارِ مکّہ میں
کیا لے جاکے ان کو قید اُن اشرارِ مکّہ نے

قید میں آزادہ دلوں کا حال

کیا کرتے ہیں جو تبلیغِ آزادی زمانے میں
وہ اکثر کاٹتے ہیں زندگانی قید خانے میں

یہ بندے صابر و شاکر تھے پابندِ رضا دونوں
رہینِ قیدِ تنہائی الگ دونوں جدا دونوں[3]

وہ ایسے مطمئن تھے جس طرح طائر گلستاں میں
وہ ایسے بے خطر تھے شیر ہوں جیسے بیاباں میں

بنو لحیان کی بدعہدی شرارت عضل و قارہ کی
مگر تھیں مطمئن خاموشیاں اہلِ بشارت کی

---

[1] صفوان بن اُمیہ نے حضرت زیدؓ کو خریدا۔ (بخاری)

[2] حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر نوفل کے لڑکوں نے خریدلیا۔ خبیبؓ کے ہاتھ سے میدانِ بدر میں حارث قتل ہوا تھا۔ (تاریخ الحرمین) فرزندانِ حارث ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے کہ باپ کا انتقام زندگی ہی میں لے لیا۔ اور لوگ بھی ان کو مبارکباد دیتے تھے (العادۃ ۲)

[3] دونوں الگ الگ گھروں میں ایک دوسرے سے جُدا قید کئے گئے۔ (زرقانی)

نماز و روزہ تھا ان کا شعارِ قیدِ تنہائی[1]، کسی نے کھانے پینے کی طلب ان میں نہیں پائی

اگر اکلِ حلال ان کو ملے تو کھا بھی لیتے تھے حرام اشیا نہ دو ہم کو، انہیں سمجھا بھی دیتے تھے

نہ حجّت کوئی کرتے تھے نہ طالب تھے رعایت کے نہ دل میں شکوہ تھا، نے حرف تھے لب پر شکایت کے

نہ طوفاں آہ و زاری کے نہ شعلے آہِ سوزاں کے فضاؤں کو بسا دیتے تھے نغمے وِردِ قرآں کے

قریشی کافروں نے لاکھ چاہا اُن کو بہکانا مگر ممکن نہ دیکھا اُن کا دینِ حق سے پھر جانا[2]

سکوتِ شب میں وقفِ وردِ قرآں جب یہ ہوتے تھے کلامِ پاک سن کر سنگدل کافر بھی روتے تھے[3]

ثبات و صبرِ اسلامی نرالی شان رکھتے تھے یہ دل ایمان رکھتے تھے دہن قرآن رکھتے تھے

بے گناہوں کے قتل کی منادی

مسلمانوں کی اخلاقی بلندی کا یہ آئینہ جلائے ڈالتا تھا سینۂ کفّار میں کینہ

یہ صورت دیکھ کر کفّار کے اشرار گھبرائے خیال آیا کہیں مکّہ مسلماں ہی نہ ہو جائے

---

[1] یہ قید میں ایسے صابر و حلیم و مطمئن تھے۔ جیسے کوئی اپنے گھر میں ہو۔ کسی سختی پر شکایت نہ کرتے تھے۔ کچھ بھی طلب نہ فرماتے۔ اور نماز و روزہ اور قرآن سے واسطہ رکھتے تھے۔ (تاریخ العمران)

[2] قریش ان کو ستاتے تھے۔ پھر آزماتے تھے۔ کہتے تھے کہ اسلام سے انکار کر دو۔ تو تم کو نہ صرف چھوڑ دینگے۔ بلکہ مال و منال بھی دینگے

[3] حضرت خبیبؓ اور زیدؓ قید کی راتوں میں ایسی قرأت سے قرآن پڑھتے تھے کہ محلے والے پہروں سنتے اور روتے تھے۔ (ابن سعد)

چڑھا ان خُون کے پیاسوں کو ایسا جوشِ خونخواری
ہوئی اب قیدیوں کو قتل کر دینے کی تیاری

تعیّن ہو گیا تاریخ کا بھی قتل گہ کا بھی
ہُوئے تیّار اب جلّاد بھی، دستہ سپہ کا بھی

مُنادی ہو گئی جو بھی تماشا دیکھنے آئے
جوان و پیر کوئی بھی ہو نیزہ ساتھ میں لائے

کرے ان قیدیوں پر آ کے اِک اِک وار ہر کوئی
بنے اس حِصّہ داری میں بھی حِصّہ دار ہر کوئی

قیدی اپنے قتل کی خبر سنتے ہیں

خبر یہ کُوبہ کُو خانہ بخانہ در بدر پہنچی
یہ سب طے ہو گیا تو قیدیوں کو بھی خبر پہنچی

جناب زیدؓ کے پاس ایک عورت یہ خبر[2] لائی
کہ تم کل قتل ہو جاؤ گے، کیوں کیسی سزا پائی؟

یہ سُن کر نور چھایا چہرۂ زیدؓ ابنِ ثابتؓ پر
نہ پایا تھا کبھی یہ رنگ سیّار و ثوابت پر

کہا تو قتل جس کو کہہ رہی ہے یہ شہادت ہے
بہت مشکل سی ملتی ہے یہ اِک ایسی سعادت ہے

یہ سُن کر محوِ حیرت ہو گئی وہ نیک دل عورت
قریشی قوم کی جلّادیوں پر تھی خجل عورت

---

[1] اب ان کو قتل کر دینے کا فیصلہ ہو گیا اور تاریخ مقرر کر کے منادی کرا دی گئی کہ نہ صرف تماشائی بلکہ وہ لوگ جن کا کوئی عزیز مسلمانوں نے مارا ہے بدلہ لینے کے لئے قتل گاہ میں آ جائے تاکہ ان مسلمانوں سے بدلہ لیا جائے۔ تاکید کی گئی کہ جس کا کوئی بدلہ مسلمانوں پر ہو ہتھیار ساتھ لائے تاکہ اس کی ہوس نہ رہے۔ (تاریخ العمران)

[2] جناب زیدؓ کے پاس جو عورت کھانا لاتی تھی اور نگرانی کرتی تھی۔ اس نے آ کر کہا کہ تم کل قتل ہو جاؤ گے اگر کوئی آرزو ہو تو کہو۔ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ کہا قتل نہیں شہادت ہے۔ (اخبار الایمان)

مسلمانوں کا دِل جب پاک دیکھا لوم و لائم سے
تو قوم اپنی نظر آنے لگی بدتر بہائم سے

مُسلمان قیدی کی خواہش

کہا کوئی اگر خواہش ہو اے مرد خُدا تیری
کوئی پینے کی شئے ہو یا پسندیدہ غذا تیری

بیاں کر مجھ سے، مَیں فوراً مہیا کر کے لاؤں گی
جو کھانا ہو کھلاؤں گی، جو پینا ہو پلاؤں گی

کہا مجھ کو کسی شئے کی نہ رغبت ہے نہ عادت ہے
فقط حُبِّ نبیؐ کا ذوق ہے شوقِ عبادت ہے

مگر تسلیم جاں کے واسطے لازم ہے تیاری
مدد تھوڑی سی تو بھی کر جو ہو شوقِ مددگاری

مجھے حاجت ہے بغلیں صاف کرنے اور نہانے کی
اگر اک استرہ مل جائے سمجھوں گا اسے نیکی

مُسلمان کسی حالت میں غدّار نہیں

کہا بس یہ ذرا سی چیز ہی درکار ہے تجھ کو
ابھی بھجوائے دیتی ہوں مَیں گھر جا کر یہ شئے تجھ کو

لے عورت کو قیدی سے بڑا اُنس تھا۔ اُس نے کہا دیکھو تو کسی چیز کی طلب رکھتا ہو تو میں مہیا کر دُوں گی حضرت زیدؓ نے کسی کھانے پینے کی چیز پر رغبت ظاہر نہ کی۔ البتہ ایک اُسترا مانگا تاکہ خط بنا لیں اور تسلیم جان کے لئے تیار ہو جائیں۔ عورت نے اپنے ننھے بچے کے ہاتھ استرا بھیج دیا۔ (زرقانی)

یہ عورت گھر گئی، اِک جذبۂ صدق و صفا لے کر
وہاں سے ننھا بیٹا اپنا بھیجا اُسترا دے کر[1]

جونہی کچھ دیر گذری اور گھر سے جا چکا لڑکا
تو ایسا وسوسہ پیدا ہوا، عورت کا دِل دھڑکا

یہ قیدی جانتا ہے قتل ہونا ہے اُسے آخر
بجرم بے گناہی جان کھونا ہے اُسے آخر

اگر اُولے کا بدلہ اس کے دِل میں کچھ اثر ڈالے
تو شاید میرے ننھے طفل ہی کو قتل کر ڈالے

یہ خطرہ مامتا پر اس طرح کچھ ہو گیا طاری
کہ گھر کے کام دھندے چھوڑ کر دَوڑی یہ بیچاری

نظر آیا اُسے لیکن یہاں اک اور ہی منظر
کہ قیدی نے بٹھا رکھا تھا اس بچے کو زانو پر[2]

وہ بچہ توتلی باتیں کئے جاتا تھا اُلفت سے
اُسے چمکارتا جاتا تھا قیدی دستِ شفقت سے

یہ صورت دیکھ کر عورت یہ بولی نیک دل بھائی
تجھے معلوم ہے، مَیں کیوں ہوں اب دوڑی ہوئی آئی

مجھے بچے کی جانب سے ہوا تھا سخت اندیشہ
مگر ہتھیار پا کر بھی تو نکلا ہے وفا پیشہ

---

[1] اُسترا بھیج چکی، اندیشہ ہوا کہ اگر قیدی میرے ننھے بچے ہی کو مار ڈالے۔ پیٹ پکڑے ہوئے دوڑی (زرقانی)

[2] آکر دیکھا۔ تو حضرت زیدؓ نے بچے کو زانو پر بٹھا رکھا تھا۔ اور اس سے میٹھی میٹھی باتیں کر رہے تھے۔ سر ٹھیک رہے تھے۔ اور بچہ بھی بڑے شوق سے سنتا اور توتلے پن سے جواب دیتا تھا۔ عورت حیران ہو کر بولی۔ تم تو عجیب آدمی ہو کیا تمہیں معلوم ہے مجھے کس فکر نے ہلکان کر دیا تھا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ تم نے اپنی جان کے بدلے میں اس بچے کی جان لے لی ہوگی۔ کیونکہ ایک کا بدلہ ایک ہوتا ہے۔ حضرت زیدؓ نے کہا۔ سائی پناہ بخدا۔ کیا میں مسلمان نہیں ہوں۔ کیا مسلمان کسی معصوم کی جان بھی لے سکتا ہے؟

(اخبار الایمان)

کہا زید ابنِ ثابتؓ نے معاذ اللہ اے مائی
ترے دِل میں مری جانب سے ایسی بات کیوں آئی؟[1]

مَیں اک انسان ہوں کوئی درندہ ہوں نہ حیواں ہوں
خُدا کے فضل سے مَیں بندہ حق ہوں مسلماں ہوں

مُسلماں کسی بے گنہ سے بدلہ نہیں لیتا

یہ طفلِ بے گنہ معصوم مخلوقِ خدا بچّہ
یہ پیارا، بھولا بھالا، سیدھا سادہ بے رِیا بچّہ

مَیں اس کی جان لوں، کیا شیر چیتا بھیڑیا ہوں مَیں
مَیں انسان ہوں مُسلماں ہوں محبِّ مصطفےٰ ہوں مَیں

مُسلماں اور خونخواری کرے یہ ہو نہیں سکتا
خُدا کا بندہ غدّاری کرے یہ ہو نہیں سکتا

مُسلمانوں سے ایسا ظلم سرزد ہو نہیں سکتا
خُدا کو ماننے والا کبھی بد ہو نہیں سکتا

یہ سب خُلقِ محمّدؐ کے کرشمے ہیں

ہُوئی جاتی تھی عورت سُن کے باتیں غرقِ حیرانی
سرایت کر رہا تھا اس کے دِل میں نُورِ ایمانی

وہ دِل ہی دل میں پوچھتی تھی کوئی دیں ایسا بھی ہوتا ہے
بشر سے شر نِکل جائے کہیں ایسا بھی ہوتا ہے

---

[1] حضرت زیدؓ نے کہا۔ ہم مُسلمان ہیں اور مُسلمان کبھی غدّاری نہیں کرتا۔ (ارشاد الحکمۃ)

مُسلماں ہو کے ہو جاتا ہی کیوں انساں رحیم ایسا ۔۔۔ کہاں سے اس میں آجاتا ہے اندازِ حلیم ایسا؟
وہ اب سمجھی کہ پرتو ہے یہ سب خُلقِ محمدؐ کا ۔۔۔ چراغ ان کے دلوں میں ہے اسی نورِ مجردؐ کا

قتل کا میلا[۲]

کُھلیں جب کھڑکیاں مکّے میں قصرِ صبحگاہی کی ۔۔۔ گُنہ دینے چلا پاداشِ جُرمِ بے گناہی کی
گڑی تھیں سُولیاں مقتل میں ہر سُو ایک ریلا تھا ۔۔۔ تماشائی پلے پڑتے تھے گویا ایک میلا تھا
قریشی مرد و زن پیر و جواں اطفال یکجا تھے ۔۔۔ رئیس و مفلس و بدخُو و بداعمال یکجا تھے
بہت سے لوگ ہتھیاروں میں یُوں سج سج کے آئے تھے ۔۔۔ کہ جیسے جنگ تھی درپیش گھر کو تج کے آئے تھے
مُعمّر اور کمسن برچھیاں بھالے سنبھالے تھے ۔۔۔ کمندیں بھی کئی اک نوجواں کندھوں پہ ڈالے تھے
قریشی سر غنے مُرغانِ زرّیں بن کے نکلے تھے ۔۔۔ بُہت ملبوس بدلے تھے بُہت بن ٹھن کے نکلے تھے

---

۱ عن عبداللہ بن عمرو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا اھل الارض یرحمکم من فی السماء (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ رحم کرنے والوں پر رحیم رحم کرتا ہے زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو تاکہ آسمان پر رہنے والا تم پر رحم کرے۔

۲ حرم کے حدود سے باہر تنعیم کے میدان میں یہ قتلگہ قرار دی گئی تھی۔ تاریخ مقرر ہو گئی تھی۔ مکّہ میں منادی کرادی گئی تھی۔ اس لئے یہاں صبح ہی میلا سا لگا ہوا تھا۔ اکثر لوگ ہتھیار سجا کر آئے تھے۔ (العادۃ العرب)

سرِ مقتل پہن کر آئے تھے کچھ لوگ زیور بھی[1]
سواری میں یہاں گھوڑے بھی تھے اونٹ اور خچر بھی

نظر آتے تھے ہر جانب مظاہر زنگا رنگی کے
پرے موجود تھے باقاعدہ اک فوجِ جنگی کے

پھریرے حسن کے غارت کے رایت جنگ کے جھنڈے
فضا میں اُڑ رہے تھے آج زنگارنگ کے جھنڈے

دمادم ڈھول ڈھم ڈھم کر رہے تھے جھانجھ بجتے تھے
دفیں سر پیٹتی تھیں اور دمامے گرجتے تھے

غضب کا شور و شر تھا آج اس ریلے جھمیلے میں
یہ قتلِ عاشقاں کی دھوم تھی آئے تھے میلے میں

شوق جب مقتل کی جانب پا بجولاں لے چلا

اچانک اک نیا طوفان اس طوفان میں آیا
نرالا شور اس ہنگامہ زا میدان پر چھایا

یہ نعرے خاک سے اس طرح ابھرتے تا سما پہنچے
خوشی گونجی کہ لو مقتول بھی مقتل میں آپہنچے[2]

یہ شانیں اللہ اللہ مجرمانِ عشق و ایماں کی
کہ تھیں دست و گریباں دھجیاں دست و گریباں کی

بندھے تھے پشت پر ہاتھ انکے پیروں میں تھیں زنجیریں
نظر آتی تھیں دو آزادیِ فطرت کی تصویریں

---

۱ بعض بڑے آدمی زیور پہن کر آئے کہ قومی شان اس انتقام کے دن قائم رہے۔ جنگی لباس۔ زرہیں اور خود پہن کر آنے والے نمایاں تھے۔ (العادۃ العرب)

۲ جس وقت قیدی لائے گئے تنعیم میں ہلچل پڑ گئی۔ لوگ چاروں طرف سے شور مچاتے ہوئے دوڑے (اخبار الاعیان)

یہ اک اللہ کے بندے، یہ دو احرار دو قیدی
یہ اک توحید کے پابند دو مختار دو قیدی
قدم مقتل کے راہی عرش پیما تھے دماغ ان کے
نجانے کیا نظر میں تھا کہ دل تھے باغ باغ ان کے

مسلمان قیدیوں سے کافروں کا سلوک

یہ دو شیدائے حریت تھے زیرِ چرخِ مینائی
جنہیں گھیرے ہوئے تھے خاکِ مقتل پر تماشائی
انہیں دیکھا تو یک دم پل پڑی تضحیک بازاری
ہنسی، ٹھٹھا، تمسخر، طعن، آوازے دلآزاری[1]
جھپٹ کر ان کی جانب قرشیوں کی ٹولیاں لپکیں
کچوکے، دھول دھپا گالیاں اور چٹکیاں لپکیں
مگر خاموش تھے قیدی نگاہوں میں تبسم تھا
یہ خودداری ہی ان کی اک شریفانہ تکلم تھا
اسی حالت سے مقتل میں یہ آخر کار آپہنچے
یہ منصوروں کے ہادی تھے قریب دار آپہنچے

یک جان دو قالب

ہوئے یکجا خبیبؓ و زیدؓ بچھڑے تھے کئی دن کے
نگاہیں ہوگئیں روشن ستارے مل گئے ان کے[2]

---

[1] قریش کے انبوہ نے قیدیوں کو دیکھا۔ تو ضحکہ کرنے لگے۔ بعض نے بعض کو ان پر دھکا دیا۔ اور بعض نے خاک اڑائی۔ (اخبار الایمان)

[2] خبیبؓ اور زید ایسے بشاش تھے۔ جب وہ باہم مل رہے تھے کہ کفار حیرت زدہ ہوگئے۔ (تاریخ العمران باب رجیع)

اخوت تھی بغل گیر اس محبت اس بشاشت سے
کہ منہ تکنے لگے کفار ان کا فرطِ حیرت سے[1]

نگاہوں میں ثبات و صبر کی پُرزور تاکیدیں
جبینیں اس طرح پُرنور تھیں قربان تھیں عیدیں

نظر آئے جو یُوں مسرور یہ آزادِ زنجیری[2]
قریشی کافروں کو شاق گذری یہ بغلگیری

بڑھے[3] حارث کے بیٹے تاؤ میں صفوانؔ بھی نکلا
قریشی سرغنے دوڑے ابو سفیان بھی نکلا

اِسلام سے پھر جانے کی ترغیب

ابو سفیان بولا، اے گنہگار و مسلمانو
تمہاری قتل گہ ہے یہ اسے میلا نہ گردانو

اگر تم آج بھی توبہ کرو اسلام کو چھوڑو
محمدؐ اور اس کے ماننے والوں سے منہ موڑو

تو ہم تُم کو رہائی دیں گے اور خوشحال کردیں گے
تمہیں بخشیں گے وہ دولت کہ مالا مال کردیں گے

نہ مانو گے تو تم دونوں کو سُولی پر چڑھائیں گے
محمدؐ کی رفاقت کا مزہ تُم کو چکھائیں[4] گے

---

[1] خبیبؓ اور زیدؓ ایسے بشاش تھے۔ جب وہ باہم مل رہے تھے۔ کہ کفار حیرت زدہ ہو گئے۔ (تاریخ الغمران باب جمیع)

[2] دونوں قیدیوں نے مدت کے بعد آج اپنے مقتل ہی میں ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں محبت سے بغلگیر ہو گئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو صبر و استقلال کی تاکید کی۔ اس بغلگیری کو دیکھ کر اوران کو مسرور پا کر کفار نے دونوں کو جدا کر دیا۔ (تاریخ الغمران)

[3] خبیبؓ کو حارث بن عامر کے بھتیجے حجیر بن ابی اہاب نے جھپٹ کر جدا کر کے اپنے قبضے میں کیا۔ (رشاد الحکمۃ)

[4] ان قیدیوں سے کہا گیا کہ اگر تم اسلام سے توبہ کر لو۔ تو ہم تمہیں آزاد کردیں گے اور مال و دولت بھی دیں گے اگر نہ مانو گے تو تمہاری موت یقینی ہے (طبری)

نری سُولی نہیں، تم کو اذیت دے کے ماریں گے
تم ہی دونوں پہ ساری قوم کا غُصہ اتاریں گے

دار کے نیچے مُسلمانوں کا نعرۂ حق

خبیبؓ و زیدؓ دونوں مسکرائے یہ خبر سُن کر
خبیب اس طرح بولے، اے اذیّت کوش اے کافر

اگر قارُون کی دَولت زمانے بھر کا مال و زر
ہمیں اسلام کے بدلے ملے ہم تھوک دیں اُس پر

دو روزہ اور فانی عزّت و اقبال کیا شے ہے
یہ زر یہ زندگانی اور جاہ و مال کیا شے ہے[1]

محمدؐ سے نہ پلٹیں گر ملے ہم کو خدائی بھی
بغیر اسلام کے ہم کو جہنّم ہے رہائی بھی

سایۂ دار میں نمازیں

ابوسُفیان بولا تیری جرأت دیکھ لیتے ہیں
محمدؐ سے ترا صدق و محبّت دیکھ لیتے ہیں

گھڑی بھر میں تُو اپنے ادّعا کو بھول جائے گا
محمدؐ کو محمدؐ کے خدا کو بھول جائے گا

بیاں کر جو بھی ہو مرنے سے پہلے آرزو تیری
پھر اس کے بعد دیکھیں گے نرالی ہاؤ ہُو تیری

اَبوسُفیان نازو کِبر سے اب مُسکرایا بھی
غرور و مسخرہ پن اور لوگوں کو دکھایا بھی

---

[1] خبیبؓ بن عدی نے جواب دیا جب اسلام ہی باقی نہ رہا۔ تو جان کو رکھ کر کیا کریں گے۔ (رحمۃ للعلمین)

تعلّی کفر کی سُن کر، باطمینان دیں بولا
تبسّم زیرِ لب فرما کے قیدی نے دہن کھولا

کہا، دانہ نہ پانی اور نہ دولت چاہتا ہوں میں
فقط دو نفل ادا کرنے کی مہلت[1] چاہتا ہوں میں

یہ مہلت مل گئی، قیدی نے دو رکعت ادا کر لی
نمازی نے نمازِ آخری پڑھ لی دعا کر لی

شعاعِ طُور کی آئی جھلک پُرنور چہرے پر
شہادت کی تجلّی چھا گئی مسرور چہرے پر

ذرا سی دیر میں یہ فرض ادا فرما دیا اُس[2] نے
عبودیّت کا سارا قرض ادا فرما دیا اُس نے

نماز ادا کرنے میں عُجلت کا سبب

کہا مَیں چاہتا تھا سجدے ہوتے اور طُولانی
جبینِ بندگی ہے، عاشقِ درگاہِ ربّانی

اگر سجدے مرے حاصل ذرا سا طُول کر لیتے
تو شاید تم اسی کو خوف پر محمُول کر لیتے

چلو خیر اب مَیں فارغ ہُوں چڑھاؤ مجھ کو سُولی پر
بڑھوں میں خود ہی، یا تم لے کے جاؤ مجھ کو سُولی پر

یہ کہہ کر یادِ حق میں گُم ہوّا اللہ کا دیوانہ
سرِ شمعِ شہادت آ گیا خود آپ پروانہ

گلوئے عشق میں ڈالا گیا جلّاد کا پھندا
پکڑ کر دار پر باندھا گیا اللہ کا بندا

[1] پُوچھا گیا۔ کوئی آرزو ہو تو بیان کرو۔ حضرتِ خبیبؓ نے کہا صرف دو نفل نماز پڑھنے کی مہلت درکار ہے (رشاد الحکمۃ)

[2] حضرتِ خبیبؓ نے بہت جلد نماز ادا کر لی۔ اور کہا۔ جی چاہتا تھا۔ کہ میرے سجدے ذرا طُولانی ہوتے۔ لیکن شاید تم سمجھتے کہ موت سے ڈرتا ہے۔ اِس لئے مَیں نے نماز مختصر کر دی۔ (اخبار الایمان)

خدا جانے محبت کے یہ کیا اسرار ہوتے ہیں
جو سر سجدوں میں جھکتے ہیں وہ زیبِ دار ہوتے ہیں

بڑھایا مرتبہ کردار کا گفتار کے اوپر
کہ واعظ بر سرِ ممبر ہیں، عاشق دار کے اوپر

اذیت دہی کے لئے صلائے عام

چڑھایا جا چکا جب دار پر منصورِ آزادی
صدائے ہاؤ ہو سے گونج اٹھی تنعیم کی وادی

ہوا اعلان ان لوگوں سے جو بدلے کا طالب ہو[1]
اُحد یا بدر کا غصہ ابھی تک جس پہ غالب ہو

وہ بوڑھا ہو کہ بچہ لے کے نیزہ اس جگہ آئے
کرے ہلکا سا وار ایسا کہ یہ قیدی مزہ پائے

مگر تاکید ہے مرنے نہ پائے وار سے قیدی
فقط چلا اُٹھے اس لذتِ آزار سے قیدی[2]

یہ سنتے ہی عجب جوشِ جنوں پیدا ہوا سب میں
یہ انساں تھے مگر شیطاں سرایت کر گیا سب میں

اِنتہائی آزار۔ اِنتہائی عقوبت

جوانمردی کی یہ صورت نہ تھی اب تک نظر آئی
بندھے قیدی پہ نیزے تان کر دوڑے تماشائی

---

[1] اعلان کیا گیا کہ بدر یا اُحد میں جن کے عزیز مارے گئے ہوں۔ اور اُن کا بدلہ باقی ہو۔ ان قیدیوں پر نیزہ کا وار کر کے اپنے دل کی پیاس بجھائے۔ (تاریخ العمران)

[2] بے رحموں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزوں کی اَنی سے ان کے جسموں کے ایک ایک حصے پر چرکے لگائیں۔ (تاریخ ابن ہشام)

ہزاروں تیز انیاں تھیں قیامت کے کچوکے تھے
مگر ایذا رسانی چاہتے تھے ہاتھ روکے تھے[1]

عجب تھے کارنامے گرگ زادوں اور گرگوں کے
سہارا دے رہے تھے ہاتھ خوردوں کو بزرگوں کے

ہنسی تھی دل لگی تھی کھیل تھا جوشِ تماشا تھا
ہزاروں کا تنِ واحد پہ حملہ بے تحاشا تھا

نظر آتی تھیں یُوں ال کر سنانیں جسمِ انور سے
شعاعیں پھوٹتی ہوں جس طرح خورشیدِ خاور سے

تنِ مردِ مسلماں تھا مشبک زخمِ پیہم سے
مگر اک آہ بھی گونجی نہ اُس فردِ مکرّم سے

بسا ہو جلوۂ محبوبِ حق جن کی نگاہوں میں
وہ دل کا راز کہتے ہیں نہ اشکوں میں نہ آہوں میں

شہید کا آخری امتحان

ابُوسفیاںؔ نے اب سب کو ہٹایا ہنس کے یُوں بولا[2]
اذیّت نے ترا قفلِ دہن اب تک نہیں کھولا

اگر اس وقت بھی تُو منکرِ اسلام ہو جائے
تو تیری جان بچ جائے تجھے آرام ہو جائے

وگرنہ یہ سمجھ لے آج تیری جان جاتی ہے
یہی ضد ہے جو انسانوں کو سُولی پر چڑھاتی ہے

---

[1] چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھ میں نیزے دیے گئے۔ اور بڑوں نے ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں سے سہارا دے کر وار کروائے (العادۃ العرب)

[2] ابوسفیان نے عین اس وقت جب خبیبؓ ابن عدی زخموں سے چُور تھے۔ پُوچھا اب بھی تیری زندگی بچ سکتی ہے۔ اگر تو محمدؐ کی رفاقت سے انکار کر دے۔ بلکہ مَیں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ تیرا علاج ہی نہیں۔ بلکہ تجھے دولتِ دنیا سے مالامال کر دوں گا۔ ورنہ مزید اذیّت موجُود ہے۔ (اخبار الایمان)

خبیبؓ اس وقت لاکھوں زخم تھے کھائے ہوئے تن پر　　تبسم پھر بھی آیا ان کو استفسارِ دشمن پر

خبیبؓ کا آخری جواب

کہا درد و اذیت جھیلنا تو کارِ آساں ہے　　یہ بازی جان دے کر کھیلنا فرضِ مسلماں ہے
یہ سب آساں مگر اسلام سے انکار نا ممکن　　ہمیشہ کے لئے ہو جاؤں میں فی النّار نا ممکن[1]
نہ چھوڑوں گا کبھی میں احمدِ مختار کا دامن　　کہ دو جگ کا سہارا ہے خیالِ یار کا دامن
یہ کہہ کر عرش کی جانب نظر کی اور دعا مانگی　　خدا سے جذبۂ حُبِّ نبیؐ کی انتہا مانگی[2]

خبیبؓ کی دُعا

دعا مانگی کہ اے اللہ تو دانا و بینا ہے　　یہاں جتنے بھی ہیں موجود سب کے دل میں کینہ ہے

---

[1] خبیبؓ نے جواب دیا۔ ابوسفیان! اگر تمھے اندازہ ہوتا۔ کہ دوزخ کی آگ کیا چیز ہے۔ جو کافروں کے لئے مقدر ہے تو تُو یہ نہ کہتا۔ مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ (اخبار الایمان)

[2] خبیبؓ نے دعا مانگی۔ اللھم بلغنا رسلہ رسولك فبلغه ما یصنع بنا (ترجمہ) اے اللہ ہم نے تیرے رسولؐ کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیے۔ اب تو اپنے رسولؐ کو ہمارے حال کی اور ان کے کارناموں کی خبر پہنچا دے۔ (رحمۃ للعالمین)

حضرت خبیبؓ نے صلیب پر جو فی البدیہہ اشعار پڑھے ان کو مولوی محمد سلیمان منصور پوری نے جمع فرما کر رحمۃ للعالمین میں درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہوں:

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا　　گروہ در گروہ میرے چاروں طرف جمع ہو گئے ہیں۔ اور
قبائلھم واستجمعوا کل مجمع　　انہوں نے اور بہت سی جماعتوں کو بلا لیا ہے۔

یہ مجمع کفر کا ہے بے حد و تعداد و اندازہ — اسے گن لے پریشاں کر دے یارب ان کا شیرازہ
نہیں کوئی بھی ان میں جو مرا پیغام لے جائے — سلامِ شوقِ محبوبِ خدا کے نام لے جائے

وکلھم مبدی العداوۃ جاھد	یہ سب میرے دشمن اور عداوت ظاہر کرنے والے ہیں۔ اور
علی لانی فی وثاق بمضیع	میں اس مہلک جگہ بندھا ہوا ہوں۔
وقد جمعوا ابناءھم ونساءھم	انہوں نے اپنی عورتوں کو بھی جمع کیا ہے۔ اور مجھے ایک
وقربت من جزع طویل ممنع	اُونچی اور مضبوط لکڑی کے پاس لے آئے ہیں۔
وقد خیرونی الکفر والموت دونہ	کہتے ہیں کفر اختیار کر تا کہ آزادی مل جائے مگر اس سے تو موت میرے
وقد ھملت عینا من غیر مجزع	لئے بہت آسان ہے میری آنکھوں میں آنسو ہیں مگر میں روتا پیٹتا نہیں۔
فلست بمبد للعدو وتخشعا	میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا۔ نہ روؤں گا۔ نہ چلاؤں گا
ولا جزعا انی الی اللہ مرجعی	میں جانتا ہوں۔ اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔
ومالی حذار الموت انی لمیت	میں تو لپٹ جانے والی آگ کے خون چوسنے سے حذر کرتا
ولکن حذاری حجم نارِ ملفع	ہوں۔
فذوالعرش صبرنی علیٰ مایرادبی	عرش عظیم کے مالک نے مجھ سے خدمت چاہی شکیبائی کے لئے فرمایا اب
فقد بصغوالحمی وقد یاس مطمعی	انہوں نے مار پیٹ سے میرا گوشت کوٹ کر رکھدیا ہے مجھے اُن سے اُمید نہیں
الی اللہ اشکو غربتی ثم کربتی	اپنی بیچارگی۔ بے وطنی کی فریاد۔ اور ان کے ارادوں کی
وماارصد الاحزاب لی عند مصرعی	فریاد خدا سے کرتا ہوں۔
فواللہ ماارجوا دامت مسلما	بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو مجھے پروا نہیں
علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی	کہ راہِ خدا میں کس پہلو پر موت آتی ہے۔
وذٰلک فی ذات الالٰہ وان یشاء	خدا کی ذات اگر چاہے۔ تو وہ میرے گوشت کے ایک
یبارک علی اوصال شلو ممزع	ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے گا۔

الٰہی تو ہی بندے کا سلامِ شوق پہنچا دے
مرے محبوب تک میرا پیامِ شوق پہنچا دے

پڑھے اشعار اب بسمل نے شوقِ والہانہ سے
فضائیں گونج اٹھیں اس نیازِ عاشقانہ سے

قاتلوں پر مقتول کی ہیبت

ادھر یہ ہو رہا تھا اس طرف اک خوف تھا سب پر
بہت سی بھاگ اٹھے پیدل بہت سی چڑھ کے مرکب پر[1]

بدن پر ان کے رعشہ تھا زبانوں پر دہائی تھی
کہ ظالم قاتلوں پر ہیبتِ مقتول چھائی تھی

انہیں ڈر تھا مبادا یہ مسلماں بددعا کر دے
خدا اُن کا ہمارے سارے کنبے کو فنا کر دے

مگر اشرارِ کامل برچھیاں تانے ہوئے دوڑے
ادھر جلاد بھی دامن کو گردانے ہوئے دوڑے

چڑھا تھا بھوت بدلے کا جنیثوں بدخصالوں پر
تنِ مومن تراز و کر لیا خوں ریز بھالوں پر

لبِ مقتول سے گونجا ادھر کلمہ شہادت کا
ادھر وہ جسم تھا رنگین آویزہ سعادت کا

زہے وُہ نور کا بقعہ فلک کو چھا لیا جس نے
سعادت یاب تھا بندہ خُدا کو پا لیا جس نے

---

[1] اس وقت حضرت خبیبؓ کی زبان سے اس طرح کے اقوال نکلے۔ کہ کفار کے قلوب پر ہیبت چھا گئی۔ بہت سے بھاگ گئے۔ بہت لوگوں نے اپنے بیٹوں کو چھپا لیا۔ حتیٰ کہ ابوسفیان معاویہ کو لٹاتا اور اس کو کپڑے سے ڈھانپتا تھا۔ ایک شخص سعید بن عامر جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کا یہ حال تھا۔ کہ حضرتِ عمرؓ کے زمانہ میں جب کبھی انہیں خبیبؓ کا واقعہ یاد آتا۔ تو ان پر غشی طاری ہو جاتی۔ (ابنِ ہشام)

ایمانِ زید کا امتحان

جنابِ زیدؓ نے آنکھوں سے یہ سب ماجرا دیکھا
فلک کی سمت جاتا ایک بقعہ نور کا دیکھا

انہیں بھی دشمنانِ دیں قریبِ دار لے آئے
کہا انکار کر اسلام سے تو جان بچ جائے

جنابِ زیدؓ نے یہ بات نامنظور فرمائی
تو ٹوٹی قاتلوں کی نیزے لے کر اُن کے گرد آئی

کہا تم بھی اگر چاہو نماز اپنی ادا کر لو
خدا سے مانگ لو کوئی مدد، کوئی دعا کر لو

تمہیں مرنے سے پہلے اس قدر فرصت تو ہے بارے
یہ کہہ کر از رہِ طنز و تمسخر ہنس پڑے سارے

ابوسفیان بولا سب دکھاوے کی یہ باتیں ہیں
یہاں سُولی کھڑی ہے شاخِ آہو پر براتیں ہیں

تری نیّت بدل جائے جو یہ منظر نظر میں ہو
محمدؐ ہوں یہاں تیری جگہ، تو اپنے گھر میں ہو

پائے محمدؐ کی خلش بھی ناقابلِ برداشت

کہا او بے وقوف او لذتِ ایماں سے بیگانے
محمدؐ اور محمدؐ کی محبّت کو تو کیا جانے

---

[1] ابوسفیان نے کہا۔ سچ کہہ کیا تیرا دل نہیں چاہتا۔ کہ تو اپنے گھر میں ہوتا۔ اور آج تیری جگہ محمدؐ ہوتے۔ حضرت زیدؓ نے کہا۔ معاذ اللہ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا۔ کہ پائے محمدؐ میں کانٹا بھی چبھ جائے۔ (ابنِ ہشام)

کہاں برداشت دیکھی تُو نے شیدائے محمدؐ کی! ۔ خلش برداشت کر سکتا نہیں پائے محمدؐ کی
تری باتوں پر اب میں کان ہرگز دھر نہیں سکتا ۔ تری بکواس کو سننا گوارا کر نہیں سکتا!
بس اب خاموش ہو جا بند کر یہ قیل و قال اپنی ۔ اذیّت دے مجھے یا قتل کر حسرت نکال اپنی
یہ سُن کر کافروں نے گالی گفتہ کی جھڑی باندھی ۔ غبارِ خاک کی ہر سمت سے چلنے لگی آندھی
نہ تھا تضحیک کا کوئی اثر مردِ مسلماں پر ۔ نظر تک بھی نہ ڈالی اُس نے رُوئے بدسگالاں پر[1]
شہادت کے نشے میں جب کوئی سرشار ہوتا ہے ۔ بھلا درد و اذیّت سے کہیں بیدار ہوتا ہے
ادا فرمائے فرطِ شوق سے دو نفل شکرانہ ۔ دکھایا ان کمینوں کو یہ اندازِ شریفانہ

چلا اب خود ہی سُوئے دار یہ پروانہ ملّت کا[2]
قریشی فوج کے چہروں پہ چھایا رنگ ذلّت کا

شہیدوں کی لاشوں سے بدلہ

بڑھے کفار ہر جانب سے بھالے برچھیاں تانے ۔ لگے بڑھ کر بندھے قیدی پہ مشقِ ناز فرمانے

---

[1] ابو سفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا تُم نے محمدؐ کے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ محمدؐ سے جتنی محبت رکھتے ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی (اخبار الایمان)
[2] حضرت زیدؓ خود ہی بڑھ کر دار پر چڑھ گئے۔ حالانکہ وہ بہت ضعیف تھے۔ (اخبار الایمان)

ہزاروں برچھیاں گاڑی گئیں اس جسمِ لاغر میں　ہوئی تسلیم جاں اک نعرۂ اللہ اکبر میں[1]
لبِ مقتول پر اس شان سے اللہ اکبر تھا　زمیں بیتاب و مضطر تھی فلک حیران و ششدر تھا
صدائے تکبیر کی کچھ اس طرح چھائی فضاؤں پر　پڑی اِک تھرتھری انبوہِ باطل کی صداؤں پر
دلوں میں ہول پھر پیدا ہُوا کچھ تھرڈلے بھاگے　چھُری لے کر بڑھا نسطاس صفوان کا غلام آگے[2]
جنابِ زیدؓ کے لاشے کا سر ملعون نے کاٹا　تنِ مقتول سے گُردے نکالے اور لہو چاٹا
کیا لاشوں کا مُثلہ اب گروہِ اہلِ مکّہ نے　نہیں روکا کسی بھی حق پژوہ اہلِ مکّہ نے[3]

گناہِ بے گناہی

خطا یہ تھی کہ یہ اللہ کو واحد سمجھتے تھے　زمین و آسماں کے شاہ کو واحد سمجھتے تھے
خطا یہ تھی کہ یہ قرآن پر ایمان لائے تھے　قوانینِ صداقت اِن کی جان و دل پہ چھائے تھے
خطا یہ تھی خدا کو قادرِ مطلق سمجھتے تھے　محمدؐ کو نبیؐ، قرآن کو برحق سمجھتے تھے
خطا یہ تھی کہ پروانے تھے یہ شمعِ رسالت کے　اصول ان کو پسند آئے تھے انصاف و عدالت کے

---

[1] ایک شقی نے عین قلب پر نیزہ مارا۔ قلب چھد گیا۔ حضرتِ زید کے منہ سے ایک بلند آواز اللہ اکبر کی نکلی۔ (اخبار الایمان)

[2] صفوان کے غلام نسطاس نے حضرتِ زید کا سر کاٹ دیا۔ (ابنِ ہشام)

[3] شہیدوں کی لاشوں کا مُثلہ کیا گیا۔ یعنی ناک کان کاٹے گئے۔ اور گُردے نکالے گئے۔ (تاریخ العمران)

خطا یہ تھی کہ یہ انصاف کا احساس کرتے تھے
یتیموں اور بیواؤں کے حق کا پاس کرتے تھے

خطا یہ تھی کہ رکھتے تھے یہ مزدوروں سے ہمدردی
انہیں بھاتی نہ تھی نامرد اہلِ زر کی نامردی

خطا یہ تھی، غلاموں کی رہائی ان کا مقصد تھا
یہ فرمانِ الٰہی تھا، یہ ارشادِ محمدؐ تھا

خطا یہ تھی، انہیں مطلوب تھی انساں کی آزادی
بسانا چاہتے تھے اِک نئی آزاد آبادی

خطا یہ تھی کہ مظلوموں کا دل میں درد رکھتے تھے
نہاں سینوں میں قلبِ گرم و آہِ سرد رکھتے تھے

خطا یہ تھی، نہیں تھا ناز ان کو زور و طاقت پر
کہ وحشی پن کو یہ محمول کرتے تھے حماقت پر

خطا یہ تھی، نہیں تھا اہلِ عالم سے حسد ان کو
بُری معلوم ہوتی تھی حسد کی خوئے بد ان کو

خطا یہ تھی کہ قتل و رہزنی تھی ناپسند ان کو
کیا تھا دینِ حق نے آشتی سے بہرہ مند ان کو

خطا یہ تھی یہ اہلِ درد تھے ہمدردِ انساں تھے
اخوت اور مساواتِ بنی آدم کے خواہاں تھے

خطا یہ تھی کہ امن و صلح[1] نصب العین تھا ان کا
زمانے بھر کی بے چینی سے دل بے چین تھا ان کا

خطا یہ تھی یہ مظلوموں کے مجبوروں کے حامی تھے
عدوئے جبرِ سرمایہ تھے، مزدوروں کے حامی تھے

خطا یہ تھی یہ امرِ حق کو پھیلانے کے درپے[2] تھے
دلِ غفلت زدہ کو ہوش میں لانے کے درپے تھے

---

[1] وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ ۔ پ۲ ۔ البقرہ ۔ ع۲۸ ۲۲۴ — لوگوں کے درمیان صلح قائم کرو۔

[2] هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۔ پ۸ ۔ الانعام ۔ ع ۱۴۸ — کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے پس اُسے ہماری خاطر ظاہر کرو۔

خطا یہ تھی کہ یہ خوابیدہ غیرت کو جگاتے تھے
یہ بندوں کو سبق آزاد ہونے کا پڑھاتے تھے

خطا یہ تھی کہ یہ ڈھارس بندھاتے تھے ضعیفوں کی
بساطِ ارض کو بستی بناتے تھے شریفوں کی[1]

یہ اُن کی نیکیاں ان کے شرف ان کی خطائیں تھیں[2]
اسی باعث یہ سارا جَورِ ناحق تھا جفائیں تھیں

بڑی بھاری خطائیں تھیں یہ باطل کی نگاہوں میں
کہ ان سے زلزلہ آتا تھا شاہی بارگاہوں میں

یہ بندے تھے نظامِ شہریاری کے لئے خطرہ
اجارہ داری و جاگیرداری کے لئے خطرہ

نظام ان کا نظامِ سود خواری کے لئے مہلک
وجُود ان کا رگِ مردم شکاری کے لئے مہلک

باطل حق پر غضب ناک تھا

خفا تھا طیش میں آیا ہوا تھا نفسِ شیطانی
کہ پھر انسان بنتی جا رہی تھی نوعِ انسانی

---

[1] وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا۔ پ۸ اعراف ع۷ کسی زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو۔

[2] كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ پ۴۔ آل عمران۔ ع۱۲۔ ۱۱۰ — تم لوگ (اے مسلمانو) باقی لوگوں کے لئے ایک بہترین اُمت (صفحۂ زندگی پر) لائے گئے ہو۔ مطابق شرع کے حکم دیتے ہو۔ برائیوں سے منع کرتے ہو۔ اور خدا پر پکا یقین رکھتے ہو۔

قریش تمام عرب پر مذہبی حکومت کرتے۔ اور کعبہ کی وجہ سے ہمسائیگانِ خدا بلکہ آل اللہ یعنی خاندانِ الٰہی کہلاتے تھے۔ دوسرے قبائل کی مخالفت کا سبب یہ تھا۔ کہ تمام قبائل کی وجہ معاش لُوٹ مار اور غارت گری تھی۔ اور اسلام نہ صرف قولاً بلکہ عملاً روکتا تھا۔ اس لئے وہ جانتے تھے کہ اگر اسلام قائم ہو گیا تو ہمارے ذرائع معاش بند ہو جائیں گے۔ (سیرت النبی)

بشر کو ڈھور ڈنگر جاننے والے غضب میں تھے
مثالِ مار پیچ و تاب میں رنج و تعب میں تھے

پڑے تھے رہزنوں غارت گروں کو پیٹ کے لالے
مبادا رزق ان کا بند کر دیں یہ خدا والے

جہانِ جبر و استبداد اُمڈا متحد ہو کر
جہاں سے نقشِ حرّیت مٹانے پر بضد ہو کر

شکستِ بدر کی خفّت، اُحُد کی نامرادی کیا!
فساد و غدر سے باز آتے ہیں قاتل فسادی کیا؟

فساد و غدر پر جن کا مدارِ زندگانی ہو،
تو پھر کیسے قبول ان کو نویدِ آسمانی ہو

نویدِ آسمانی کے مقابل خبثِ سفلی

نویدِ آسمانی ہی بقا ہے رحم و رافت کی
نویدِ آسمانی ہی فنا ہے ہر کثافت کی

نویدِ آسمانی نور برساتی ہے دُنیا میں
خوشی ہر سُو قریب و دُور پھیلاتی ہے دنیا میں

مگر خبث و کثافت حیلہ و تدبیر کرتے ہیں
دغا کرتے ہیں، بے ایمانی و تزویر کرتے ہیں

یہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں شمعِ ربّانی
یہ رحمت کو دکھانا چاہتے ہیں بغضِ شیطانی

یہ پیغامِ خُدا کے ہر مبلّغ پر جھپٹتے ہیں
بنی آدم کو زہری سانپ بن بن کر لپٹتے ہیں

دغابازی جبلّت ہے جفاکاری شعار ان کا
حرام ان کی کمائی گندگی ہے کاروبار ان کا

طبیب مایوس نہیں ہوتے

یہی باطل ہے۔ حق جس کے فنا کرنے کو آتا ہے
مرض اُبھرے تو حاذق بھی دوا کرنے کو آتا ہے

دوا کو فکر ہوتی ہے فقط آرام دینے کی
مرض کرتا ہے کوشش دمبدم آلام دینے کی

طبیب امراض کی شدت سے گھبراتے نہ ڈرتے ہیں
دوا دیتے ہی جاتے ہیں جفا پر صبر کرتے ہیں

بالآخر سعیٔ پیہم سے مرض کافور ہوتا ہے
طلوعِ صبحِ صادق سے اندھیرا دُور ہوتا ہے

مامُور کا ضبط و صبر

ملائک لے کے یہ اخبار دل افگار آتے تھے
بگوشِ پاکِ ہادیؐ دمبدم اخبار آتے تھے

رسالت کے لئے لازم مگر ضبط و صبوری تھی
انہی کفار میں تبلیغِ اسلامی ضروری تھی

گراں یہ پستیٔ اعدائے بد اخلاق ہوتی تھی
رفیقانِ رہِ حق کی جدائی شاق ہوتی تھی

مگر مامُور تھا وہ سعی کے مشکور کرنے پر
بہت تاریک سینوں کو بہت پُر نور کرنے پر

باب پنجم

فتنۂ قومِ یہود

مزدور[1] اور سود خوار

بچارا محنتی مزدور دن بھر کام کرتا ہے
دماغ و جسم کو وقفِ غم و آلام کرتا ہے
سکت باقی نہیں ہے پیٹ بھر روٹی نہ کھانے سے
کمر دوہری ہوئی جاتی ہے پیہم بوجھ اٹھانے سے
اسے مدِ نظر ہے کچھ بڑھاپے کا سہارا بھی
یہ کرنا چاہتا ہے بال بچوں کا گزارا بھی

---

[1] اسلام کو بہت سی لڑائیاں ایسی لڑنا پڑیں جن کا سبب سرمایہ داروں کی لوٹ کھسوٹ کو روکنا اور مقروضوں اور مزدوروں، کام کاج کر کے زندگی بسر کرنے والوں کے لئے آسانیاں پیدا کرنا تھا۔ سود خواروں نے ایک ایسا نظام بنا رکھا تھا جس سے صرف چند آدمی قوی ہو گئے تھے۔ باقی برباد زندگی بسر کرنے اور غلامی کرنے پر مجبور تھے۔ اور اس سود خواری کے نظام میں بنی اسرائیل سب سے آگے آگے تھے۔ (مصنف)

نہ تن ڈھکتا ہے پُورا اور نہ پورا پیٹ بھرتا ہے
اِسی صُورت سے بیچارہ مسلسل کام کرتا ہے

کبھی موسم مخالف ہے مشقت ہو نہیں سکتی
کبھی بیمار ہو جاتا ہے محنت ہو نہیں سکتی

غریبی مفلسی پر اک عذابِ زندگی طاری
کبھی بیوی کی بیماری کبھی بچّوں کی بیماری

بہت ہی بے کس و مجبُور ہے مزدور کی دُنیا
طمانیّت سے کتنی دُور ہے مزدُور کی دُنیا!

بسا اوقات بیچارے کو مزدُوری نہیں ملتی
اگر ملتی بھی ہے کم ملتی ہے پُوری نہیں ملتی

بشر کے ساتھ رہتے ہیں غمی شادی کے دھندے بھی
رواج و رسمِ قومی کے لگے لپٹے ہیں پھندے بھی

وجُودِ مفلسی پر جب کبھی یہ بار پڑتا ہے
تو انساں اپنے پیروں قرض کی دلدل میں گڑتا ہے

رواج اچھے نہیں اچھّی نہیں اسراف کی رسمیں!
مگر کیا مرگ و بیماری بھی ہے انسان کے بس میں؟

کہاں ہے جانِ شیریں کو مفر دردو علالت سے؟
پناہیں ڈھونڈتی ہے زندگی مخدوش حالت سے

بڑھاپا ذمّہ داری کے تحائف ساتھ لاتا ہے
اگر زندہ رہے انساں، بڑھاپا آ ہی جاتا ہے

قوا مفلوج ہو جاتے ہیں یاری چھوڑ دیتے ہیں
یہ سچّے دوست رسمِ دوستداری توڑ دیتے ہیں

ساہُوکار کا دخل و عمل

بسا اوقات بیماری، مجبُوری بہ معذوری
ضعیف انسان کر سکتا نہیں کوئی بھی مزدُوری

انہی اوقات میں شیطان ساہوکار آتا ہے
غریب انساں کو بے بس دیکھ کر قبضے میں لاتا ہے

نظر آتے ہی بھوک اور احتیاج اللہ کے بندوں میں
جکڑ لیتا ہے پیلا سانپ زہریلی کمندوں میں

سرایت کر گیا اک بار جب بستی میں زہر اس کا
تو پھر قبضہ ہے گویا بستی بستی شہر شہر اس کا

ہوا داخل و عمل جب اس عدوئے دین و ایماں کا
تباہی کے سوا چارہ نہیں پھر کوئی انساں کا

سُود در سُود کا پھیر

درونِ زندگی یہ بد معاش اس طرح آتا ہے
دلِ غفلت زدہ میں جس طرح شیطاں سماتا ہے

"یہ ہلکا سُود ہے صحت کا صدقہ کچھ نہیں کیا ہے!"
یہی ظالم کا پھندا ہے، یہی کافر کا دھوکا ہے

یہ ہلکا سُود ہے وہ زہر بہرِ نوعِ انسانی
عبارت جس سے ہے قومی ہلاکت اور ویرانی

یہ ہلکا سُود ہے "ریوڑی کا پھیر" اسباب و علت میں
گراتا ہے یہی نوعِ بشر کو قعرِ ذلت میں

ہمدردی کا قاتل ہے، یہ دشمن ہے اخوت کا
یہی باعث ہے شخصی اقتدار و زور و قوت کا

یہی آلہ ہے انسانی لہو سے پیٹ بھرنے کا
ذریعہ ہے یہی تو بد معاشوں کے ابھرنے کا

یہ ہلکا سُود ظالم ہی نظام ایسا بناتا ہے
کہ جس سے آدمی شیطان کے پنجے میں آتا ہے

شرف جس قوم نے پایا مہاجن کی اسامی کا
ہے پڑا اس کی گردن میں غلامی در غلامی کا

جہاں اک مرتبہ انسان اس کے پیچ میں آیا — پھر اس کی سات پشتوں میں نہ عزت ہے نہ سرمایا
ذرا بھی دخل ہے جس سر زمیں پر سود خواری کا — مرقّع ہے وہیں انسان ذلّت اور خواری کا

مدینے کے یہود

یہود اور سود خواری لازم و ملزوم ہوتے ہیں — جہاں یہ ہوں وہاں امن و اماں معدوم ہوتے ہیں
مدینے کے یہودی بدتریں تھے اس زمانے میں — دغابازی میں حرب و خدع میں حیلے بہانے میں[1]
یہ مزدوروں سے محنت کی کمائی موس لیتے تھے — لہو کا قطرہ قطرہ جونک بن کر چوس لیتے تھے
یہ مقروضوں کے بچوں بیویوں کو رہن رکھتے تھے — یہ محتاجوں کا خونِ آبرو ہر لحظہ چکھتے تھے
ہے بدکاری بھی شاید لازمہ سرمایہ داری کا — نمونہ تھے یہودانِ عرب اِس بدشعاری کا
اگرچہ سنگساری تھی سزائے جرمِ بدکاری — مگر سرمایہ داروں پر نہ ہوتی تھی یہ حد جاری

---

[1] یہود میں امتدادِ زمانہ سے انتہائی اخلاقِ ذمیمہ پیدا ہو گئے تھے۔ اُن کے امتیازی خصائص زندگی یہ تھے۔ کہ ہر طرف لین دین کا کاروبار پھیلا رکھا تھا۔ تمام آبادی ان کے قرضوں میں زیر بار تھی۔ چونکہ تنہا وہی صاحبِ دولت تھے۔ اس لئے نہایت بے رحمی سے سود کی بڑی بڑی شرحیں مقرر کرتے تھے۔ یہود قرضہ کی کفالت میں لوگوں کے بال بچے بلکہ مستورات کو رہن رکھواتے تھے۔ دولت کی بہتات سے زنا اور بدکاری کا عام رواج تھا۔ زنا کاری کے مرتکب اکثر صاحبِ زر ہوتے تھے۔ لہٰذا وہ روپیہ صرف کر کے سزا سے بچ جاتے تھے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

غریبوں کو تو ملتی تھی سزائے بے گناہی بھی
انہی کا حصہ تھی بے عزتی بھی اور تباہی بھی

مگر زردار کا ہر جُرم گویا کارنامہ تھا
کہ ان کے ہاتھ میں پیسہ نہیں مختار نامہ تھا[1]

عصائے موسوی تاویل اور تحریف کا مارا
درِ دولت پہ سجدہ ریز تھا قانون بے چارا[2]

قبائلِ عرب کی سیاسیات اور یہوُد

بچھا رکھا تھا جال ایسا نظامِ سُود خواری نے
کہ دُنیا سے کنارا کر لیا تھا غمگساری نے

تمنّائے حصُولِ قوّتِ شخصی کے دیوانے
مفادِ عام و مشترکہ سے ہوجاتے ہیں بیگانے

---

[1] وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ پ۔ المائدہ۔ غ ۹ — اور تو اُن میں سے اکثر کو دیکھے گا۔ کہ تعدی کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتے ہیں۔

[2] یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ۔ پ۔ المائدہ۔ غ ۳ — یہ لوگ کلمات کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔

یہوُد نے شرعِ موسوی میں جابجا تحریف کی۔ تاکہ ان کے دولتمند امیر لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا ہوجائیں۔ ان کے بعض پیشوایانِ مذہبی دولت مند لوگوں کے اثر سے احکامِ تورات کی تاویل کرتے۔ اور ان احکام کو پیسے والوں کی سہولت کے مطابق اِدھر سے اُدھر کر دیتے۔ (تاریخ العمران)

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ایک یہوُدی سے دریافت فرمایا۔ کیا تمہاری شریعت میں زنا کی سزا دُرّہ زنی ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ نہیں۔ بلکہ سنگساری۔ لیکن چونکہ شرفا میں زنا بکثرت ہے۔ اور جب بات کھُل جاتی ہے تو اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تاہم عام غریبوں کو سزائے سنگساری ہی قائم رہتی ہے۔ اِس لئے ہم نے شریعت کا یہ حکم بدل دیا۔ تاکہ سب کو سزا دی جاسکے۔

یہُودی قوم سرمایہ کی طاقت سے قبائل میں
مہیّا کر چکی تھی پختگی زر کے وسائل میں[1]

قبائل کے بڑے سرداران سے ساز رکھتے تھے
کہ یہ سب قوّتِ شخصی کی حرص و آز رکھتے تھے

نمُود ذات میں، سامانِ جنگی کی ضرورت میں
یہُودی ان کے ساہوکار تھے ہر ایک صُورت میں

قبائل کی رقابت کو بڑھانا جانتے تھے یہ
مدد دے کر نئے فتنے جگانا جانتے تھے یہ

وقارِ علم و مذہب سے بھی اکثر کام لیتے تھے
خُدا کا اور کلیم اللہ کا بھی نام لیتے تھے

یہُودِ اسلام کے دُشمن تھے

یہُود اسلام کے دُشمن تھے لیکن دُشمنی کیوں تھی؟
اِسی گلزار پر ان کی یہ شعلہ افگنی کیوں تھی؟

مدینے میں بھی رہتے تھے یہُود[2] اور کچھ تھے خیبر میں
مگر پھیلا ہُوا اِک جال تھا ان کا عرب بھر میں

---

[1] عرب میں ہر قبیلہ کا سردار نام و نمود کی خاطر لونڈی غلام رکھتا۔ میلوں میں جاتا۔ بڑی بڑی دعوتیں کرتا۔ اس طرح وہ اپنے قبیلہ والوں اور دوسروں پر رُعب رکھنا چاہتا تھا۔ جنگ بھی نام و نمود کے لئے لڑی جاتی تھی۔ ان سب باتوں کے لئے وہ یہود کے مقروض تھے۔ اور اُن سے بنائے رکھتے۔ (العادۃ العرب)

[2] جس وقت آنحضرتؐ مدینہ میں تشریف لائے تھے۔ اس وقت یہود کے تین قبیلے بنو قینقاع۔ بنو نضیر۔ اور بنو قریظہ آباد تھے۔ اور اُنہوں نے گڑھیاں بنا رکھی تھیں۔ تمام سوداگری اور سُود کا کاروبار کرتے تھے۔ آپ نے اُن سے صلح و آشتی کا معاہدہ کیا۔ اور مدینے میں امن و امان سے رہنے کا قول لیا۔ مگر یہود در پردہ اسلام اور ہادیٔ اسلام کے دشمن تھے۔ چنانچہ بنو قینقاع کے اخراج کا ذکر دوسری جلد شاہنامہ میں آچکا ہے۔ کعب بن اشرف کا واقعہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ جو مسلمانوں اور ہادیٔ اسلام کے خلاف اشتعال انگیز ہجویں لکھا کرتا تھا۔ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرا دینے کی سازش کی تھی۔ (مصنف)

بچھا رکھا تھا دامِ قرض کیّادی کے حیلوں سے
یہ دولت لُوٹتے تھے اَوس و خزرج کے قبیلوں سے

یہ ساہوکار تھے گھر گھر میں قائم تھا رسُوخ اِن کا
کہ منہ تکتے تھے اپنی ہر ضرورت پر شیوخ ان کا

اُدھر قانونِ اسلامی تھا دشمن سُود خواری کا[1]
مٹانا چاہتا تھا نام ہی سرمایہ داری کا

یہُود اس کو کسی صُورت گوارا کر نہ سکتے تھے
مسلمانوں سے کوئی بھائی چارا کر نہ سکتے تھے

یہ دھنّا سیٹھ ساہوکار، صرّاف اور بیوپاری[2]
نہ کرتے کس طرح سرمایہ داری کی طرفداری

بظاہر گانٹھتے تھے یہ مسلمانوں سے یارانہ
بباطن چل رہے تھے ہر طرف چالیں حریفانہ

---

[1] قرآن میں ارشاد ہوتا ہے :-

سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ
پ۶ - المائدہ - ع ۶ ۴۲

وہ جھوٹی باتوں کے سننے والے اور مالِ حرام کے بڑے کھانے والے ہیں۔

[2] اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ - پ۳ البقرہ - ع ۳۸ ۲۷۵

جو لوگ سُود کھاتے ہیں۔ وہ (اپنی قبروں سے) اس طرح اُٹھیں گے۔ جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔

اسلام سُود خواری کو حرام قرار دیتا تھا۔ اِس لئے یہُود کو اپنے کاروبار کی طرف سے اندیشہ تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[3] وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَکْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ - پ۶ نسا - ع ۲۲ ۱۶۱

اور چونکہ یہ سُود خواری کرتے ہیں حالانکہ ان کو سُود کی منع کر دیا تھا۔ اور چونکہ یہ لوگوں کا مال خورد برُد کر جاتے ہیں۔

اِسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں

تعلق، آشنائی، سُود خواری ہی کے پھندے تھے
کہاں کی دوستی یہ طمع ذاتی ہی کے بندے تھے

رسُولِ پاکؐ ان لوگوں کو سمجھاتے تھے نرمی سے
مگر یہ قوم پیش آتی تھی گستاخی سے گرمی سے[1]

فساد و فتنہ سے معمُور تھا ان کا رگ و ریشہ
دغا دیتے تھے ہر اک مرحلے پر یہ دغا پیشہ[2]

نظر آتا تھا ان کو بار آورِ نخلِ اسلامی
تو ہوتا تھا انہیں اپنے لئے احساسِ ناکامی

ہُوا تھا بعدِ فتحِ بدر آتش زا حسد[3] ان کا
اُحُد کے بعد اُبھرا اور بھی اب حالِ بد ان کا

اُحُد کی ضرب کھا کر بھی مسلماں سخت جاں نکلے
یہ صدمہ سہہ گئے ثابت رہے اور کامراں نکلے

پڑی ضربِ معُونہ اور اُفتادِ رَجیع ان پر
نظر آئی بظاہر تنگ دنیائے وسیع ان پر

---

[1] رسُول اللہ صلعم ان کو بہت نرمی اور آشتی سے سمجھاتے تھے۔ مگر یہ لوگ گستاخیاں کرتے تھے۔ (تاریخ العمران)

[2] کوئی ایسا نازک موقع نہ تھا جب یہودیوں نے مسلمانوں سے باوجود باہمی معاہدہ کے دغا نہ کی ہو۔ (رشاد الحکمۃ)

[3] فتح بدر کے بعد ان کا حسد ظاہر ہوگیا تھا۔ دیکھو واقعہ بنو قینقاع شاہنامۂ اسلام جلد دوم اُحُد کے بعد یہ شماتت کرتے تھے۔ اور بنو نضیر نے سازش کرکے رسُول اللہ صلعم کو قتل کرنا چاہا تھا۔ (ابنِ ہشام)

[4] اشارہ ہے ان مبلّغین کے قتل کی طرف جن کا ذکر گذشتہ باب میں آچکا ہے۔ (مصنّف)

یہُود کی ہر کوشش ناکام

مسلماں پھُولتے پھلتے چلے جاتے تھے دنیا میں
کہ راہِ راست پر چلتے چلے جاتے تھے دنیا میں

یہودوں نے بسا اوقات طرح[1] جنگ بھی ڈالی
ہمیشہ منہ کی کھائی، یعنی وار اُن کا گیا خالی

غریبوں اور مزدوروں کی قوّت بڑھتی جاتی تھی
نظر آیا کہ یثرب میں اخوت بڑھتی جاتی تھی!

اصُولِ دینِ بیضا تھا مخالف[2] سُود خواری کا
مدار اس سُود خواری ہی پہ تھا سرمایہ داری کا

انہیں اِس قوّتِ اسلام سے خطرہ نظر آیا
کہ تھی مزدور کی محنت ہی ان لوگوں کا سرمایہ

یہُود کی غضبناکی

یہ سمجھے ٹوٹ جائیں گے ہمارے مکر کے پھندے
اگر آزاد ہو جائیں گے یہ اللہ کے بندے

---

[1] بنو قینقاع نے رسُول اللہ صلعم سے جنگ کی۔ بنو نضیر نے آنحضرتؐ سے معاہدہ کیا تھا۔ توڑ دیا۔ قلعہ بند ہو گئے۔ آخر مغلوب ہوئے۔ آنحضرتؐ نے ان کا مدینہ سے اخراج کر دیا۔ اور یہ اپنا مال و اسباب لاد کر چلے گئے اور ان میں سے اکثر خیبر میں دوسرے یہودی قبائل میں جا ملے۔ (مصنّف)

[2] سُود خواری کو حرام فرما کر اسلام نے قرضِ حسنہ کی تلقین کی۔ اور اس طرح ان مہاجنوں کے کاروبار کی شرارت کی رگ کٹ گئی۔ جو روپے کے زور سے مقتدر تھے۔ اور لوگوں کو مغلوب رکھتے تھے (رشاد الحکمۃ)

اگر اسلام نے مزدور کی یُوں پاسداری کی ۔ اکھڑ جائے گی دنیا سے ہوا سرمایہ داری کی
ہے اس سرمایہ داری ہی سے اپنا بھی وجود آخر ۔ یہی جاتی رہی تو کیا رہی قومِ یہوُد آخر
یہ چرچا سُود لینے اور دینے کی مناہی کا ۔ یہوُدی قوم کو پیغام دیتا ہے تباہی کا
یہودی قوم کیا ہے ہم بھی دنیا کو بتا دیں گے ۔ عرب سے مذہبِ اسلام کا جھگڑا چکا دیں گے

ناقابلِ اصلاح قوم

جنابِ رحمۃ للعالمین ؐ نے فرطِ رحمت سے ۔ روا رکھا کرم ہی حضرتِ موسیٰ ؑ کی اُمّت سے
مگر تھی ان دنوں قومِ یہوُدا خلاق سے عاری ۔ نشہ تھا دولت و طاقت کا ہر اک فرد پر طاری
فریضہ تھا رسول اللہ کا تبلیغِ دیں کرنا ۔ خیال و فعل کی پاکیزگی کو دل نشیں کرنا
مگر یہ اہلِ زر نازاں تھے سفلی زور و طاقت پہ ۔ دنائت پیشہ تھے قائم رہے اپنی حماقت پر
نوازا پے بہ پے حضرت ؐ نے احسانات سے ان کو ۔ بحُسنِ خُلق روکا ان بُری عادات سے انؐ کو

۱؎ یہود سے آنحضرت ؐ کا معاہدہ تھا۔ اور ان کے مال و جان سے کوئی تعرض نہ کیا جاتا تھا۔ ان کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل تھی۔ لیکن منصبِ نبوت ؐ کی رُو سے اخلاقی برائیوں کے خلاف وعظ و نصیحت رسُول اللہ کا فرض تھا۔ یہوُد میں برائیاں عام تھیں۔ اور وہ اس وعظ و نصیحت سے خفا ہوتے تھے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

۲؎ آنحضرت صرف درگذر پر ہی اکتفا نہیں کرتے تھے۔ اکثر معاشرت کی باتوں میں یہوُد کے ساتھ اتفاق فرماتے۔ اور ان کی توقیر قائم رکھنا چاہتے تھے۔

مگر یہ قوم پختہ ہو چکی تھی خامکاری میں ۔ بڑھی جاتی تھی اپنی بدسگالی بدشعاری میں
مدینے میں یہودی قوم کے جتنے قبائل[2] تھے بڑی سختی سے امن و صلح کے رستے میں حائل تھے
بظاہر ملتے جلتے تھے بظاہر عہد و پیماں تھا بباطن ہر قدم پر ہاتھ ان کا فتنہ ساماں[3] تھا

یہود کی طرف سے انتہائی اشتعال پر رسول اللہ کا تحمل

شبانہ روز دارالامن میں فتنہ فساد ان کا منافق سے مودت اور مومن سے عناد ان کا[3]

---

[1] احکامِ الٰہی جو قرآن مجید میں نازل ہو رہے تھے۔ سراپا اہلِ کتاب کے ساتھ مدارات اور معاشرت کی ترغیب میں تھے۔
وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ پ المائدہ ع اہلِ کتاب کا طعام تمہارے لئے حلال ہے۔
ان کو سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کے لئے فرمایا جاتا:۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْــًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ پ آل عمران ع

کہہ دیجئے۔ اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف۔ جس کو ہم تم دونوں یکساں مانتے ہیں۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں۔ اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اور ہم میں سے کوئی خدا کے سوا اپنا رب نہ بنائے۔ تو اگر وہ منہ پھیر لیں۔ تم کہہ دو۔ اچھا تم گواہ ہو۔ ہم تو مسلمان ہیں۔

[2] مدینے کے یہود میں بنی قینقاع کے اخراج کا ذکر دوسری جلد شاہنامۂ اسلام میں ہو چکا ہے۔ البتہ ابھی تک بنی نضیر اور بنی قریظہ یہیں بود و باش رکھتے تھے۔ انہوں نے اچھی مضبوط گڑھیاں بنا رکھی تھیں۔ (مصنف)

[3] منافقین کے گروہ کو جس کا سردار ابنِ اُبی سلول تھا۔ یہودیوں نے درپردہ ملا رکھا تھا۔ اور مسلمانوں کا ذکر کیا۔ آنحضرتؐ راتوں کو گھر سے نکلتے تو یہودیوں کی وجہ سے جان کا خطرہ رہتا تھا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

نبیؐ کے حق میں ان کی بدکلامی اور بدخواہی[1] — عوام النّاس میں ان کی بدآموزی و بدراہی
مسلسل دشمنانِ دینِ حق سے سازشیں[2] ان کی — مسلماں قتل ہوتے ہوں تو اس پہ نازشیں ان کی
رسول اللہ ان پر رحم فرماتے رہے برسوں — یہود اطوارِ بد سے رنج پہنچاتے رہے برسوں[3]
یہودی گامزن تھے شاہراہِ کینہ کاری پر — بنا اسلام کی قائم تھی لیکن بُردباری پر
یہ بدفطرت بھی تھے گستاخ بھی اور دشمنِ جاں بھی — یہ محسن کُش بھی تھے، احساں فراموشی پہ نازاں بھی
نہیں تھا قابلِ اصلاح قال ان کا نہ حال ان کا — حدِ برداشت سے باہر تھا طعن و اشتعال ان کا

رسول اللہ کو قتل کرنے کی ناکام سازشیں

رتی بھر آدمیت بھی یہودوں میں اگر ہوتی — تو یہ قوم از سرِ نو زندگی سے بہرہ ور ہوتی

---

[1] یہودیوں نے معمول کر لیا تھا۔ کہ آنحضرتؐ کو السّامُ علیک کہتے تھے۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ (نقلِ کفر کفر نہ باشد) کہ تجھ کو موت آئے۔ ایک مرتبہ حضرتِ عائشہؓ نے یہ فقرہ سنا۔ غصّہ آیا۔ بے اختیار بولیں۔ کمبختو! تم کو موت آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ عائشہ نرمی سے کام لو۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] یہود نے اسلام کی بربادی کی ملکی تدبیریں اختیار کیں۔ (سیرت النبیؐ)

[3] انہوں نے طرح طرح سے آنحضرتؐ کو اذیتیں دیں۔ اور اسلام کے خلاف کوششیں شروع کیں۔ لیکن آنحضرتؐ ان کی ایذا رسانیوں کو برداشت کرتے تھے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

مگر جو قوم حرصِ زر سے قائل ہو رسُولوں کی
وہ قائل کس طرح ہو دردمندانہ اصولوں کی

یہوُد اسلام کی تبلیغ میں سمجھے شکست اپنی
کمائی بند ہوتی دیکھتے تھے زر پرست[1] اپنی

دیا تو یہ دیا آخر صِلہ خُلقِ محمدؐ کا
نمایاں کر دیا آئینہ اپنی فطرتِ[2] بد کا

طلوعِ صبحِ صادق میں نظر آئی جو رات اپنی
نبیؐ کو قتل کر دینے میں یہ سمجھے حیات اپنی

یہ سازش یہ ارادے یہ دغابازی یہ تدبیریں
یہوُدی قوم گویا لکھ رہی تھی اپنی تقدیریں

محبت کذب سے تھی حق سے تھیں بیزاریاں ان کو
لہٰذا ہو گئیں حاصل دوامی خواریاں ان کو

نبیؐ کو قتل کر دینے کی خفیہ تدبیریں
ہوئیں ناکام، جیسے گر پڑیں بالو کی تعمیریں[3]

وجُود ان کا مدینے میں تھا مرکز قتل و غارت کا
خُدا نے کر دیا اب سدِّباب ان کی شرارت کا

علانیہ[4] جو پیش آئے جدل سے اور کینے سے
بدر ہونا پڑا اِس قوم کو آخر مدینے سے

---

[1] مدینے کے انصار یہودیوں کے شکنجوں سے آزاد ہوتے جاتے تھے۔ یہودیوں میں جو اخلاق بد عموماً پھیلے ہوئے تھے۔ اور جن پر دولتمندی اور مذہبی پیشوائی نے پردہ ڈال رکھا تھا۔ اب ان کا راز فاش ہونے لگا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] تمام مہربانیوں اور لطف و مدارات کا صلہ یہوُد نے دیا یہ تھا۔ کہ ہر طرح اسلام کی خانہ براندازی کا عزم کیا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[3] یہوُدِ بنو نضیر نے مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ حکمتِ عملی سے محمدؐ کو قتل کر دیا جائے۔ تجویز یہ ٹھرائی کہ مذہبی علما کا مباحثہ کرنے کے لئے آپؐ کو بلایا۔ اور خنجر چھپا کر تیار ہو کر بیٹھ گئے۔ مگر قبیلہ بنو نضیر کی ایک عورت نے ایک انصاری پر جو اس کا منہ بولا بھائی تھا۔ یہ راز کھول دیا اور آنحضرتؐ کو جو یہود کی دعوت پر گھر سے نکل چکے تھے۔ اطلاع ہو گئی۔ اور آپ واپس آ گئے (دیکھو زرقانی)

[4] جب سازش کھل گئی۔ تو آنحضرتؐ نے ان سے معاہدۂ امن کی تحریر چاہی۔ انہوں نے نہایت متمردانہ جواب بھیجا۔ اور جنگ کے لئے قلعہ بند ہو گئے ۔۔۔ آخر اُن کا محاصرہ کیا گیا۔ ایک عرصہ کے محاصرہ کے بعد یہ مغلوب ہو گئے۔ اور ان کو مدینے سے نکال دیا گیا۔ (دیکھو ابوداؤد کتاب الخراج)

سلامت نکل جانے کی اِجازت

محمدؐ جُود کا منبع، محمدؐ لُطف کا معدن
محمدؐ عفو کا دریا۔ محمدؐ رحم کا مخزن

محمدؐ کو نہ تھا مطلوب ذاتی انتقام ان سے
فقط مقصُود تھی آزادیٔ دارالسّلام ان سے

نہ ان کے مال و دولت سے تعرض کوئی فرمایا
نہ ان کی حرکتوں کو قابلِ پاداش ٹھہرایا

نبوت نے انہیں ہر شَے اٹھانے کی اجازت دی
جدھر بھی چاہتے تھے ان کو جانے کی اجازت[1] دی

مسلمانوں سے فرمایا کرو احساں جواں مردو
انہیں کچھ زادِ راہ بھی دو، سواری بھی عطا کر دو

یہُود اس طرح مال اونٹوں کے اُوپر لاد کر نکلے
غنیمت لوٹ کر جیسے کوئی بیداد گر نکلے[2]

یہ سارا مال و زر تھا خون مزدوروں کسانوں کا
اسے سمجھا گیا صدقہ مسلمانوں کی جانوں کا

مہاجن بھیڑیے نکلے جو انسانوں کی بستی سے
تو اُبھری ہستیٔ مزدور مجبُوری کی پستی[3] سے

---

[1] پندرہ دن کے محاصرے کے بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ اور درخواست کی کہ ہمیں یہاں سے اپنا ساز و سامان لے کر امن و امان سے چلے جانے دیا جائے۔ خود رسُول اللہ نے محاصرہ کے وقت یہی کہا تھا۔ اور یہ نہ مانے تھے۔ اب خود یہود کی شرع کے مطابق سزا بہت ہی سخت تھی۔ مگر رسُول اللہ نے ان کو اجازت دے دی۔ کہ ان کو اپنا ساز و سامان ہر چیز اٹھا کر چلے جانے کی اجازت ہے۔ کیونکہ آپ کی نیت محض قیامِ امن و امان تھی (تاریخ العمران)

[2] یہود بنو نضیر بڑی شان و شوکت سے اپنا مال و زر اہل و عیال حتیٰ کہ مکانوں کے دروازے چوکھٹے اور کواڑ تک اونٹوں پر لاد کر گاتے بجاتے نکلے۔ حالانکہ اونٹ اور کھانے کا سامان ان کو رسول اللہ کی طرف سے مرحمت ہوا تھا۔ (تاریخ العمران)

[3] یہود بنو نضیر کے نکل جانے سے قرضِ حسنہ کا رواج مدینہ کے مومن مسلمانوں میں جاری ہو گیا۔ اور لوگ خوشحال ہو گئے۔ (دیکھو لخبار الایمان)

بابِ ششم

مُسلمانوں کا سارے عرب پر دھاوا

جنگِ احزاب کے وجُوہ

نوازش، پیروانِ ہادیِٔ اسلام کا شیوہ — دغا، احساں فراموشی ذلیل اقوام کا شیوہ
جنابِ ہادیِٔ اسلام کے حُسنِ مروّت سے — یہُودی قوم بچ نکلی تھی پاداشِ بغاوت سے
مناسب تھا یہُود اب حال کی اصلاح کر لیتے — پھر اک مہلت ملی تھی دامنِ اُمّید بھر لیتے
مروّت اور نوازش کو مگر وہ سادگی سمجھے — اسے اسلام کی کمزوری و افتادگی سمجھے
علی الرّغم اس مروّت کے علی الرّغم اس نوازش کے — یہود اب مرتکب تھے اک عظیم الشان سازش کے[لہ]
رسول اللہ سے پوشیدہ نہ تھا یہ حال فتنے کا — اسی صُورت سے تھا منظور استیصال فتنے کا

لہ قریش اور یہُود کی متفقہ سازش نے اب مکّے سے لے کر مدینے تک آگ لگا دی۔ (سیرت النبیؐ)

وبالِ خبثِ باطن آشکارا ہوتا جاتا تھا　　جلالِ نورِ حق بھی جلوہ آرا ہوتا جاتا تھا

سارا عرب مشتعل

نضیر[1] و قینقاع، اہلِ کتاب اللہ کے دشمن　　مدینے سے نکل کر بن گئے تھے اور بھی پُرفن

رئیسانِ یہود آ کر ملے قرشی امیروں سے[2]　　ملی اک اور بھی جرأت شریروں کو شریروں سے

ہوئیں تیاریاں اتنا بڑا طوفاں اٹھانے کی　　کہ جس سے ہل کے رہ جائیں بنائیں اس زمانے کی

عرب کے جنگجو رہزن قبائل سے مدد مانگی　　مسلح اور لڑاکے آدمی مانگے رسد[3] مانگی

بڑے بڑے قبائل کی فوجیں

دکھائے سبز باغ، اہلِ ہوس پر دامِ زر ڈالا[4]　　یہودی اور قریشی مال و شوکت کا اثر ڈالا

---

[1] بنو قینقاع اور بنو نضیر جنہوں نے بدعہدی سے کام لیا۔ اور آپؐ نے اُن کے جرائم سے درگذر فرما کر محض مدینہ سے اخراج پر اکتفا کی تھی۔ آپؐ کے احسان اور مروت کو بھول کر عرب کی تمام منتشر طاقتوں کو اسلام کے خلاف اکٹھا کرنے میں لگ گئے۔ (دیکھو ابن سعد)

[2] حئی بن اخطب اور کنانہ بن ربیع وغیرہ رئیسانِ یہود مکے گئے۔ اور انھوں نے قریش سے سازش کی۔ کہ عرب بھر کو جمع کر کے مسلمانوں کی قوت کو توڑ دینا چاہیے۔ (آلِ تاریخ العمران)

[3] یہود نے ایسا انتظام کیا۔ کہ عرب کے تقریباً تمام بڑے بڑے قبائل کو مدینے پر حملہ کرنے کے لئے جمع کر لیا۔ (طبری)

[4] بنو نضیر مدینے سے نکل کر خیبر پہنچے۔ تو انھوں نے ایک عظیم الشان سازش شروع کی قریش کو آمادہ کیا۔ پھر غطفان کے پاس گئے اور ان کو خیبر کے نصف محاصل کا لالچ دیا۔ بنو غطفان کے حلیف تھے۔ بنو سلیم سو قریش کی قرابت تھی سب نے ساتھ دیا۔ بنو سعد ان کے حلیف تھے۔ سب آمادہ جنگ ہو گئے۔

فراہم کر لئے اس طرح سے چوبیس اَلف[1] انساں
جری سفاک خُوں آشام سب چھوٹے بڑے شیطاں

مرتب ہو کے مستانِ مئے پندار چل نکلے
سُوئے دارالاماں سب مائلِ پیکار چل نکلے

درندوں کا یہ انبوہِ عظیم اس رنگ سے نکلا
کہ نعرہ حزب کا ہر ضربِ طبلِ جنگ سے نکلا

ملکِ خُدا خر گرفت

یہ دُنیا، یہ زمیں، چاروں عناصر کا یہ معمُورہ
حیاتِ نو بنو ہے جس سے پیدا اور مستورہ

یہ برّ و بحر کا مجموعہ جس کا نام عالم ہے
ازل سے جس کی وارث مشترک اولادِ آدم ہے

یہ وسعت جس میں رنگا رنگ کی مخلوق بستی ہے
یہ کہنہ خاکداں جو مخزنِ الوانِ ہستی ہے

یہ نجمِ ارض یعنی اک عجوبہ گنجِ پنہاں کا
یہ اک مشترکہ ورثہ اجتماعی نوعِ انساں کا

زمیں پہنائیاں کافی ہیں جس کی اپنی وسعت میں
زمیں ہر ایک حصہ دار ہے جس کی وراثت میں

اسے گنتی کے چند افراد باہم بانٹ لیتے ہیں
یہ شیطاں ورثۂ اولادِ آدم بانٹ لیتے ہیں

یہ بے حس، بے حیا یہ خود پسند و خود غرض انساں
یہ انسانوں کی دُنیا کے لئے مہلک مرض انساں

---

[1] چوبیس ہزار آدمیوں کا لشکر تھا۔ آج تک عرب کی کسی لڑائی میں اتنی فوج اکٹھی نہ ہوئی تھی۔ (دیکھو فتح الباری)

یہ پتھر اور سانپوں کے مماثل سنگدل کیڑے
یہ زہر آلود مضغے، بے مروّت تنگدل کیڑے

یہ کیڑے جن کے سر میں مغویانہ جوشِ سرسامی
خدا جن کا ہے خودرائی۔ خودی جن کی ہے خودکامی

یہ موذی جانور اک دو نہیں دھاڑے کا دھاڑا ہے
چمن انسانیت کا ان کی یورش نے اجاڑا ہے

دُوسروں کی کمائی پر جینے والے

یہ اک طبقہ ہے انسانوں میں سانپوں اور درندوں کا
کہ سب مردار جیتے ہیں لہو پی پی کے زندوں کا

جتھے بنتے ہیں یہ ایذا دہندے جمع ہو ہو کر
جماتے ہیں تسلّط ابنِ آدم کی خلافت پر

بسا مکّار۔ باہم سازشوں سے کام لیتے ہیں
مشقّت دُوسرے کرتے ہیں یہ آرام لیتے ہیں

بہت سے ان میں زیرِ خرقہ سالوس رہتے ہیں
لباسِ آدمی میں بھیڑیئے ملبوس رہتے ہیں

بہت سے پالتو کُتّے کھلنڈرے سیدھے سادے ہیں
مگر جب اصل دیکھو گرگ ہیں اور گرگ زادے ہیں

بہت سے جونک بن کر چُوستے ہیں خونِ انسانی
بظاہر بے ضرر لیکن بباطن دشمنِ جانی

یہ ان کی مُسمُسی شکلیں ہیں گویا اصل دم ان کے
چھُرے ان کی بغل میں ہیں لبوں پر رام رام ان کے

شکار آتے ہی زیرِ پردہ لپک ان کی جھپٹ ان کی
نگاہوں سے حقارت اور مُونہوں سے ڈپٹ ان کی

یہ ہر بستی میں ہر منزل میں ہیں ہر رہگذر میں ہیں
جہاں بھی ہیں بہ ذکرِ سُود ہیں یا فکرِ زر میں ہیں

یہ ہر منڈی میں ہر بازار میں آسن جماتے ہیں — یہ محنت توڑتے ہیں اور سرمایہ بناتے ہیں
کہیں گندم نمائی جو فروشی کاروبار ان کا — کہیں ابلہ فریبی پر، جوئے پر ہے مدار ان کا
یہ اندھے سونگھتے پھرتے ہیں زر کی بُو اندھیرے میں — پھریں یُوں گیر کُتّے جس طرح ہر سُو اندھیرے میں
نگاہیں ان کی حرصِ مال و زر سے خیرگی میں ہیں — یہ کالے ہوں کہ گورے انتہائی تیرگی میں ہیں
پسند ان کو بشر کی ٹھوکریں ہیں اور افتادیں ؎ — کہ یہ ظلمت کے بچے ہیں اندھیرے کی ہیں اولادیں

اِقتدارِ شخصی کی ہوس

اسی دنیائے آدم زاد میں کچھ لوگ چیتے ہیں — یہ جیتے آدمی کا گوشت کھاتے خون پیتے ہیں
نچڑتا ہے لہو کھنچتی ہیں کھالیں اک زمانے کی — مگر رہتی ہے بھٹی گرم ان کے کارخانے کی
سوا اپنے یہ ہر انسان کو حیواں سمجھتے ہیں — مویشی جانتے ہیں عیش کا ساماں سمجھتے ہیں
بہت سے راہزن تسخیر کرتے ہیں زمانے کو — یہ دھاوے مارتے ہیں لوٹنے کو اور کھانے کو
یہ عالی جاہ بن کر ڈھونگ رچتے ہیں حکومت کا — جگا دیتے ہیں فتنہ تفرقے کا اور خصومت کا

؎ آجکل دنیا میں جس قدر جنگیں برپا ہوئی ہیں۔ ان سب میں سرمایہ دار کاروباریوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اب دولت سے ہاتھ رنگنے کا نادر موقع آگیا ہے۔ امن کی نسبت یہ جنگ کے تاریک دنوں کو اپنے لئے نیک فال جانتے ہیں۔ ان کو لاکھوں جانوں کے ضائع ہونے کا کوئی افسوس نہیں ہوتا۔ (اکانومسٹ)

فریب و مکر و جبر و جور کا ہے نام دانائی
جہاں بھر کی غلامی سی ہے ان لوگوں کی آقائی

نمائش ہے نمود ان کی وجود ان کا انانیّت
جتانا چاہتے ہیں دوسروں پر اپنی فوقیت

یہ فوقیّت جتانے کا ہے لاحق اک مرض ان کو
بنا رکھا ہے جس نے اِنتہائی خود غرض ان کو

یہ فوقیت زمانے بھر کے مال و زر کی طالب ہے
علاج اِس کا نہیں ممکن، مرض کمبخت غالب ہے

زمینیں چاہئیں زر چاہیے زن چاہیے اِن کو
شرابیں چاہئیں دامانِ گلشن چاہیے ان کو

بلا سے آدمی کی بستیاں برباد ہو جائیں
مگر گیتی کے یہ شیطان زادے شاد ہو جائیں

حصولِ لذّتِ شخصی کا گر سیکھے ہیں شیطاں سے
روایت لائے ہیں نمرود سے فرعون و ہاماں سے

جفا سے جور سے عیّاری و سازش سے حیلے سے
یہ آقائی کریں گے اپنی قائم ہر وسیلے سے

مُفت خور

عوام النّاس اکثر سیدھے سادے بھولے بھالے ہیں
بہ جُرمِ امن خواہی اژدہاؤں کے نوالے ہیں

کروڑوں محنتی کرتے رہیں دن رات مزدوری
مگر ان کے نصیبوں میں تو روٹی بھی نہ ہو پوری

اِدھر اک طبقۂ بے کار، کھائے بھی اُڑائے بھی
جمائے دھونس بھی، غرّائے بھی اور کاٹ کھائے بھی

تن آسانوں کا یہ طبقہ ہے قائل مفت خوری کا
بناتا ہے یہی قانون چوری سینہ زوری کا

دُہائی آگئے آگے یہ جہاں بھی ان کے پھیرے ہیں
غریبو! آؤ لُٹ جاؤ، یہ قانونی لٹیرے ہیں

یہی طبقہ ہے آزادی پسند انساں کا دشمن
یہی ایمان کالا گو، یہی ہے جان کا دشمن

یہ طبقہ باوجودِ قلّتِ تعداد و کمزوری
مسلسل رات دن کرتا ہے اِک باضابطہ چوری

لٹیروں کا باہمی ربط و ضبط

یہ طبقہ مشتمل ہوتا ہے اُن دزدانِ نامی پر
یقینِ پختہ رکھتے ہوں جو مزدوروں کی خامی پر

جو پُورے باخبر ہوں دُزد پیشہ بھائی بندوں سے
جو واقف ہوں حریفوں اور رقیبوں کے گزندوں سے

یہ سب اک دوسرے سے خائف و ترساں بھی رہتے ہیں
برابر نفعِ ذاتی کے لئے کوشاں بھی رہتے ہیں

مگر ملحوظ رہتی ہے جماعت بالخصوص ان کو
مفادِ طبقۂ دُزداں سے ہے پُورا خلوص ان کو

تپاکِ باہمی اِن کا برائے خواجہ تاشی ہے
کہ یہ سب ایک ہیں مقصود سب کا بدمعاشی ہے

یہ جس قریے میں جس خطّے میں ہیں جس مملکت میں ہیں
تمنّائے حصُولِ اقتدار و سلطنت میں ہیں

شخصی ریاست جبری نیابت

بناتے ہیں یہ مل جُل کر ادارہ خانہ دُزدی کا
بہت بھاری عظیم الشّان بنیا کا نہ دُزدی کا

یہ قانونی ادارہ ہے، ریاست نام رکھا ہے
یہ تخویف و تعدّی ہے سیاست نام رکھا ہے

غلامی اہلِ محنت کی لوازم اِس سیاست کے
ہیں استحصالِ سرمایہ مقاصد اس ریاست کے

ریاست سایۂ اقبال جس کا شعلہ زن آہیں
سیاست خونِ مظلوماں سے قائم جس کی تنخواہیں

یہ تزویری امارت راجگی، نوّابی و شاہی
تعیّش، خود پرستی، بے لگامی اور بد راہی

ذرا دیکھو تو اس ذرّیتِ شیطاں کی تقسیمیں
حدیقے اور جاگیریں ممالک اور اقلیمیں

یسار ان کے تسلّط میں یمیں بھی ان کے قبضے میں
زمیں بھی اور سُکّانِ زمیں بھی ان کے قبضے میں

شخصی اِقتدار کے گُرگے

وزارت، اہلکاری، لشکریّت اور جاسُوسی
حیاتِ چند کس میں اجتماعی مرگ مایُوسی

یہ چند انفار کارندے رئیسانہ سیاست کے
بڑی سرکار ہیں، افسر ہیں، پُتلے ہیں نفاست کے

عبارت زیست ہے ان کی لباسوں اور غذاؤں سے
پھلا پھُولا ہے ان کا نفس معدے کی ہواؤں سے

انہیں محکوم لوگوں کے ہے سائے سے بھی گھن آتی
وہ کرتے ہیں عرق ریزی یہ تو ان کی نہیں بھاتی

فقط کھیتوں کی پیداوار ہی مرغوب ہے ان کو
فقط مزدور کی محنت کا پھل مطلوب ہے اِن کو

نہ شفقت ان کو بچّوں سے نہ ہمدردی ضعیفوں سے
اراذل سے انہیں دل بستگی، نفرت شریفوں سے

ہے ان کی پیٹ پوجا کے سوا ہر بات بیہودہ
بشر کا ہر شرف بے معنی ہر اوقات بیہودہ

وہ عامی اور بازاری، یہ سرکاری یہ درباری
وہ سب ہیں بہرِ خدمت اور یہ ہیں بہرِ سرداری

اِنتظام کے پردے میں لُوٹ

یہ سب مرغانِ زرّیں سر خمیدہ اور کمر بستہ
نہیں ذہنی غلامی کے سوا جن کا کوئی رستہ

قصاص ان کی غلامی کا غلامی اہلِ محنت کی
کہ مُہریں جن کے ہاتھوں پر ہیں بدقسمت رعیّت کی

کسانوں کاشتکاروں کا بھلا کیسے ہو پاس ان کو
میسّر بھُوکے ننگوں ہی سے ہے رزق و لباس ان کو

یہ باہیں برقِ خرمن سوز غلّہ بونے والوں پر
نگاہیں ناوکِ دلدوز بھُوکے سونے والوں پر

یہ دہقانوں کو ہیں جھنجھوڑنے بھنبھوڑنے والے
تہی دستی برائے جیب و دامن چھوڑنے والے

یہ حصّہ دار ہر مزدور کی گاڑھی کمائی کے
محصّل دانے دانے کے محاسب پائی پائی کے

غریبوں سے نوالے چھیننا خدمات ہیں ان کی
زبردستوں کے جُوتے چاٹنا عادات ہیں ان کی

شکستِ شیشہ ہائے دل سے ہے پائندگی اِن کی
کہ خونِ آرزو سے ہے بقائے زندگی اِن کی

یہی تو خدمتِ حُکّام بالادست کرتے ہیں
کہ ہر سینے میں قانونی چھُری پیوست کرتے ہیں

ناحق پرستوں کا وجود

بشر کے مرتبے سے جب بشر ملعون گرتا ہے
تو اس کے ہاتھ سے نوعِ بشر کا خون گرتا ہے

معانی بھولتا ہے آدمی جب آدمیّت کے
تو ہر دم سوجھتے ہیں اس کو منصوبے اذیت کے

دغا مکر و فریب، آدم شکاری، مردم آزاری
تباہی غدر، بربادی، فساد و ظلم و خونخواری[1]

علی الرغمِ خدا یہ خدمتِ شیطان کرتے ہیں
درندے جو نہیں کرتے وہ یہ انسان کرتے ہیں

جہاں بھی جمع ہو جاتے ہیں یہ عنصر ضلالت کے
بگولے اُٹھتے رہتے ہیں وہیں ظلم و جہالت کے

بدی ہوتی ہے رہبر، کفر ہوتا ہے مشیر ان کا
انہی دونوں کے ہاتھوں گھٹ کے مرتا ہے ضمیر ان کا

بِنائے زندگی رکھتے ہیں یہ مُردہ ضمیری پر
نمودِ اقتدارِ ذات سے مرتے ہیں میری پر

تمنائے حصولِ اختیارِ شخصی و ذاتی
سگِ دیوانہ کے مانند ہے ان سب کو دوڑاتی

بہ زورِ پستیٔ فطرت یہ خواہانِ بلندی ہیں
یہ سب ناحق پرست انساں عدوئے حق پسندی ہیں

رگِ باطل سے وابستہ ہے ان سب کا رگ و ریشہ
انہیں دنیا میں ہے بس اک وجودِ حق سے اندیشہ

---

[1] انتقام، ثار اور خون بہا کی پیاس سینکڑوں اور ہزاروں کے قتل کے بعد بھی نہیں بجھتی تھی۔

(سیرت النبیؐ جلد دوم)

تصور میں بھی آجائے جو صورت حق پژوہوں کی — دھڑک جاتی ہے چھاتی اہلِ باطل کے گروہوں[1] کی
وجودِ اہلِ حق سے خوف یہ ہے اُن کی قوت کو — مبادا زندگی مل جائے انسانی اخوت کو

وجودِ اہلِ حق

وجودِ اہلِ حق یعنی مساواتِ بنی آدم — وجودِ اہلِ حق یعنی بشر شیر و شکر باہم[2]
وجودِ اہلِ حق یعنی صلائے عامِ آزادی — جہاں بھر کے غلاموں کے لئے پیغامِ آزادی
وجودِ اہلِ حق مینارِ روشن بحرِ ظلمت میں — پناہِ زندگانی دَورِ طوفانِ ہلاکت میں
وجودِ اہلِ حق موجود گی اُن درد مندوں کی — جو کرتے ہیں مدد ہر حال میں مجبور بندوں[3] کی
وجودِ اہلِ حق یعنی سہارا بد نصیبوں کا — جفا و ظلم کے مارے ہوئے عاجز غریبوں کا

---

[1] اسلام کا اصل فرض اس طلسم کو دفعتہً برباد کر دینا تھا۔ اس کے ساتھ ہی قریش کی عظمت اور اقتدار اور عالمگیر اثر کا خاتمہ تھا۔ اس لئے شدت سے مخالفت کی۔ ان میں جن لوگوں کو جس قدر زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اسی قدر زیادہ سرگرم تھا۔

[2] المومن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً وشبک بین اصابعہ (حدیث بخاری۔ عن ابن موسیٰ)
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے اس طرح ہے جیسے بنیاد کی اینٹیں پھر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔

[3] فکوا العانی واطعموا الجائع وعودوا المریض (بخاری عن انس کتاب الادب)
فرمایا۔ اسیروں کو رہائی دلاؤ۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی خبر گیری کرو۔

وجودِ اہلِ حق یعنی خدا کے باوفا بندے
امین و صلح جو پابندِ تسلیم و رضا بندے

وہ بندے جو زمیں پر امن کی بستی بساتے ہیں
زمانے بھر کو صلح و آشتی کا گُر سکھاتے ہیں

وہ بندے جو گلستانِ جہاں آباد کرتے ہیں
جو اپنا خون صرفِ گلشنِ ایجاد کرتے ہیں

وہ بندے جو مساوات و اخوت میں یگانے ہیں[1]
نظر میں جن کی سب انساں اک خرمن کے دانے ہیں

وہ بندے جن کے نورِ ورد سے معمور ہیں سینے
زبانیں اور دل ہیں جن کے یکرنگی کے آئینے

یقیں ہے جن کا شرع صدق و انصاف و عدالت پر
ہمیشہ جن کو رحم آتا ہے مظلوموں کی حالت پر

جنہیں مطلوب ہر دم حق رسی ہے زیر دستوں کی
پسند آتی نہیں جن کو جفا قابو پرستوں کی

جو مال و جاں سے امدادِ یتامیٰ کرنے والے ہیں
جو مسکینوں کے محتاجوں کے دامن بھرنے والے ہیں

جو خود فاقے سے رہ کر دوسروں کا پیٹ بھرتے ہیں
زمیں خوشحال ہوتی ہے جہاں سے بھی گذرتے ہیں

جو معذوروں ضعیفوں بیکسوں کے کام آتے ہیں
غلاموں کی مشقت اپنی جانوں پر اُٹھاتے ہیں

جو محکوموں کو مظلوموں کو جانیں جرأتیں دے کر
بنا دیتے ہیں جوشِ حریت کے خوشنما پیکر

---

[1] ایاکم والظن فان الظن الکذب ولا تجسسوا۔ ولا تحسسوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔ الحدیث (حدیث بخاری عن ابی ہریرہؓ کتاب الفرائض)

فرمایا:۔ بدگمانی کو عادت نہ بناؤ۔ بدگمانی میں جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے۔ دوسروں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ۔ اوروں کے عیب تلاش نہ کرو۔ آپس میں بغض نہ رکھو۔ کسی سے روگردانی نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بن کر رہو۔

یہ آزادی کے پتلے سرفرازی جب دکھاتے ہیں
زمانے بھر کے محکوموں کو آزادی دلاتے ہیں

یہی ہیں دیوِ استبداد کا منہ توڑنے والے
یہی سرمایہ داری کی ہیں آنکھیں پھوڑنے والے

یہی ہیں جن سے اُمیدیں زمانے کی ہیں وابستہ
انہی کا منتظر ہے ہر غلامِ دست و پابستہ

محمدؐ کا مدینہ

مچا تھا جن دنوں اندھیر دنیا کے سفینے میں
وجودِ اہلِ حق موجود تھا بس اک مدینے میں

محمدؐ کا مدینہ ہی جہاں میں ایک بستی تھی
جہاں راحت کا سایہ تھا جہاں رحمت برستی تھی

محمدؐ کا مدینہ ہی تھا فردوسِ بہار آرا
وگرنہ باغِ آدم زاد تھا وقفِ خزاں سارا

کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے تھے محمدؐ کے

محمدؐ بھی یہاں موجود اصحابِ محمدؐ بھی
پناہِ رحمۃ للعالمینؐ بھی فضلِ ایزد بھی

یہاں انسان صلح و امن کی بستی میں بستے تھے
نکل آئے تھے خارستان سے گلشن میں بستے تھے

غلاموں کی رہائی کا یہاں سامان ہوتا تھا
کوئی زنگی ہو یا رُومی یہاں آدم کا پوتا تھا

لہ فرمایا لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقویٰ۔
کسی عرب کے رہنے والے کو عجم کے رہنے والے پر۔ اور عجم کے کسی باشندے کو عرب کے کسی باشندے پر اور گورے کو کالے پر یا کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں فضیلت صرف خدا ترسی ہے۔

مساوات و اخوت کی یہاں تعلیم ہوتی تھی
بشر کو دولتِ انسانیت تقسیم ہوتی تھی

طمانیت کے جلوے تھے نگاہِ دردمنداں میں[1]
مسرت مسکراتی تھی جبینِ صبحِ خنداں میں

قبولیت کے دامن تھام رکھے تھے دعاؤں نے
مرادِ زندگی کے ساز چھیڑے تھے ہواؤں نے

حیاتِ نو میسر تھی چمن کو اپنے مالی سے
اُمیدیں پھوٹتی تھیں پتے پتے ڈالی ڈالی سے

نگاہِ عرشیاں میں فرش فردوسِ نظارا تھا
خُدا کے فضل سے "انسانِ کامل" جلوہ آرا تھا

انسانِ کامل کی برکات

یہاں رُوح الامینؑ خیر الامینؐ کے در پہ حاضر تھا
یہاں رحمت تھی سرگرمِ عمل اللہ ناظر تھا

نمایاں ہو رہے تھے روز و شب انسان کے جوہر
کمالِ بندگی کے علم کے عرفان کے جوہر

جبینیں تھیں یہاں انوارِ ایمانی سے تابندہ
نگاہیں تھیں یہاں الطافِ ربانی کی جوئندہ

نہ رُعبِ بادشاہی تھا نہ فخرِ تاجداری تھی
محمدؐ کی قیادت میں خدا کی شرع جاری تھی[2]

---

[1] فرمایا:- من لا یرحم لا یرحم- (صحیح بخاری) یعنی جو شخص دوسرے پر رحم نہیں کھاتا- اس پر بھی رحم نہیں کیا جائیگا

[2] ایک شخص آیا اور نبوت کی ہیبت سے لرز گیا- نبیؐ نے فرمایا:- علیک- فانی لست بملک انما انا ابن امراۃ من قریش تاکل القدید- (یعنی ڈر نہیں- میں بادشاہ نہیں ہوں- میں تو ایک غریب قریشی عورت کا بیٹا ہوں- جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی (غربا گوشت سکھا کر رکھ لیا کرتے تھے اور کھاتے تھے) (رحمۃ للعلمین بحوالہ صحیح بخاری)

نہ شانیں تھیں دکھاوے کی نہ پوشاکیں نمائش کی[1] — نہ تمہیدیں تفاخر کی، نہ ترکیبیں ستائش کی
کمر باندھے ہوئے سرکارِ حرّیت کے درباری — مسلسل کر رہے تھے آج چشمے فیض کے جاری
یہاں بے زرنیِ دنیا کی تعمیریں اٹھاتے تھے — مساواتِ بنی آدم کے نظارے دکھاتے تھے
تمنائیں بر آتی تھیں یہاں ذوقِ ارادت کی — صداقت کے لئے دولت مہیا تھی شہادت کی
یہاں ہر رنگ کے پھولوں کا اک گلزار کھِلتا تھا — غریبوں بے زبانوں کو لبِ گفتار ملتا تھا
یہاں مٹی نے سیکھا مطلع الانوار ہو جانا — نصیبے کو جگانا، دولتِ بیدار ہو جانا
یہاں تسکین و راحت پائی تھی آفت کے ماروں نے — یہاں سیکھا خوشی کا مسکرانا سوگواروں نے[2]
یہاں پس ماندگی نے درس پایا شہسواری کا — یہاں حاصل تھا محکوموں کو رتبہ شہریاری کا
یہاں دولت سے رغبت تھی نہ غربت سے تھی بیزاری — کہ دولت مند کو تھا رشکِ استغنائے ناداری
یہاں بندے تھے قائم حق پرستی حق پسندی پر — لئے جاتا تھا ذوقِ انکسار ان کو بلندی پر

---

[1] کاشانۂ نبوت میں نہ کوئی نرم بستر تھا۔ نہ غذائے لطیف۔ نہ جسم مبارک پر خلعتِ شاہانہ تھی۔ نہ جیب و آستین میں درہم و دینار عین اس وقت جب اُس پر کسریٰ و قیصر کا دھوکا ہو سکتا تھا۔ وہ گلیم پوش۔ مکہ کا یتیم تھا۔ (سیرۃ النبیؐ)

[2] لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس (حدیث عن ابی ہریرہؓ صحیح بخاری کتاب الرقاق) دولتمندی زر کی بہتات سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ غنی وہ ہے۔ جس کا دل غنی ہے۔

مجاہد تھے مگر نامِ خدا پر کانپ جاتے تھے
یہ زاہد تھے فقط صدق و یقیں پر سر جھکاتے تھے

یہ سرافراز سجدہ ریز تھے درگاہِ باری میں
یہ دست و پا تھے خلق اللہ کی خدمت گذاری میں

یہاں محنت کو اپنے حق سے ہوتی تھی نہ محرومی
نہ دیتے تھے یہاں دہقاں خراجِ عجزِ محکومی

زکوٰۃ و صدقہ و خیرات پاکیزہ کمائی کے
یہاں سامان بنتے تھے غلاموں کی رہائی کے

دلوں میں جاگ اُٹھا تھا یہاں احساس خدمت کا
مریضِ انسانیت کو مل رہا تھا غسل صحت کا[1]

رضاکاری کے رشتہ سے تھا اس گلشن کا شیرازہ
یہاں مسرور ہر چہرہ تھا، جیسے پھول ہو تازہ

یہاں سرمایہ و محنت سے غائب تھی حدِ فاصل
کہ جس کا نام سرمایہ ہے محنت ہی کو تھا حاصل[2]

متاعِ محنت و سرمایہ تھے شیر و شکر دونوں
دفاعِ جبرِ شخصی کے لئے سینہ سپر دونوں[3]

---

[1] مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ اللہ تم پر تنگی ڈالنا نہیں چاہتا۔ اس کا ارادہ تو یہ ہے کہ تمہیں پاک کرے۔ اپنی نعمت پوری بھیجے تاکہ تم شکر کرو۔ پ۶۔ المائدہ ع۳ ○

[2] (۱) لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۔ پ۲۷۔ النجم۔ ع۳ ○ ۳۹ یعنی انسان کو نہیں ملتا۔ مگر جو کوشش اس نے کی۔
(۲) وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۔ پ۲۹۔ الدھر ع۱ ○ ۲۲ تمہاری محنت کامیاب ہوئی۔
(۳) تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۔ پ۱۔ البقرہ۔ ع۱۶ ○ ۱۳۴ و ۱۴۱ یعنی جو لوگ گزر گئے۔ ان کی محنت اُن کے لئے اور جو تم کماؤ گے۔ وہ تم پاؤ گے۔

[3] کسی کو بھی اپنی محنت سے متمتع ہونے کی مناہی نہیں تھی البتہ اپنی ضروریات سے زائد کو صدقہ و خیرات و زکوٰۃ کی صورت میں خرچ کرنے کی تعلیم نے لوگوں کو رضاکارانہ دفاعِ دشمنانِ اسلام میں اپنی محنت اور سرمایہ خرچ کرنے کا جوش پیدا کر دیا تھا (تاریخ العمران)

یہاں اللہ واحد حیّ و قیّوم ان کا حاکم تھا
وہ خالق تھا وہ رازق تھا وہی رحمٰن و راحم تھا

یہاں مسجد تھی جس میں نور کے فوارے چلتے تھے
یہاں قرآں تھا جس سے فیض کے دریا ابلتے تھے

یہاں وہ کملی والا تھا محمّد نام تھا جس کا
جہاں میں صلح و امن و آشتی پیغام[ل] تھا جس کا

نہ شخصی دولت و حشمت نہ تخت و تاج والا تھا
مگر وہ سرورِ کونین تھا معراج والا تھا

محمدؐ مرکزِ خیرِ دو عالم، مخزنِ خوبی
ہمہ اخلاق اور احساں، ہمہ حسن اور محبوبی

وہ اللہ کی طرف سے مذہبِ اسلام کا ہادیؐ
دلانے آیا تھا بندوں کو غیر اللہ سے آزادی

محمدؐ نے دیا انساں کو جوہر حق نیوشی کا
کہ شب ٹھٹھری ہوئی تھی، مہر چمکا گرمجوشی کا

دماغ و فکر کو، علم و عمل کو زندگی دے دی
خیال و روح جان و جسم کو تابندگی دے دی

نہ حاصل تھی جو قوت بادشاہوں کجکلاہوں کو
محمدؐ نے وہ بخشی عام مومن کی نگاہوں کو

یہ خوش بختی صلائے عام تھی سارے زمانے کو
نویدِ عزت و اکرام تھی سارے زمانے کو

قدم زن ہو گیا انساں آزادی کی راہوں پر
فلاحِ دین و دنیا چھا گئی سب کی نگاہوں پر

ل وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ ط ۔ پ۲ ۔ البقرۃ ۔ ع۲۸ ۔ ۲۲۴ ○ — لوگوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔

وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ص ۔ پ۹ ۔ الانفال ۔ ع۱ ۔ ۱ ○ — آپس میں منازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کر لیا کرو۔

یہاں دہقان خود تھا اپنی کشتِ زیست کا مالی
یہاں مزدور کو حاصل تھا دورِ عیش و خوشحالی

گری برقِ اخوت خرمنِ بغض و کدورت پر
بحالی آ گئی روندی ہوئی مٹی کی صورت پر

ملی پامال سبزے کو اجازت لہلہانے کی
ہوئی آنسو بھری آنکھوں کو جرأت مسکرانے کی

مدینہ کے چاروں طرف

مدینے کے سوا ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا تھا
بشر کو جاہلیت اور معصیت نے گھیرا تھا[1]

تلاطم تھا جہاں میں بدعت و غصب و خیانت کا
چلن بھولے ہوئے تھے آدمی صدق و دیانت کا

شریروں کے جتھے، غارتگروں کی ٹولیاں ٹولے
کھڑے تھے بھیڑیئے جیبھیں نکالے اور منہ کھولے

فساد و فتنہ کی چاروں طرف تھی گرم بازاری
غریبی ذلت و خواری، امیری ظلم و بدکاری

جہاں میں جو کوئی بھی دوسروں سے زور والا تھا
اسی ظالم نے کمزوروں کو اٹھ کر پیس ڈالا تھا

پناہِ زیردستی تھی زبردستی کے پیروں میں
جگہ غیرت کو حاصل تھی نہ اپنوں میں نہ غیروں میں

---

[1] عرب کی اندرونی حالت اور دنیا بھر کی بدامنی قتل و غارت شخصی اور جماعتی اقتدار کے بارے میں ہر تاریخ نگار نے کم و بیش لکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ جب اسلام کی روشنی مدینے سے پھیل رہی تھی ساری دنیا سخت ترین مصائب میں مبتلا تھی۔ (مصنف)

تعدّی چھیننا جھپٹی مار لینا اور کھا جانا
بشر نے زندگی کا بس یہی تھا مدعا جانا

بیاباں تھا کہ دریا تھا بلندی تھی کہ پستی تھی
یہ دنیا کیا تھی، لُٹنے لُوٹنے والوں کی بستی تھی

مدینے ہی میں بندوں کو میسّر فضلِ داور تھا
کہ بیرونِ مدینہ کوئی حامی تھا نہ یاور تھا

مدینہ فرش پر تھا آسمانِ عرش کا تارا
وگرنہ ارضِ مٹّی کا تھا اِک تاریک سیارا

جاءَ الحقُّ وزَهَقَ الباطِل

ستیزہ کار تھی اس نورِ حق سے ظلمتِ باطل
کہ باطل جانتا تھا مٹ رہی ہے شوکتِ باطل

اندھیرے کی ہزیمت لازمی تھی اُس اُجالے سے
ظہورِ والضحیٰ تھا آج کالی کملی والے سے

مدینے میں نظر آتی تھی ہستی اک نئی دُھن میں
پڑی تھی کھلبلی سی آج شیطانی تمدّن میں

مدینہ تھا بھری دنیا میں چند افراد کی بستی
یہ چند افراد کیا تھے انتخابِ گلشنِ ہستی!

یہ چند افراد لذّت یاب تھے ایمانِ کامل سے
کہ ان کو مل رہی تھی تربیت انسانِ کامل سے

یہ قطرے یم بہ یم تھے زیست کا دریا بہانے کو
صدائے قُم بِاِذنِ اللہ سے مُردے جلانے کو

ہزاروں رحمتیں نازل تھیں اس آباد بستی پر
اسی بستی کا پرتو پڑ رہا تھا رُوئے ہستی پر

یہ دہقانوں کی سرسبزی یہ مزدوروں کی خوشحالی
ضعیفوں کی جواں بختی جوانوں کی خوش اعمالی

ابھی سے نور افشاں تھیں ضیائیں جن کے پرچم کی
یہ چند افراد تھے کفّارِ عالم کے لئے دھمکی!

بھلا نا حق پرستوں کو یہ صورت کس طرح بھاتی
وہاں تو پٹ گئے دیدے وہاں تو پھٹ گئی چھاتی

حق سے اہلِ باطل کے اندیشے

یہ مُٹھی بھر وجودِ اہلِ حق کیا جانے کیا شے تھا
کہ ذرّہ ذرّہ دنیائے باطل اس کے درپے تھا

نظر آیا یہ پودا بار آور ہوتا جاتا ہے
ستارہ بڑھتے بڑھتے شاہِ خاور ہوتا جاتا ہے

خیال آیا اگر اسلام یوں نشو و نمو لے گا
تو باطل کا شجر کیسے پھلے گا اور پھولے گا

عوام الناس اگر جھولوں میں آزادی کے جھولیں گے
تو اپنے باپ دادا کی پرانی راہ بھولیں گے

(پرانی راہ بد راہی پرانی راہ نادانی
جو رکھتی تھی انہیں ہر کارہ ہر کارِ شیطانی)

(بتوں کی بھینٹ چڑھنا بت گروں کی چاکری کرنا
ہمیشہ ظلم سہنا اور ظالم پروری کرنا)

مساوات و اخوت ہو گئی جاری تو کیا ہوگا
ملی مٹی میں سرداروں کی سرداری تو کیا ہوگا

محمدؐ اور محمدؐ کے خدا کو لوگ مانیں گے
ہمیں کچھ بھی نہ سمجھیں گے ہمیں کچھ بھی نہ جانیں گے

اگر یوں نوح کا طوفان بن جائے یہی خطرہ
تو باطل کے لئے ہے غرق ہونے کا بڑا خطرہ

مدینے پر چڑھائی کرنے والے

جہالت کو بڑا غرّہ تھا اپنے زور و طاقت پر
سفیہانہ وسائل پر قبائل کی حماقت پر

یہودی زرگروں نے بھی عرب میں آگ بھڑکائی
مسلمانوں کے خطرے سے رگِ کمزور پھڑکائی

تماشا دیکھ کر بدر و اُحُد میں اس اخوّت کا
ارادہ کر چکی تھی شیطنت اب جمعِ قوّت کا

قبائل کے بڑے سردار مفسد، خود غرض جاہل
بدی کی راہ پر تیار، نیکی میں سبھی کاہل

عرب کے سب قبائل یُوں بھی عادی قتل و غارت کے
فساد و غدر کے شیدا، نمائندے شرارت کے

بُرائی کیا بھلائی کیا ہے ظالم غور کیا کرتے
انہیں شیطان نے انگلی دکھائی اور کیا کرتے

مسلمانوں کا قصّہ پاک کر دینے کو چڑھ دوڑے
مدینے کو جلا کر خاک کر دینے کو چڑھ دوڑے

بدی کی راہ بدراہی کا یہ سیلاب چل نکلا
مسلمانوں سے لڑنے لشکرِ احزاب چل نکلا

ہلاکت خیز طوفاں تھا کہ فوجیں گرگ زادوں کی
بیاباں پر رواں تھیں تند موجیں بدنہادوں کی

زمیں سہمی ہوئی تھی آسماں چکر میں آیا تھا
کبھی اس دشت پر اتنا بڑا لشکر نہ پایا تھا

آنحضرتؐ کی مجلس مشورت

پناہیں دوسروں کو دینے والے خود نہیں سوتے — جو تقدیریں جگاتے ہیں کبھی غافل نہیں ہوتے
رسول اللہؐ نے اس فتنۂ نو کی خبر پائی — صحابہؓ کی جماعت مشورہ کرنے کو بلوائی[1]
کہا اس مرتبہ سب سے بڑا سیلاب آتا ہے — عرب کا منتخب مجموعۂ احزاب آتا ہے[2]
تمہاری رائے کیا ہے کس طرح ہو سدِّباب اس کا — بتاؤ کس طریقے سے دیا جائے جواب اس کا

حضرت سلمانؓ فارسیؓ کی رائے

تھے سلمان فارسیؓ موجود سرکارِ رسالت میں — ہوئے یوں عرض پیرا اُٹھ کے دربارِ رسالت میں

---

[1] آنحضرتؐ نے مسجد میں صحابہؓ کو بلایا۔ اور اس تازہ حملہ کی خبر سنائی اور مشورہ طلب کیا۔ (طبری)

[2] قبیلۂ غطفان۔ خزارہ مرہ اشجع۔ بنو سلیم بنو اسد۔ بنو سعد اور قریش کے تمام توابع قبائل اس حملہ میں شریک تھے۔
(دیکھو ابن ہشام اور خمیس ابن سعد و زرقانی و فتح الباری)

[3] سلمانؓ فارسی سنہ ۲ھ میں مسلمان ہوئے۔ یہ اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے مذہب قدیم میں ابلق گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی دینِ حق کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ عرب تک آئے۔ کسی نے ان کو پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا۔ تحقیقاتِ مذہبی کے بعد یہ یہودی مذہب میں داخل ہو گئے۔ ایک یہودی نے ان کو خریدا اور مدینے میں لایا۔ وہ اکثر ایک پیدا ہونے والے نبیؐ کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا جب حضرت سلمانؓ نے مدینہ میں نبی صلعم کو دیکھا۔ تو اُن علامات و آثار و اخبار سے جو اپنے آقا سے سُنتے تھے! آنحضرتؐ کو پہچان لیا۔ آپ بہت سے مذاہب سے واقف تھے۔ ان کی بڑی عمر تھی ۲۲۷ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ اور ملک فارس کا پہلا پھل کہلائے (دیکھو تاریخ العمران)

حضور افواج کی تعداد ہے اس مرتبہ بھاری
مسلمانوں کو لازم مصلحت کی ہے نگہداری
کھُلے میداں میں ایسے لشکروں سے دو بدو ہونا
مری رائے میں ہے جانِ عزیزِ غازیاں کھونا
مری رائے میں خندق کھود لیں ہم گردِ لشکر کے[1]
مہیّا ہوں ہمارے سامنے انبار پتھّر کے
اگر اک خطۂ محفوظ میں ہو فوجِ اسلامی
تو دیکھیں گے عدُو اس مرتبہ بھی روئے ناکامی

خندق[2]

رسُولِ پاکؐ نے اس رائے کی تحسین فرمائی
پسندِ خاطرِ عالی ہوئی سلمانؓ کی دانائی
مہیّا کر لئے سرکارؐ نے آلات عجلت سے
صحابہ میں ہُوئی تقسیمِ کار ایمائے حضرتؐ سے
مجاہد ہو گئے تقسیم دس دس کے گروہوں میں
رسولؐ اللہ خود موجُود تھے ان حق پژوہوں میں

---

[1] حضرتِ سلمانؓ نے عرض کیا۔ ایسے موقعوں پر ایران میں خندق کھود لیتے ہیں۔ (طبری)

[2] مدینہ تین جانب مسلسل دیواروں گھنے درختوں اور چٹانوں کے سلسلوں کے سبب تقریباً محفوظ تھا۔ یعنی اچانک حملہ نہ ہو سکتا تھا سمتِ شامی غیر محفوظ تھی۔ یہیں کفار ہجوم کر سکتے تھے۔ آپؐ نے اس سمت پر خندق کھودے جانے کا حکم دیا اور خندق کھودنے کے آلات فراہم کئے گئے اور کام کا آغاز کر دیا۔ تقسیم کار فرمادی۔ اور دس دس کے گروہ کر دئے اور انکو دس دس گز زمین کھودنے کا حکم دیا (تاریخ خمیس ج ۲ ص ۲) حضرت سلمانؓ کو ہر جماعت اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ وہی اس طریقِ دفاع کے محرک تھے۔ یہ اختلاف آنحضرتؐ کے پیش کیا گیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ سلمانؓ من اھل البیت یعنی سلمان کا میرے اہلِ بیت میں شمار ہے۔ اس وقت سے حضرت سلمانؓ فارسی کو منجملہ اہلِ بیت رسُول اللہ ہونے کا ہمیشہ کے لئے شرف حاصل ہو گیا۔ (طبری)

حدیں قائم ہوئیں خندق کی دستِ پاک ہادی سےؐ[1] ہوئے مصروف کار اہلِ وفا ذوقِ ارادی سے
ہوئی تفویض دس دس گز زمیں ہر اک جماعت کو بذوق و شوق ہر اک فرد تھا حاضر اطاعت کو

محبوبِ خدا مزدور کے لباس میں

زمیں پر دید نی تھی آسمانی نور کی صورت نبیؐ شامل تھا مزدوروں میں اک مزدور کی صورت[2]
یہ محنت فی سبیل اللہ تھی حق سرمایہ تھا ان کا یہ تھے اللہ کے مزدور عالی پایہ تھا ان کا
نگاہِ عرش سوئے فرش تھی حیرت سے آئینہ جمی تھی بازوؤں پر گرد اٹا تھا خاک سے سینہ
وجود ان کے تھے محوِ کار آنکھیں محو یاران کی وہ رشکِ مہر و مہ تھا راحتِ لیل و نہاران کی
ہم آہنگی سے آتے تھے رجز ان کی زبانوں پر[3] زمیں پر کام کرتے تھے صدا تھی آسمانوں پر

[1] آپ نے بہ نفسِ نفیس اپنے ہاتھ سے نشان لگایا۔
[2] آنحضرتؐ خود ایک مزدور کی صورت ایک خندق کھودنے والی جماعت میں کام کر رہے تھے۔ خود مشقت فرما رہے تھے بازوؤں اور سینے پر گرد پڑی ہوئی تھی۔ (ابنِ سعد۔ فتح الباری)
[3] آنحضرتؐ اور صحابہؓ اس کھدائی کی مشقت میں رجز پڑھتے تھے۔ آنحضرت کی زبان پر اکثر یہ شعر آتا تھا:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ العیشَ عیشُ الاٰخرۃ فاغفر لِلانصار والمھاجرۃ

یعنی اسے خدا حقیقی زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔ پس انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔ صحابہ ذوق شوق سے یہ شعر پڑھتے تھے۔

(باقی بر صفحہ ۱۶۶)

پیٹ پر پتھّر

گذارے بیس دن اور بیس راتیں اس مشقّت میں
رُخِ شامی پہ خندق کھود لی اربابِ ہمّت نے

مگر اک مرحلے پر ہو گئی حائل چٹان ایسی
اسے کوئی بشر توڑے کسی میں تھی نہ جان ایسی

لگائی ضرب ہر اک نے ہر اک نے پھاوڑا مارا
مگر یہ سنگ دل پتھّر نہ ہارا، ہر کوئی ہارا

لگا کر ضرب پتھّر پر جوان و پیر سب ہارے
پیمبرؐ کی طرف تکنے لگے اللہ کے پیارے[۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نحن الذی بایعوا محمّدا علی الجہاد ما بقینا ابدا

یعنی ہم نے خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے اپنے آپ کو محمدؐ کے ہاتھ بیچ دیا ہے
اور کبھی آپؐ اور صحابہؓ مل کر عبداللہ بن رواحہؓ انصاری کے یہ اشعار پڑھتے تھے :۔

اَللّٰھُمَّ لولا انت ما اھتدینا ولا تصدّقنا ولا صلینا
فانزلن سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا
ان الالی قد بغوا علینا اذا اردوا فتنۃ ابینا

یعنی یا اللہ اگر تیرا فضل نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نہ ملتی ۔ اور ہم صدقہ و خیرات کرنے اور تیری عبادت کرنے کے قابل نہ بنتے ۔ یا اللہ جب تو نے اس حد تک پہنچا دیا ہے ۔ تو اب مصیبت کے وقت ہمارے دلوں کو سکینت عطا فرما ۔ اگر دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ ۔ یا اللہ تو جانتا ہے ۔ کہ یہ لوگ ناحق طور پر حملہ آور ہو رہے ہیں ۔ اور ان کا ارادہ ہمیں دین سے پھیر دینے کا ہے ۔ مگر تیرے فضل سے ہمارا یہ حال ہے کہ ہم ان کی تدبیروں کو ٹھکراتے ہیں ۔ اور ان کے فتنہ میں شامل ہونے سے انکاری ہیں ۔ روایت ہے کہ آخری مصرعہ پر آنحضرتؐ کی آواز بلند ہو جاتی تھی اور مصرعہ کو دہراتے بھی تھے ابیٰنا

[۱] ایک پتھر خندق کی کھدائی میں ایسا حائل ہو گیا ۔ جو کسی کے کاٹے نہ کٹ سکا ۔ اور صحابہؓ کا یہ حال تھا ۔ کہ وہ اس وقت مسلسل تین دن کے فاقے سے نڈھال تھے ۔ جب پتھر کسی طرح نہ ٹوٹ سکا ۔ تو آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی معذوری اور ضعف بیان کیا ۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

گذارش کی یہ پتھر ہو گیا ہے کام میں حائل
غلامانِ نبیؐ کی قوتیں ہیں بھوک سے زائل

کیا نظارہ حُسنِ صابری کا چشمِ شاہد نے
کہ پتھر باندھ رکھا تھا شکم پر ہر مجاہد نے[1]

تبسم لب پہ آیا اور شکم سے پیرہن سرکا
ہُوا آئینہ سب پر حوصلہ صبرِ پیمبرؐ کا

عجب عالم نظر آئے یہاں فاقہ گذاری کے
کہ دو پتھر بندھے تھے پیٹ پر محبوبِ باری کے

کئی دن سے میسّر تھا نہ کچھ جز آب حضرتؐ کو
کسی نے بھی نہ پایا تھا مگر بے تاب حضرت کو

ضربِ محمدؐ

اُٹھا دی چادرِ حیرت فلک پر اس نظارے نے
لیا دستِ مبارک میں کدال اللہ کے پیارے نے[2]

زبانِ پاک سے اللہ اکبر کی صدا نکلی
لگائی ایک ضرب ایسی کہ پتھر سے ضیا نکلی

ضیا ایسی کہ چمکے جس سے دامن کوہساروں کے
کھلے اہلِ نظر پر باب کچھ رنگیں نظاروں کے

---

[1] ہر ایک نے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا۔ اس وقت محبوبِ خدا نے شکم مبارک پر دو پتھر باندھ رکھے تھے۔ اور آپؐ کئی روز سے بھوکے تھے۔ (بخاری)

[2] آپؐ نے کدال ہاتھ میں لیا۔ اور اس مقام پر تشریف لائے۔ آپؐ نے باوجود تین دن کے فاقے کے اللہ اکبر کہہ کر پتھر پر تین ضربیں لگائیں۔ اور پتھر پارہ پارہ ہو گیا۔ (بخاری کتاب المغازی حالات غزوہ خندق)

مرقّع قصرہائے احمرینِ شام کا پایا
اشارہ اہلِ دیں نے غلبۂ اسلام کا پایا[1]

لگائی دُوسری اک ضرب جب اللہ والے نے
دکھایا اِک نیا منظر مقدّر کے اُجالے نے

اُجالے میں جھلک تھی فارس کے قصرِ مدائن کی
یہ ضربِ دستِ حق کنجی تھی کسرائی خزائن کی[2]

پڑی ضربِ سُوم سنگیں چٹان اب پارہ پارہ تھی
نبیؐ کے ہاتھ کی قوت جہاں میں آشکارہ تھی

نظر خیرہ ہُوئی اس مرتبہ بھی وہ چمک دیکھی
یمن کا ملک دیکھا شہر صنعا کی جھلک دیکھی[3]

یہ نظّارے فتوحاتِ ممالک کے اشارے تھے
نبیؐ کے ہاتھ نے سب کام اُمّت کے سنوارے تھے

---

[1] ضرب اوّل پر پتھر سے ایک شعلہ نکلا اور آپؐ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اور فرمایا۔ مجھے مملکتِ شام کی کنجیاں دی گئی ہیں اور خدا کی قسم اس وقت شام کے سُرخ محلات میری نظر کے سامنے ہیں۔ (فتح الباری)

[2] دوسری ضرب پر پھر شعلہ نکلا۔ اور آپؐ نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ اور یہ فرمایا کہ مُلکِ فارس مجھے دیا گیا ہے اور مدائن کے سفید محل نظر آرہے ہیں۔ (فتح الباری)

[3] تیسری ضرب پر پھر شعلہ نکلا۔ آپ نے پھر اللہ اکبر کہا۔ اور فرمایا۔ مجھے یمن کی کنجیاں بھی دی گئیں۔ اور خدا کی قسم۔ صنعاء کے دروازے مجھے اسوقت دکھائے جارہے ہیں۔ اس ضرب پر پتھر بالکل شکستہ ہوگیا۔

(فتح الباری)

مسلمانوں کی جمعیت ہزار افراد کی گنتی
اور اس تعداد میں بھی بیشتر زہّاد کی گنتی

ہزار افراد میں ایزادِ یثرب کے منافق بھی[1]
کہ ہر دم ساتھ رہتا تھا یہ حزبِ ناموافق بھی

نظر آئیں جو فوجیں دشمنوں کی دُور سے ان کو
تو سُوجھی بھاگنے کی خطۂ محصُور سے ان کو

خندق کے آر پار

مگر خندق پہ آ کر رُک گیا سیلاب دشمن کا
مسلماں دیکھتے تھے جوش و پیچ و تاب دشمن کا

لگے شور و شغب کرنے سبھی شوریدہ غوغائی
یہ پہلی مرتبہ کی کھائی کا فروں[2] نے دیکھ کر کھائی

چلے گھوڑے کُدانے شہسوار اُس[3] پار جانے کو
بڑھے اللہ کے بندے انہیں پیچھے ہٹانے کو

جدھر بڑھتے تھے ان پر پتھروں کا مینہ برستا تھا
کہ حملے کا فقط کھائی پھاندنے ہی سے رستہ تھا

---

[1] مسلمان صرف ایک ہزار تھے۔ اور ان میں بھی زیادہ تر عابد۔ زاہد اور کمزور لوگ تھے۔ جو بھوک اور فاقے سے نڈھال تھے۔ (رشاہ مکہ)

[1] منافقین بھی پہلے پہلے شاملِ مجاہدین تھے لیکن جب اُنہوں نے کُفّار کو دیکھا۔ تو اپنے گھروں کی حفاظت کا بہانہ بنا کر چلتے بنے۔ (تاریخ العمران)

[2] سب سے پہلے ابوسفیان فوجوں کو اُحد کی طرف لے گیا۔ وہاں کھائی دیکھی۔ تو شامی رُخ سے حملے کے لئے بڑھا۔ لیکن خندق کو راہ میں حائل دیکھ کر کفار کی فوجیں حیران و ششدر کھڑی رہ گئیں۔ (دیکھو ابن سعد و زرقانی)

[3] خندق کو حائل دیکھ کر بعض شہسواروں نے گھوڑے کُدا کر خندق پار کرنے کی ٹھان لی۔ مگر اُدھر سے صحابہؓ نے پتھروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اور ان کو دور ہٹا دیا۔ (ابنِ سعد)

احزابِ عرب کی چھاؤنی

بالآخر ہٹ گئیں پیچھے یمِ احزاب کی موجیں
گزرنے پائیں خندق سے نہ اس سیلاب کی موجیں

لگائے حملہ آور لشکروں نے ہر طرف خیمے[1]
مسلماں ایک جانب تین جانب صف بصف خیمے

فقط دارالاماں کا باب وا تھا اہلِ ایماں پر[2]
یہ احسانِ محمد مصطفٰے تھا اہلِ ایماں پر

مدینہ اس طرح محصور تھا افواج کے اندر
جزیرہ جس طرح ہو قلزمِ مواج کے اندر

کفار کے جیوش اور یہود

تلیٹی میں اُحد کی تھا بنی غطفان کا ڈیرا[3]
وہاں تینوں طرف سے تھا قبائل کا بڑا گھیرا

---

[1] خندق کے حائل ہونے پر پہلے تو بہت شور و غل ہوا۔ آخر کفار نے سامنے کھلے میدان میں ڈیرے ڈال دیے۔ اس طرح کہ خندق کے اِس طرف مسلمانوں کی جمعیت تھی۔ اور تین طرف خندق۔ یعنی مسلمان محصور تھے۔ (تاریخ العمران)

[2] آنحضرتؐ اور صحابہ کی جمعیت شہر اور خندق کے درمیان متمکن تھے۔ سلع کی پہاڑی عقب میں تھی۔

[3] اُحد کی جانب بنی غطفان کی فوجوں نے چھاؤنی قائم کی۔ اور خندق کے اُس پار قبائل کے دوسرے لشکروں نے بھی مدینے کو تقریباً گھیرے میں لے لیا۔ (ابن سعد و زرقانی)

قریشی فوج کا ڈیرا میانِ جرف[1] وغاوہ تھا
یہودی فوج کا لشکر قبائل کے علاوہ تھا

سلاّم[2] اور حُیّ اخطب سرغنے تھے ان لعینوں کے
یہ ساہوکار تھے سب کے یہ مالک تھے خزینوں کے

قبیلہ قرنظیہ کی بغاوت

مدینے[3] میں فقط اب اک قرنظیہ کا قبیلہ تھا
ابھی پوشیدہ اہلِ حق سے جس کا مکر و حیلہ تھا

رسول اللہ نے ان پر کئے تھے بیشمار احساں
طرح دیتے تھے ہر لغزش پر ان کو ہادیؐ دوراں

مگر اب حُیّ[4] اخطب نے انہیں بھی آ کے بہکایا
مسلمانوں کا اب کر خاتمہ کر دو یہ سمجھایا

قرنظیہ بھی اگر ان لشکروں میں آ کے مل جائے
تو شیطاں کا یہ گلزارِ جہنّم اور کھِل جائے

شریکِ جنگ ہونے ہی میں ہے مضمر مفاد اپنا
عرب کے ہر قبیلے پر جمے گا اعتماد اپنا

---

[1] قریش مقام جرف وغاوہ کے درمیان اُترے تھے۔ لشکر احزاب کے علاوہ یہودِ خیبر بھی ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ (تاریخ العمران)

[2] سلام بن مشکم اور حُیّ بن اخطب یہودیوں کے رئیس تھے۔ ان کے قبائل کو آنحضرتؐ نے مدینے سے بدر فرمادیا تھا۔ (زرقانی)

[3] قبیلہ قرنظیہ یہود کے یثربی قبائل میں سے تھا۔ اور آنحضرتؐ نے اس پر بہت سے احسان فرمائے تھے۔ حتیٰ کہ دوسرے قبائل یہود کے نکالتے وقت بھی ان کو مدینے میں رہنے کی عام اجازت تھی۔ (رشاد الحکمۃ)

[4] بنو نضیر کا رئیس حُیّ اخطب رات کی تاریکی میں بنو قرنظیہ کے پاس پہنچا۔ اور ان کے رؤسا سے ملا۔ اور کہا۔ کہ دیکھو میں کتنا بڑا طوفان اکٹھا کر کے مسلمانوں کے لئے لایا ہوں۔ اب محمدؐ اور اُمّتِ محمدؐ کا پتہ بھی نہ چلے گا۔ کہ کبھی روئے زمین پر یہ لوگ بھی بستے تھے۔ (تاریخ العمران)

یہ کعب ابنِ اسد کے پاس پہنچا صورتِ شیطاں
کہا، دیکھو میں لے آیا ہوں کتنا تند خو طوفاں

ہم آئے ہیں نئے مذہب کا استیصال کرنے کو
بحال اپنا یہودی دولت و اقبال کرنے کو

ہمیں اسلام نے یثرب کی منڈی سے نکالا ہے
ہماری کاروباری زندگی پر ہاتھ ڈالا ہے

کھلی ہیں عامیوں کے واسطے بہبود کی راہیں
پڑی ہیں سخت خطرے میں ہمارے سود کی راہیں

مساوات و اخوت، قرضِ حسن اور ہمدردی
مسلمانوں نے انسانی دماغوں میں اگر بھر دی

تو دنیا بھر میں گویا خاتمہ ہے ساہوکاری کا
یہودی قوم کیسے مان لے جینا بھکاری کا

ہماری کاروباری کوٹھیاں سنسان ہو جائیں
زر و املاک پر قابض یہ عام انسان ہو جائیں

یہودی قوم یہ صورت نہیں برداشت کر سکتی
بغیر جنگ اب حالت نہیں ہرگز سدھر سکتی

ہمارا کاروبارِ سود ہی جاتا رہا ہم سے
تو ہم کو فائدہ؟ اصلاحِ فرزندانِ آدم سے؟

"جوا مت کھیلو، محنت جھیلو، پورا تولو سچ بولو
کرو احسان، ہاتھ اپنے بیاج اور سود سے دھو لو"

یہ ساری اصطلاحیں عامیوں کو شاد کرتی ہیں
ہماری ساکھ اٹھتی ہے ہمیں برباد کرتی ہیں

ہمارے کارخانے کوٹھیاں آخر چلیں کیسے
اگر پیسہ نہ ہاتھ آئے تو ہم پھولیں پھلیں کیسے

بھلا سچ بولنے سے بھی کہیں بیوپار چلتے ہیں
برابر تولنے سے بھی یہ کاروبار چلتے ہیں

اگر ہم کاروباری پورا تولیں اور سچ بولیں
تو سب فاقے کریں، پیغمبری کی راہ پر ہولیں

اسی صورت اگر تبلیغ اسلامی رہی جاری
تو اس کے صاف معنی ہیں ہماری ذلت و خواری

ابھی اہل عرب ہیں بے خبر ایسے اصولوں سے
ابھی ہم کام لے سکتے ہیں جاہل بوالفضولوں سے

ابھی ہے ان کے سرداروں کو فخر شخصی و ذاتی
مساوات و اخوت میں انہیں لذت نہیں آتی

ابھی ان بت پرستوں کو خدا کے نام سے ضد ہے
سمجھ سکتے نہیں معبود لاکھوں ہیں کہ واحد ہے

شعور ان کا ابھی سنگیں بتوں کی طرح جامد ہے
ابھی ہر ایک اپنے باپ دادا کا مقلد ہے

کئے ہیں جمع یہ جتھے ہم نے کونے کونے سے
عرب بھر میں لیا ہے کام ہم نے چاندی سونے سے

یہ اک سیلاب آتش ہے جسے خود جا کے لائے ہیں
غضب کا تاؤ دے کر لائے ہیں بھڑکا کے لائے ہیں

محمدؐ اور محمدؐ کے صحابہ اور یہ بستی
بغیر معجزہ تو اب نہ ہوں گے برسر ہستی

تم اے اہل قریظہ اس پرانے ڈھونگ کو چھوڑو
کہاں کا عہد و پیماں اس عہد کو اس وعدہ کو توڑو

مسلمانوں کے مٹنے ہی سے اپنا وارا نیارا ہے
ہمارا ساتھ دو چپ مت رہو۔ اسمیں خسارا ہے

عہد شکن

جو کعب ابن اسد سردار تھا اہل قریظہ کا
اسے احساس تھا پہلے تو اشکال قریظہ کا[1]

---

[1] کعب ابن اسد قبیلہ بنو قریظہ کے سردار نے پہلے تو غور کیا کہ محمدؐ اور امت محمدؐ کے ہم بڑے احسان مند ہیں۔ لیکن پھر مان گیا۔ اور بغاوت پر آمادہ ہوگیا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

مگر تھا سامری سے بڑھ کے جادو حُیَیّ اخطب[1] کا
اُدھر قصّاب اِدھر گو سالہ تھا رُوحِ مذہب کا

بغاوت پر ہُوا آمادہ کعب ابنِ اسدؔ آخر
نقاب اترا تو ننگا ہو گیا یہ روئے بد آخر

لگا دی آگ جب بارود کو ناری فتیلے[2] نے
تو سارے عہد و پیماں توڑ ڈالے اس قبیلے نے

یہُودی قوم کی عہد شکنی نئی نہ تھی

یہودی لوگ خود کو دیندار انسان کہتے تھے
خُدا کے دُوسرے بندوں کو بے ایمان کہتے تھے

انہیں دعویٰ تھا ہم ہیں پیروانِ موسیٰ عمرانؑ
ہمارے مذہبی معمول ہیں تورات کے فرماں

انہیں غرّہ تھا فرزندانِ اسمٰعیلؑ ہونے کا
مگر یہ زر کے پُتلے پُوجتے تھے بیل سونے کا

عمل ان کے مگر تورات کے یکسر مخالف تھے
یہ اپنے لعنتی اوصاف سے کچھ خود بھی خوب واقف تھے

---

[1] حُیَیّ نے کہا۔ یہ فوجیں مسلمانوں کو ملیا میٹ کئے بغیر بھاگ نہیں جائیں گی۔ اور اگر تم نے اپنے آپ کو باقی اہل عرب کے خلاف ثابت کیا۔ تو گویا تم پھر ہمیشہ کے لئے ڈوب گئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] حُیَیّ بن اخطب رئیس یہُود نے بنو قریظہ کو کفار کے ساتھ ملنے پر پوری طرح آمادہ کر لیا۔ حالانکہ بنو قریظہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور انصارِ مدینہ کے ہزاروں احسان تھے۔ اور حالانکہ اس قبیلہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ کہ وہ کبھی ان کے خلاف کچھ نہ کریں گے۔ (ارشاد الحکمۃ)

انہیں ختم الرسُل نے طرح دی تھی، رحم کھایا تھا[1] — انہیں سمجھائی تھی تورات قرآں بھی سنایا تھا
مدارات اُن کی فرمائی تھی عزت ان کو بخشی تھی — مروّت اُن سے کی تھی اور مہلت اُن کو بخشی تھی
اِدھر تھی ان کے بارے میں عطا پاشی خطا پوشی — اُدھر تھی اس مہاجن قوم کی احسان فراموشی
کیا تھا عہد ان لوگوں نے سرکارِ نبوت سے — رہیں گے مجتنب ہم مشرکوں کے ساتھ شرکت سے[2]
مگر یہ قوم چلتی ہی گئی راہِ تباہی پر — یہ چل کر آپ آئی منزلِ قہرِ الٰہی پر
نگاہیں پھیرلیں کچھ اس طرح اپنے حلیفوں سے — چلے جس طرح قرم ساق کترا کر شریفوں سے
یہ تازہ عہد شکنی کیا تھی اک کہنہ سرشت انکی — نہیں تھی قابلِ اصلاح گویا خوئے زشت انکی

---

[1] فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○

پ المائدہ ع ○

تو ان لوگوں کے عہد توڑ دینے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔ اور دل سخت کر دیئے گئے۔ یہ لوگ کلمات تورات کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔ اور جن باتوں کی تلقین ان کو کی گئی تھی۔ اُن کا بھی ایک حصہ فراموش کر بیٹھے ہیں۔ اور تھوڑے سے آدمیوں کے سوا تم ہمیشہ انکی خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو۔ تو ان کو معاف کر دو اور درگذر کرو۔ کہ خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

[2] عن ابن عمران یہود بنی النضیر و قریظہ حاربوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقر قریظۃ ومن علیھم۔

ابن عمران سے روایت ہے۔ کہ بنو نضیر اور قریظہ کے یہود نے آنحضرت سے لڑائی کی تو آپ نے بنو نضیر کو نکال دیا۔ اور قریظہ کو رہنے دیا تھا۔ اور ان پر احسان کیا۔ (صحیح مسلم)

ہوا ثابت کہ اب آغاز کا انجام آپہنچا — ہمیشہ کے لئے پاداش کا ہنگام آپہنچا

نبیؐ کریم یہود کو آخری فہمائش کرتے ہیں

نبوت نے نہ چاہا اس خبر کا مشتہر ہونا — مدینے میں نہ تھا مطلوب تخمِ بے دلی بونا[1]

نہایت ساعتِ نازک تھی یہ ایمانداروں پر — مدینے بھر کی آبادی تھی تلواروں کی دھاروں پر

بلایا آپ نے ابنِ معاذؓ ابنِ عبادہؓ کو — زبیرؓ[2] اور چند انصارِ فہیم و خوش ارادہ کو

کہا اس قومِ بداندیش کو تم جا کے سمجھاؤ — اگر ممکن ہو ان بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لاؤ

کہ شاید دُور ان سے کفر کا جلباب ہو جائے — کلیم اللہ کی اُمت ہدایت یاب ہو جائے

نہ سمجھیں تو سمجھ جاؤ کہ ان کے دل میں کینہ ہے — خُدا پر چھوڑ دو ان کو خدا دانا و بینا ہے

اگر باغی ہوئے تو اپنی ہستی خود مٹا لیں گے — خدا سے کیفرِ کردار اپنا جلد پا لیں گے

وبال انسان پر سے خود بخود کب دُور ہوتا ہے — وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے

---

[1] آنحضرتؐ کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو تحقیق اور اتمامِ حجت کے لئے سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کو بھیجا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر درحقیقت بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ تو وہاں سے آ کر اس خبر کو مبہم لفظوں میں بیان کرنا تاکہ لوگوں میں بے دلی نہ پھیلنے پائے۔ (دیکھو سیرت)

[2] حضرت زبیر ابن العوام کو آپ نے دو تین مرتبہ تحقیق کے لئے بھیجا۔ جب تحقیق ہو گئی تو سعدین کو بطور وفد روانہ فرمایا (تاریخ اسلام)

عہد شکن یہود کا تمرّد

جونہی سعدینِ پہنچے قلعۂ آلِ قریظہ پر
ہُوا ان کو تنبّہ ہر طرح حالِ قریظہ پر

دلائے یاد سب قول و قرار و عہد و پیماں بھی
مسلمانوں کی شفقت بھی رسُول اللہ کا احساں بھی

مگر یہ لوگ ان دونوں سے گستاخانہ پیش آئے
نہایت بے رُخی دکھلائی اور بیگانہ پیش آئے

کہا ہم کو نہیں معلوم، ہوتی ہیں وفائیں کیا!
محمدؐ کون ہیں اور عہد و پیماں ہیں بلائیں کیا![1]

ہمیں ہے کام اپنے نفع سے اپنی ضرورت سے
ہم اپنے فعل کے مختار ہیں ہر ایک صُورت سے

اِس نئے خطرے کی تصدیق، اور نبوّت کے انتظامات

یہُودی قوم کے انداز یوں بدلے ہُوئے پائے
تو اصحابِؓ نبیؐ خاموش خندق پر پلٹ آئے

رسُولؐ اللہ کی خدمت میں آ کر عرض گذرانی
کہ غدّاری پہ مائل ہو چکے ہیں جور کے بانی

---

[1] سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ ان لوگوں کے پاس پہنچے۔ اور ان کے رئیس کعب بن اسد سے ملے۔ تو وہ نہایت تمرد اور گستاخی سے پیش آیا۔ صحابہؓ نے معاہدہ یاد دلایا۔ تو یہود بگڑ کر بولے۔ کہ ہم نہ معاہدے کو جانتے ہیں۔ نہ محمدؐ کو پہچانتے ہیں۔ ہم اپنے فعل کے مختار ہیں جس طرح جی چاہے کریں گے۔ (ابن ہشام)

مدینے میں ضعیف افراد، بچے عورتیں سب ہیں
مدینے میں منافق بھی ہیں دل جن کے مذبذب ہیں[1]

قریظہ واقعی غدار ہیں ان سے ہے اندیشہ
مبادا عورتوں پر حملہ آور ہوں جفا پیشہ

مسلمانوں کا اندیشہ نبیؐ نے دور فرمایا
طلایہ تین سو جانباز کا مامور فرمایا[2]

کہا گرداوری کرتے رہو ہر سو مدینے میں
کہیں رخنہ نہ آنے دو حفاظت کے قرینے میں

خندق پر اسلوبِ جنگ

یہ سارے انتظام آساں نہ تھے دَورانِ محصوری
کہ اہلِ نار کے نرغے میں تھی یہ اُمتِ نوری

بہر سو دل کے دَل کفّار ناہنجار چھائے تھے
بہت تھے معرکہ آرا بہت ڈیرے جمائے تھے

---

[1] جب یہود نے عہد شکنی کی۔ تو حئی اخطب نے قریش اور غطفان کو ابھارا۔ کہ یہودوں کی سمت سے خاص مدینہ پر جہاں مسلمانوں کے گھر اور بال بچے تھے۔ حملہ کر دیں۔ مسلمانوں کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو عورتوں اور بچوں کی وجہ سے سخت تشویش میں پڑ گئے۔ بعض انصار خندق سے ہٹ گئے۔ اور اپنے گھروں کو بچانے کی فکر میں چلے گئے۔ ان میں زیادہ تر منافقین تھے۔ (سیرۃ النبیؐ)

[2] آنحضرتؐ سے آکر جب صحابہؓ نے یہ تمام روئداد بیان کی۔ اور مدینے کے ضعفاء کی طرف سے خدشات بیان کئے گئے۔ تو آپ نے زیدؓ بن حارث کو تین سو جوانمردوں سے روانہ کیا تاکہ پچاس پچاس کا دستہ ہر وقت مدینے میں گرد آوری کرتے رہیں۔ اور اہل عیال پر کسی کو حملہ آور نہ ہونے دیں۔ (تاریخ ارضِ مقدس)

لبِ خندق تک آتے شور کرتے تیر برساتے
جواب اسلام سے ملتا تو پھر واپس پلٹ جاتے

مگر تھی حملہ آور اس قدر تعداد دشمن کی
کہ رہتی تھی سحر سے شام تک بیداد دشمن کی

قبائل کے جنودِ قاہرہ غصے میں دیوانے
جھپٹتے تھے مسلمانوں کی جانب برچھیاں تانے

اِدھر سے غازیانِ فی سبیل اللہ جرأت سے
ہنکا دیتے تھے اس کثرت کو اپنے زورِ وحدت سے

سحر سے شام تک دو تین دن تھی جنگ معمولی
ہراول کے جوانوں کا بظاہر شغلِ مشغولی[1]

ابوسفیاں سپہ سالارِ اعظم تھا قبائل کا
اسے حل سوچنا تھا راہ کے اس سنگِ حائل کا

قبائل کے سبھی سردار تھے اس کی معیّت میں
مسلمانوں کا قتلِ عام تھا ان سب کی نیّت میں

مدینہ سامنے تھا اور یہ کچھ کر نہ سکتے تھے
غنیمت دیکھتے تھے اور جھولی بھر نہ سکتے تھے

یہ قائل مشورت کرتے رہے دو تین دن باہم
یہ طے پایا کہ لشکر جمع ہو کر پل پڑے یکدم[2]

مؤذّن نے کیا اعلان اِدھر اللہ اکبر کا
اُدھر شیطاں نے پیٹا ڈھول حیوانوں کے لشکر کا

---

[1] قبائل کے متعدد لشکروں نے خندق کو مزاحم پا کر خیمے لگائے تھے۔ ان کے دستے ہر روز خندق پر حملہ آور ہوتے تھے مگر مسلمانوں کو مستعد پا کر واپس ہو جاتے تھے۔ (دیکھو طبری)

[2] ایک دن سردارانِ قریش نے فیصلہ کیا۔ کہ خندق کئی جگہ سے تنگ ہے۔ مسلمانوں پر ایک متحدہ حملہ کر کے سوار گھوڑے کدا کر خندق کے پار اُتریں۔ اور ان کے پیچھے سارا لشکر جا پڑے۔ (تاریخ العمران)

کفّار کے اتحادی لشکروں کا بے پناہ دھاوا

نمازیں بھی ادا کرنے نہ پائے تھے ابھی غازی
کہ سر پر آ گیا وقتِ جہاد و سعی و جانبازی

کیا حملہ قیامت کا جیوشِ حملہ آور نے
فضا میں ڈال دی ہلچل سواروں کے تگادر نے

پرے گھوڑوں کے دل دھرتی کا دھڑکاتے ہوئے آئے
پیادے دُور ہی سے تیر برساتے ہوئے آئے

رجز کا شور نقاروں کی کڑکڑ ڈھول کی دھم دھم
قبائل کے بتوں کی بیرقیں شیطان کے پرچم

ڈپٹ تھی شور و شر تھا نعرے تھے ہنگامہ خیزی تھی
سڑاسڑ دمبدم کوڑوں کی تھی گھوڑوں کی تیزی تھی

سرِ خندق مگر ہر ایک دستہ رُک گیا ان کا
مسلمانوں نے مارے تیر رستہ رُک گیا ان کا

منظم تھے مجاہد بھی محمدؐ کی قیادت میں
سرِ خندق جواں تھے مستعد ذوقِ شہادت میں[1]

قبائل کو توقع تھی مسلماں بھاگ جائیں گے
ہماری کثرتِ تعداد کے منہ پر نہ آئیں گے

اگر ٹھہرے تو اس سیلاب میں بہ جائینگے سارے
خس و خاشاک کی صورت ہیں چند افراد بیچارے

ہزاروں کے مقابل چند سو جانوں کی ہستی کیا
عرب کے سامنے ٹھہرے گی یثرب کی یہ بستی کیا

---

[1] آنحضرتؐ نے اپنی مختصر سی جماعت کو خود ترتیب دیا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے دستے مقرر فرما دیئے تھے۔ جو ہر مقام پر حملہ آوروں کو تیروں اور پتھروں سے روکتے تھے۔ (تاریخ العمران)

مگر خندق نے کھنڈت ڈال دی انکی امنگوں میں — نہ پیش آئی تھی یہ صورت عرب کو اپنے جنگوں میں[1]

مسلماں یوں ڈٹے تھے لشکرِ احزاب کے آگے — چٹانیں جس طرح قائم رہیں سیلاب کے آگے

کماندارانِ اسلامی نے تاکا جب نشانوں کو — تو چھوڑا ناوکوں نے کہہ کے بسم اللہ کمانوں کو

یہ ناوک تھے کہ تارے آسمانوں سے اُتر آئے — گلو میں آنکھ میں پہلو میں دل میں تیر در آئے

گرے اسوار گھوڑوں سے گھسے گھوڑے پیادوں میں — قیامت خیز ہلچل پڑ گئی ان بدنہادوں میں

بہت تیار ہو کر آئے تھے یہ خونِ ناحق پر — درندے پیستے تھے دانت دربانانِ خندق پر

خروشِ اولیں دھیما تھا اب اس سورمائی کا — یہ ایسی منہ کی کھائی تھی کہ منہ تکتے تھے کھائی کا

ارادوں میں مخل ہر مرتبہ کھائی کو جب پایا — تو سرداروں نے فوجوں کو ذرا کچھ دور ٹھہرایا

سنایا حکم ابوسفیاں نے تیر انداز دستوں کو — کرو تندی سے ناوک کا نشانہ حق پرستوں کو

بڑے ضدی سہی لیکن کہاں تک مار کھائیں گے — کہاں سے روز آتے جائیں گے اور مرتے جائیں گے[2]

مسلسل پتھروں کا مینہ بھی ان لوگوں پہ برساؤ — غبار و گرد اڑاؤ سانس تک لینے سے ترساؤ

کرو ترکیب سے خندق کے ہر پہلو پہ دھاوا بھی — اِدھر کرتا ہوں میں ترکیب اور اس کے علاوہ بھی

---

[1] قبائل عرب نے کبھی اس سے پہلے اس قسم کی خندق کے مقابل لڑائی نہ لڑی تھی۔ یہ اُن کے لئے بالکل نئی بات تھی (ارشاد الحکمہ)

[2] ابوسفیان نے حکم دیا کہ ہر جگہ سے تیر برساؤ اور پتھر پھینکو۔ مسلمان بہت تھوڑے ہیں۔ یا تو مضروب و مجروح ہو جائیں گے یا تھک کر دفاع سے ہاتھ اٹھالیں گے۔ (تاریخ العمران)

کوئی تدبیر ہم اتنے میں کھائی کی بھی کرتے ہیں
کہیں اک پُل بنا لیتے ہیں یا خندق کو بھرتے ہیں[1]

یہ تیر کو دو گھڑی تکلیف دیتے ہیں تو دینے دو
تمہارا کام بھی یہ ہے کہ چین ان کو نہ لینے دو

تھکا دو ان کو جب تھک جائینگے ہتھیار ڈالیں گے
اسی خندق میں پھر ان کو دبا کر مار ڈالیں گے

مسلسل حملے، مسلسل مدافعت

بہ عُجلت لشکرِ کفّار نے ترتیب کو بدلا
نئے انداز کے دھاوے کئے ترکیب کو بدلا

سپہ سالار کے احکام کی تعمیل ہوتی تھی
ہوا کے دوش پر اب موت کی ترسیل ہوتی تھی

اِدھر حق تھا سرِ خندق اُدھر باطل کی فوجیں تھیں
دو جانب سے ہوا میں پتھروں تیروں کی موجیں تھیں

قبائل ہر طرف سے کر رہے تھے تیر اندازی
کماندارانِ اسلامی بھی تھے مصروفِ جانبازی

شریف انسان دب کر بیٹھ جاتے کیوں شریروں سے
جواب تیر اُدھر سے بھی دیا جاتا تھا تیروں سے

چٹانوں اور تودوں نے مہیا کیں کمیں گاہیں
سکھائیں جنگ نے خود ہی دفاعِ جنگ کی راہیں[2]

---

[1] ابوسفیان کا ارادہ تھا۔ کہ مسلمان ذرا بھی غافل ہوں تو خندق کو بھر دیا جائے۔ یا کسی جگہ پل بنا دیا جائے۔ لیکن ممکن نہ ہو سکا۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] مسلمان تیر انداز خندق سے نکلی ہوئی مٹی کے تودوں کی اور بڑے بڑے پتھروں کی آڑ سے مسلسل تیر چلاتے تھے (تاریخ العمران)

اُدھر سے بے تحاشا بے نشانہ تیر گرتے تھے
بدستِ حق یہی باطل کے دامنگیر پھرتے تھے[1]

اُدھر سے تھی فلاخن کے پروں سے سنگ اندازی
جوابِ سنگ بھی سنگین دیتے تھے انہیں غازی

ہولناک ہنگامہ

فضاؤں میں تھی فرّاٹے کی غرّاٹے کی طغیانی
عجب دریا تھا بالائے ہوا تند اور طوفانی

عجب دریا تھا سنگ و تیر اس دریا کی موجیں تھیں
تلاطم تھا ہوا میں خاک پر انساں کی فوجیں تھیں

عجب تھی اَن گنت پیکانِ پرّاں کی درخشانی
نظارا جس کا مہلک تھا برائے چشمِ انسانی

لپکتے تھے یہ لاتعداد ناوک التہاب آسا
خلا میں تیر کر پھر ڈوب جاتے تھے شہاب آسا

ہوا میں سنگ اُڑتے گونجتے آتے تھے دراتے
بہم ٹکراتے، گر جاتے، لڑھکتے، ٹھوکریں کھاتے

دقادق پتھروں کی اور چقاچق پہلوانوں کی
بلا کا شور تھا آنکھوں میں جان آئی تھی کانوں کی

کمانداروں کی زِہ زِہ اور زِہ گیروں کے زنّاٹے
سروں میں سنسناتی موت کے سنسان سنّاٹے

---

[1] کفّار کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور بے تحاشا تیروں کی بارش کرتے جا رہے تھے۔ یہ تیر خالی جاتے تھے۔ مسلمان کسی نہ کسی طرح ان کو اٹھا لیتے۔ اور انہی تیروں کو دشمن پر چلاتے۔ (تاریخ العمران)

چوبیس ہزار کے مقابلے میں ایک ہزار

مجاہد ضابطے سے اور استقلال کامل سے
تھے محوِ جنگ زورِ بازو و زورِ انامل سے

مسلمانوں کا کوئی تیر بھی خالی نہ جاتا تھا
نگاہوں کے اشاروں پر دلوں میں بیٹھ جاتا تھا

بظاہر چند تنکے تھے یہ اس سیلاب کے اندر
نظر آتے تھے چکراتے ہوئے گرداب کے اندر

سرِ خندق مجاہد تھے ہزار[1] افراد کی گنتی
یہی غازی مجاہد تھے یہی زہّاد کی گنتی

مگر ان پر ہزاراں در ہزاراں حملہ آور تھے
ہزار انسان کیا تھے، خواہ کیسے بھی دلاور تھے

اُدھر چوبیس دستے اور ہر دستہ ہزار انساں
ذخیرے اسلحہ کے اور نا و نوش کے ساماں[2]

وہاں باقاعدہ آب و خورش تقسیم ہوتا تھا
یہاں پتھر شکم پر باندھنا تعلیم ہوتا تھا

---

[1] یہ بالتصریح بیان ہوا ہے۔ کہ تین ہزار جوان و پیر کی جمعیت نے آنحضرتؐ کے ساتھ خندق کھودنے میں حصہ لیا تھا لیکن جب اعراب و قریش کی فوجیں نمودار ہوئیں۔ تو آپ نے باب شامی پر ایک جمعیت رکھ کر باقی لوگوں کو مدینے کے دوسرے اطراف میں (جہاں خندق نہ تھی فقط مکانات کی دیواریں اور باہر نخلستان کی اور پہاڑیاں تھیں) حفاظت اور دفاع کے لئے مامور فرما دیا تھا۔ اس تین ہزار میں منافقین بھی تھے۔ جو بحیلہ و بہانہ گھروں میں بیٹھ رہے تھے۔ خندق پر آنحضرتؐ کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ (دیکھو ابن ہشام فتح الباری وغیرہ)

[2] فتح الباری میں تصریح ہے کہ کفار کی تعداد غزوۂ احزاب میں چوبیس ہزار۔۔ تھی۔ (سیرت النبیؐ)

شکم سیری اُدھر اِس سمت فاقوں پر توکّل تھا — تقابُل خود بھی حیراں تھا کہ یہ کیسا تقابُل تھا

نہیں تھا یہ تقابُل باہمی انسان و انساں کا
زمیں پر آخری اِک معرکہ تھا کفر و ایماں کا

قائدِ اسلامؐ اور مجاہدین کا اِستقلال

اُدھر افواجِ تازہ دم کے تار و پود قائم تھے — یہاں اک رشتۂ نازک کے رہ پیمود قائم تھے
یہاں ہر فردِ مسلم خطۂ محصُور کے اندر — جہاد و سعی میں تھا حالتِ مخطوُر[1] کے اندر
برستی تھی مسلسل بارشِ سوفار و سنگ ان پر — ہوئی تھی سر اُٹھا کر دیکھنے کی راہ تنگ ان پر
ہوا کے اوج پر طوفانِ سنگ و تیر کی لہریں — سرِ تقدیر لہراتی ہُوئی تدبیر کی لہریں
یہاں حملہ، وہاں ہلّہ، اِدھر جھپٹے اُدھر لپکے — کہاں فرصت قدم ٹھہرے کہیں یا آنکھ ہی جھپکے
کبھی اِس رُخ پہ یورش تھی کبھی اُس رُخ پہ دھاوا[2] تھا — محمدؐ کی قیادت ہی یہاں ملجا و ماویٰ تھا

[1] مخطور۔ خطرے میں گھری ہوئی۔
[2] کفار نے جنگ کا یہ طریق اختیار کیا۔ کہ بعض دستے مسلمانوں پر تیر چلاتے۔ اور دوسرے یورش کر کے خندق کے کسی کمزور حصے پر حملہ کرتے اور کود کر عبور کرنا چاہتے۔ اور یہ طریق مسلسل جاری رہتا۔ (ابن سعد و خمیس و زرقانی)

فضا بارانِ سنگ و تیر سے تھی گرچہ طوفانی | پیمبرؐ آپ فرماتا تھا اُمت کی نگہبانی
مجاہد جا بجا گرتے تھے سنگ و تیر کھا کھا کر | محمدؐ باندھتا تھا زخم بانفسِ نفیس آ کر
جہاں جس مرحلے پر جو بھی صورت پیش آتی تھی | رسول اللہ کو اُمت وہیں موجود پاتی تھی[1]

امیدِ نصرتِ حق پر محمدؐ کے سہارے پر
مجاہد تیرتے تھے فرض کے اس تیز دھارے پر

کثرتِ کفر کا شور

زمین و آسماں میں حشرِ سنگ و تیر برپا تھا | سرِ خندق بہر سُو شورِ دار و گیر برپا تھا
قبائل نے مچا رکھا تھا غوغا اور ہنگامہ | فضا میں گونجتا تھا ڈھول تاشہ اور دمامہ
پیاپے ایک لُڈی پڑ رہی تھی جھانجھ بجتے تھے | ہر اک دستے میں نوبت اور نقارے گرجتے تھے
دکھاتے تھے یہ انساں بول کر بولی درندوں کی | کہ ہم انساں نہیں سمجھو ہمیں ٹولی درندوں کی
نکالی جاتی تھیں مونہوں سے ہیبتناک آوازیں | کرخت و سخت و سینہ چاک اور شتاک[2] آوازیں

---

[1] آنحضرتؐ ہر جگہ نگرانی فرماتے تھے۔ بار ہا زخمی صحابہؓ کے زخم باندھنے میں مدد فرماتے۔ اور آپ کو تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ میں ہر دستے کے پاس پہنچتے دیکھ کر صحابہ کی ہمتیں قائم رہتیں۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] شتاک: سوراخ کرنے والی۔

دہاڑیں اور چنگھاڑیں تھیں چیتوں اور شیروں کی
بتاتی تھیں کہ ہم مخلوق ہیں گہرے اندھیروں کی

گھنونا شور و شر، ناپاک نعرے گالیاں، قسمیں
غلاظت جمع ہو کر آئی تھی ارضِ مقدس میں

صدائے رنگ رنگ اٹھتی تھی اس باطل کے لشکر سے
جواب اسلام دیتا تھا فقط اللہ اکبر سے

قریشی شہسوار، خندق پار

اسی عالم میں تاکا اک مقامِ تنگ دشمن نے
تو خندق پار ہونے کا نکالا ڈھنگ دشمن نے

بڑھے کچھ شہسوارانِ عرب سر کردہ و مہتر
کہ ساری فوج میں سمجھے گئے تھے چیدہ و بہتر

بزیرِ عکرمہ[1] ابن ابی جہل اک رسالہ تھا
یہ طوفانی رسالہ کافروں میں نام والا تھا

اسی میں تھے قریشی شہسوارانِ دلاور بھی
بڑے سردار بھی کار آزمودہ نام آور بھی

یہ نامی نامور گھوڑوں کو ڈپٹاتے ہوئے جھپٹے
ہُبل اور لات و عزّیٰ کی قسم کھاتے ہوئے جھپٹے

مگر خندق کنارے ٹاپتے ہی رہ گئے گھوڑے
ہوئی بوچھاڑ تیروں کی تو اسواروں نے منہ موڑے

فقط چار ان میں خندق پھاند نکلے، کامیاب آئے
مثالِ ابر گرجے اور مثلِ برق تاب آئے

---

[1] ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کی کمان میں ایک مضبوط رسالہ تھا جس میں عرب کے نامی گرامی مشہور شہسوار تھے۔ اس رسالے کے سواروں نے خندق کے کنارے ایک تنگ مقام سے گھوڑے ڈپٹانے کا حوصلہ کیا۔ لیکن رہ گئے۔ فقط چار اسوار خندق کود کر اس طرف آسکے۔ (طبری)

چار ہرزہ کار

اگر سارا رسالہ کود کر اس پار ہو سکتا
تو شاید دو گھڑی کو غلبۂ اشرار ہو سکتا

مگر ہر فرد پر ایسا مسلط خوفِ خندق تھا
کہ آنکھیں ڈگمگائی جا رہی تھیں اور منہ فق تھا

جلو میں شہسواروں کے کوئی کافر نہیں آیا
بس اب مرگ و اسیری ہے یہ چاروں کو یقیں آیا

یہ چاروں شہسوار احزاب کے مردانِ افضل تھے
ضرار و ابنِ عبدِ وُد، جبیرہ اور نوفل[1] تھے

مسلمانوں نے گھیرا دوڑ کر ان شہسواروں کو
نظر آئی نہ اب راہِ گریز ان ہرزہ کاروں کو

ابنِ عبدِ وُد

بہت بیباک ان کا سربراہِ بدلگامی تھا
یہ کافر عمرو ابنِ عبدِ وُد نامی گرامی تھا

گِنا جاتا تھا یہ ظالم ہزار اسوار پر بھاری
عرب میں کون تھا جس پر نہ اس کا رعب ہو طاری[2]

قتالِ بدر میں اچھا سا زخم اس نے بھی کھایا تھا
اسی شرمندگی کا آج بدلہ لینے آیا تھا

---

[1] (دیکھو سیرت النبیؐ)

[2] عمرو بن عبدِ وُد۔ ایک ہزار اسوار کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ جنگِ بدر میں زخمی ہو کر واپس گیا تھا۔ قسم کھائی تھی۔ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لوں گا۔ سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

ارادہ اس کا یہ تھا جب یہ رسالہ ساتھ میں ہوگا
مسلمانوں کا قتلِ عام میرے ہاتھ میں ہوگا

مگر اب وہ رسالہ ٹاپتا تھا دُور خندق سے
یہ خود نرغے کے اندر آپھنسا تھا قدرتِ حق سے

نظر آئی نہ جب کوئی بھی راہِ جنگِ مغلوبہ
تو سُوجھا نعرۂ ھل مِن مبارز ہی کا منصُوبہ

ہزار اسوار کے برابر ایک شہسوار

پکارا جان جاؤ عمرو ابنِ عبدِ وُد میں ہُوں
ذرا پہچان جاؤ اور کوئی ہے کہ خود میں ہُوں

کسی نے یُوں نہ دیکھا ہو مگر شہرت سُنی ہوگی
کہانی کارناموں کی بصد حیرت سُنی ہوگی

ہزار اسوار کا اک شہسوارِ بے بدل ہوں میں
مسلمانو سمجھ جاؤ کہ پیغامِ اجل ہوں میں

میں آیا ہُوں کہ شاید تم میں کوئی مردِ قابل ہو
بجائے سنگباری مجھ سے مردانہ مقابل ہو

لڑے تنہا سے تنہا، جو بھی یکہ تاز ہے تم میں
نکل آئے اگر ایسا کوئی جانباز ہے تم میں[1]

واحد صدائے شیرِ خدا

یہ سُنتے ہی علی المرتضیٰ نے دی صدا، مَیں ہُوں[2]
فداکارِ محمّد مصطفٰےؐ نامِ خدا میں ہُوں

---

[1] ابن عبدِ وُد سب سے آگے بڑھا۔ اور پکارا کون آتا ہے۔ میرے مقابلے میں۔ (تاریخ العمران)

[2] حضرت علیؓ نے آواز دی میں ہوں۔ مگر رسُول اللہ نے روکا یہ کہ عمرو ابنِ عبدِ وُد ہے۔ حضرت علیؓ بیٹھ گئے۔ لیکن عمرو کی آواز کا اور کسی طرف سے جواب نہ آتا تھا۔ عمرو دوبارہ پکارا۔ اور پھر وہی ایک صدا جواب میں تھی۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

یہ فرما کر جھپٹنا چاہتے تھے جانبِ دشمن
کہ ایسے وقت چُپ رہنا نہیں تھا شیوۂ احسن

رسُول اللہ نے روکا علیؓ کو اور سمجھایا
یہ ابنِ عَبدِ وُد ہے اے پسر حضرتؐ نے فرمایا

وہ کافر پھر پکارا، ہے کوئی جو سامنے آئے
نبرد آرا ہو مجھ سے آ کے جرأت اپنی دکھلائے

نہ بولا اور کوئی شاہِ مرداںؓ نے کہا مَیں ہُوں
یکے از سرفروشانِ محمد مُصطفٰے مَیں ہُوں

نبیؐ نے پھر کہا یہ ابنِ عَبدِ وُد ہے اے حیدرؓ
علیؓ پھر ہو گئے ساکت بہ پاسِ امرِ پیغمبرؐ

بلند آواز سے کافر نے پھر قفلِ دہن کھولا
مسلمانوں کوئی آئے گا، پھر کوئی نہیں بولا

اُسی شیرِ خداؓ نے اُٹھ کے پھر آواز دی مَیں ہُوں
بفضلِ حق تجھ ایسوں کو اکیلا مکتفی مَیں ہُوں

رسُول اللہ نے شفقت سے رکھا ہاتھ شانے پر
کہا یہ ابنِ عَبدِ وُد ہے، اے فرزند اے حیدرؓ

کہا بیشک یہ ابنِ عبدِ وُد ہے جانتا ہُوں میں[1]
مرے سرکار اس ابلیس کو پہچانتا ہُوں میں

صاحبِ ذُوالفقار کا جلال

جلالِ ہاشمی اس وقت چہرے سے ہویدا تھا
نگاہوں میں وہ گرمی تھی کہ صد خورشید پیدا تھا

یہ صُورت دیکھ کر مسرور تھا وہ نورِ ربانیؐ
جزاک اللہ کہا، اور چُوم لی حیدرؓ کی پیشانی

---

[1] تیسری مرتبہ جب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے تو حضرت علیؓ نے عرض کی۔ ہاں میں جانتا ہوں۔ کہ عمرو ہے۔ (سیرت النبیؐ)

طمانیت کا عہدِ دائمی لولاک نے باندھا
کہ عمّامہ علیؑ کے سر پہ دستِ پاک نے باندھا[1]

اجازت لے کے شیر اللہ کا میدان میں آیا
بہر سُو زلزلہ سا کفر کے ایوان میں آیا

عجب خاموش گرمی تھی جلالِ شاہِ مرداں میں
لرز کر رہ گئے شیروں کے دل گرُدِ نیستاں میں

ہُوا کفار کی فوجوں کو سکتہ اس نظارے سے
اسی نقطے پہ آنکھیں جم گئیں اب ہر کنارے سے

دو جانب بر سرِ خندق جہاں بھی رزمگاہیں تھیں
وہاں آنکھیں تھیں یا حیرت تھی یا جامد نگاہیں تھیں

فضا پر چھا گئی تھی دفعتہً پر ہول خاموشی
کہاں کا شور و شر، دم سادھ کر بیٹھی تھی سرگوشی

بڑھے مولا علیؑ، اک پُر وقار اندازِ عالی سے
جمال آرا تھا اطمینان اس شانِ جلالی سے

بہ شانِ سادگی نکلے، بصد حسنِ مہیب آئے
پیادہ پا چلے ان شہسواروں کے قریب آئے

تین سوال

اُدھر تھا عَمرو ابنِ عَبدِ وُد اسوار گھوڑے پر
مسلّح، غرقِ آہن، مستعد تیار گھوڑے پر

علیؑ نے ابنِ عَبدِ وُد کو دیکھا اور فرمایا
کہ تیرا اک بڑا دعویٰ مرے سننے میں ہے آیا

سُنا ہے تجھ سے طالب ہو جو کوئی تین کاموں کا
ترا کہنا یہ ہے تینوں سے تو اک کام کر دے گا[2]

---

[1] آپ نے اجازت دی۔ خود دستِ مبارک سے تلوار عنایت کی۔ سر پر عمامہ باندھا۔ (سیرت النبیؐ)

[2] اگلے صفحے پر

کہا حیرت سے اُس نے ہاں یہ دعویٰ ہے مرا سچ ہے
جو میں نے کہہ دیا سچ ہے جو تُو نے سُن لیا سچ ہے

کہا سچ ہے تو میں طالب ہوں تجھ سے تین باتوں کا[1]
بہت ہی بیش قیمت نیک خوش آئین باتوں کا

مری پہلی طلب یہ ہے کہ تو ایمان والا بن
جبیں اپنی درِ حق پر جھکا دے شان والا بن

کہا یہ بات ناممکن ہے ایسا ہو نہیں سکتا
میں اپنے قلبِ سنگیں میں یہ دانہ بو نہیں سکتا

کہا، گر یہ نہیں تو خیر اس میدان سے ہٹ جا
چلا جا اپنے گھر کو ظالموں کی فوج سے کٹ جا

کہا، یہ کام بھی ہے اندریں حالات ناممکن
قریشی عورتیں چھیڑیں مجھے یہ بات ناممکن![2]

کہا حیدرؓ نے دو باتیں تو میری تو نے رد کر دیں
ازل سے تا ابد رسوائیاں اپنی سند کر دیں

اگر ان ہر دو کارِ نیک کا تجھ کو نہیں یارا
تو آ میرے مقابل مجھ سے ہو اب معرکہ آرا[3]

ابنِ عبدِ وُد کی حیرت اور غضبناکی

علیؓ کی تیسری خواہش یہ سنتا ہی ہُوا طاری
تکبّر کی رگِ مغرور پر یہ ضرب تھی کاری

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) عَمرو کا قول تھا کہ دنیا میں اگر مجھ سے کوئی شخص تین باتوں کی درخواست کرے گا۔ تو ایک ضرور قبول کروں گا۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ کیا واقعی یہ تیرا قول ہے۔ (سیرت النبیؐ)

[1] پھر حسبِ ذیل گفتگو ہوئی۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ تو ایمان لا۔ عَمرو بولا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ لڑائی سے واپس چلا جا۔ عَمرو بولا۔ میں خاتونانِ قریش کا طعنہ نہیں سُن سکتا۔ (سیرت النبیؐ)

[2] تیسری بات علیؓ نے یہ کہی کہ اچھا آ مجھ سے معرکہ آرا ہو۔ (سیرت النبیؐ)

رُخِ ناپاک پر شعلہ بھڑک اُٹھا جہنم کا
غضب کے جوش میں بگڑا توازن طبعِ برہم کا
غرورِ پہلوانی چشم و ابرو پہ اُبھر آیا
نکالی میان سے تلوار توسن سے اُتر آیا

کافر کا غرور

کہا زیرِ فلک ایسا بھی کوئی مرد ہے غالب
کہ میرے سامنے آکر ہو مجھ سے جنگ کا طالب[1]
میں ابنِ عبدِ وُد، استاد نامی پہلوانوں کا
مری ہیبت سے ہے رُو پوش رستم داستانوں کا
مَیں وہ ہوں جس سے زہرہ آب ہے جنگل کے شیروں کا
شجاعوں کا کشندہ اور قاتل ہوں دلیروں کا
ترا کیا نام ہے تو کون ہے او پیکرِ خاکی
کہ حد و انتہا سے بڑھ گئی ہے تیری بیباکی[2]
کہا مجھ کو علی کہتے ہیں اک بندہ خدا کا ہوں
مرا اتنا ہی دعویٰ ہے کہ خادم مصطفےٰ کا ہوں
تحیر عبدِ وُد کو ہو گیا نامِ علیؑ سُن کر
فضائے دل میں اک خفت سی تھی ذکرِ جلی سُن کر
کہا تو ہے ابُوطالب کا بیٹا جانتا ہُوں مَیں
بزرگوں کا بھی تیرے مرتبہ پہچانتا ہُوں میں
تری ناتجربہ کاری ہے میرے سامنے اَڑنا
پلٹ جا اے علیؑ تجھ سے نہیں مَیں چاہتا لڑنا

---

[1] عمرو بن عبدِ وُد حضرت علیؓ کے تیسرے سوال پر ہنسا۔ کہا مجھ کو اُمید نہ تھی کہ آسمان کے نیچے یہ درخواست بھی میرے سامنے پیش کی جائے گی۔

[2] پُوچھا تم کون ہو۔ آپؓ نے نام بتایا۔ اُس نے کہا میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔ آپؓ نے فرمایا۔ لیکن مَیں چاہتا ہُوں۔ (سیرت النبیؐ)

ابھی کم عمر ہے تُو بھولا بھالا سیدھا سادا ہے
تفاوت دیکھ مَیں اسوار ہُوں اور تو پیادہ ہے

تو میرے سامنے آیا ہے، قرباں تیری جرأت کے
مَیں وہ ہُوں ملک میں جھنڈے گڑے ہیں میری شہرت کے

زرہ تن پر نہیں تیرے نہ سر پر خود پہنا ہے
یہ کیا سُوجھی تجھے، زندہ نہیں کیا تجھ کو رہنا ہے؟

اُدھر تو ہے کہ بس اک ڈھال اور تلوار لایا ہے
مجھ ایسے گرگِ باراں دیدہ سے لڑنے کو آیا ہے

اِدھر میں ہوں کہ سر پر خَود بھی تن پر زرہ بھی ہے
مبادا زخم کھا جاؤں مری اس پر نگہ بھی ہے

مومنِ غیُور

علیؓ کچھ مسکرائے اور متانت سے یہ فرمایا
کہ تُو نے کہہ دیا جو کچھ بھی تیرے ذہن میں آیا

تری باتیں ہیں ساری بر بنائے قوّتِ ارضی
مگر ہے صاحبِ ارض و سما کی اور ہی مرضی

نہ کچھ تقریر کرنا نے جھگڑنا چاہتا ہُوں مَیں
تُو چاہے یا نہ چاہے تجھ سے لڑنا چاہتا ہُوں مَیں

مجھے فرصت نہیں، کوشش نہ کر باتیں بنانے کی
یہ میداں ہے ضرورت ہے یہاں جوہر دکھانے کی

بہت شیخی بگھاری اب ذرا کچھ کام ہو جائے
ہنر ایسا دکھا جس سے جہاں میں نام ہو جائے

ابنِ عَبدِ وُد کا وار

یہ سُن کر ابنِ عَبدِ وُد ہُوا بیتاب غصے میں
مثالِ مار کھائے اُس نے پیچ و تاب غصے میں

غرور و ناز پر چادر چڑھی جہلِ مرکب کی
کیا اِک وار کونچیں کاٹ دیں اپنے ہی مرکب[1] کی

یہی شمشیرِ خُون آلود حیدرؓ پر بھی چمکائی
حق و باطل کی فوجیں ہر طرف سے تھیں تماشائی

یہ کافر بھی قد آور، تیغِ دامن دار بھی بھاری
یہ بازو بھی تھا قوت دار اس کا وار بھی کاری

کیا کافر نے بڑھ کر جب ارادہ پیش دستی کا
ہوائیں دم بخود تھیں رُک گیا تھا سانس ہستی کا

علیؓ نے ڈھال پر روکی یہ مہلک ضرب دشمن کی
مگر آہن میں نکلی ڈوب کر شمشیر آہن کی[2]

سپر کے سینہ بے کینہ میں غم سے شگاف آیا
جبینِ حضرتِ شیرِ خداؓ نے زخم بھی کھایا[3]

---

[1] حضرت علیؓ پیادہ تھے۔ عمرو کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا۔ گھوڑے سے اُتر آیا۔ اور پہلی تلوار گھوڑے کے پاؤں پر ماری کہ کونچیں کٹ گئیں۔ (سیرت النبیؐ)

[2] عمرو غصے سے بیتاب تھا۔ اس نے تلوار نکالی اور آگے بڑھ کر وار کیا۔ حضرتِ علیؓ نے سپر پر روکا۔ تلوار سپر میں ڈوب کر نکل گئی۔ اور پیشانی پر تھی۔ (سیرت)

[3] زخم کاری نہ تھا۔ تاہم یہ طغرا آپ کی پیشانی پر یادگار رہ گیا۔ قاموس میں لکھا ہے۔ حضرت علیؓ کو ذوالقرنین بھی کہتے تھے جس کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ کی پیشانی پر دو زخموں کے نشان تھے۔ ایک عمرو کے ہاتھ کا۔ اور ایک وہ زخم جو ابنِ ملجم کی تلوار سے بوقتِ شہادت لگا تھا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

شیرِ زخمدار

فلک پر دیدۂ خورشید میں سُرخی اُبھر آئی
لہو کی دھار پیشانی سے دامن تک نظر آئی

عَلَم کی تیغ بڑھ کر اب جو شیرِ زخم خوردہ نے
تو آنکھیں کھول دیں حیرت سے گلہائے فسردہ نے

کیا یُوں ابنِ عبدِ وُد نے سر زیرِ سپر اپنا
عیاں ہو جائے جس سے پہلوانوں پر ہنر اپنا

جمی تھی ایک مرکز پر نظر ہر فردِ لشکر کی
کہ دیکھیں کیا دکھاتی ہے صفائی دستِ حیدرؓ کی

برشِ ذوالفقار

تڑپ سے ہو گئیں خیرہ نگاہیں دیدبانوں کی
ہوئیں بیتاب بنیادیں زمینوں آسمانوں کی

اُٹھی، لہرائی، جھومی، گر پڑی جرأت کی متوالی
پھر اُٹھی تو عیاں رخسار پر تھی شرم کی لالی

ہوئے حائل سپر جوشن زرہ اور چار آئینہ
مگر شانہ نشانہ ہو گیا اور پھٹ گیا سینہ

سپر راضی نہ تھی قہرِ خدا کا بار اُٹھانے پر
سرک کر ڈھال دی، آئی بلا شانے کی شانے پر

بڑھا جب بار شانے کا تو گھٹ کر رہ گیا شانہ
بڑی سُبکی ہوئی خفت سے کٹ کر رہ گیا شانہ

زرہ بکتر کی کڑیاں کاٹ دیں چار آئنے پھوڑے
مُنہ آئے دل جگر دونوں تو ان دونوں کے مُنہ توڑے

براہِ صدر و سینہ ہڈی پسلی کاٹ کر نکلی
لہو اور مغز جسم و استخواں کا چاٹ کر نکلی

ابنِ عبدِ وُدّ کا انجام

اِدھر ہلکی سی آوازِ برش شمشیر کی آئی
اُدھر دونوں جہاں سے اک صدا تکبیر کی آئی[1]

صدا اللہ اکبر کی اُٹھی کوہ و بیاباں سے
نظر ڈالی زمیں پر آسماں نے چشمِ حیراں سے

یہ اک اعلان تھا فتح و ظفر کا بہرِ آگاہی
کہ منصور و مظفر ہے بفضلِ حق یدُ اللّٰہی

گرے مٹی میں ابنِ عبدِ وُدّ کی لاش کے ٹکڑے
دو رنگی کے مظاہر پیکرِ پرخاش کے ٹکڑے

اُٹھیں خندق کے دونوں بازوؤں سے شور کی موجیں
اِدھر تحسین، اُدھر سے گالیاں بکنے لگیں فوجیں

رسول اللہ کی آنکھیں تھیں بامِ عرش کی نگراں
نگاہِ عرش تھی عالی مقامِ فرش کی نگراں

شیرِ خدا انسانی بھیڑیوں کے تعاقب میں

علیؓ خونِ جبیں کو بھی نہیں تھے پونچھنے پائے
کہ ابنِ عبدِ وُد کے ساتھیوں نے اسپ ڈپٹائے

---

[1] دشمن کا وار ہو چکا تو حضرت علیؓ نے وار کیا۔ تلوار شانہ کاٹ کر نیچے اُتر آئی۔ ساتھ ہی حضرت علیؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا۔ اور فتح کا اعلان ہو گیا۔ (دیکھو طبری)

جبیرہ اور نوفل اور ضرار اعدائے دیں تینوں — علیؓ پر تھے غضبناک و غصیل و خشمگیں تینوں [1]
بڑھے مولا علیؓ پر سونت کر تیغیں یہ دیوانے — کیا نرغہ اکیلے شیرِ حقؓ پر تین اعدا نے
مگر جب ذوالفقارِ حیدری چمکی تو گھبرائے — پھر اکرمرکبوں کو بھاگتے ہی سب نظر آئے
جبیرہ اور نوفل اور ضرار اس رنگ سے بھاگے — پیادہ ایک پیچھے تھا یہ تینوں گھر چڑھے آگے

شریفانہ موت کا طالب

نکل بھاگے جبیرہ اور ضرار اُس پار خندق کے — مگر نوفل اِدھر میں گر پڑا ناچار خندق کے [2]
تعاقب کر رہے تھے اُن کا سب تیر و کماں والے — نشانہ صید کا کرنے لگے نام و نشاں والے
یہ صورت دیکھ کر نوفل پکارا اے مسلمانو — میں خاطی ہی سہی، لیکن مری اک التجا مانو
یہ سچ ہے بھر چکا ہے زندگی کا میری پیمانہ — مگر میں چاہتا ہوں جنگ میں مرگِ شریفانہ
صحابہ کی جماعت سے زبیرؓ باصفا نکلے — سوالی کی صدا سُن لی بپاسِ التجا نکلے
ہوئے خندق میں داخل ہو کے ظالم سے نبرد آرا — بہت سے وار کھا کر ہاتھ اک شمشیر کا مارا [3]

---

[1] عمرو کے بعد ضرار اور جبیرہ اور نوفل نے حملہ کیا۔ لیکن ذوالفقار کا ہاتھ بڑھا۔ تو پیچھے ہٹنا پڑا۔ (سیرت النبیؐ)
[2] نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گرا۔ صحابہ نے تیر مارنے شروع کئے۔ (سیرت)
[3] حضرت زبیر بن العوام نے نوفل سے خندق میں اتر کر نبرد آزمائی کی۔ اور اس کو قتل کیا۔ کیونکہ اس نے شریفانہ موت کی خواہش کی تھی۔

کیا چور زنگ نوفل کو بھی مارا اس کا گھوڑا بھی ہُوا مقتول یہ گستاخ حیوانوں کا جوڑا بھی
براہِ راست بے کھٹکے جہنم سے ہُوا واصل
ذلیل انسان کو مرگِ شریفانہ ہوئی حاصل

فوجِ کفّار پر ہیبتِ ذوالفقار

یدُاللّٰہی کی یہ ضربت گراں تھی جانِ باطل پر اُداسی کی گھٹائیں چھا گئیں طوفانِ باطل پر
عجب تھی ذوالفقارِ حیدرِ کرّار کی بجلی نگاہوں سے دلوں پر جا گری تلوار کی بجلی
زباں کو مل گیا تھا درس شور و شر بھلایا تھا قبائل دم بخود تھے ایک سنّاٹا سا چھایا تھا
بڑا انعام پایا تھا نمودِ شہسواری کا ہُوا احساس افواجِ عدو کو خامکاری کا
علیؓ نے عبدِ وُد[1] ایسا بہادر مار ڈالا تھا کہ جس کا ایک مدت سے عرب میں بول بالا تھا
بصد بیچارگی مارا گیا تھا آج نوفل بھی جو قریشی قوم میں سالار بھی تھا مردِ افضل بھی
نتیجہ دیکھ کر بے فائدہ گھوڑے کُدانے کا کیا سب نے ارادہ ترکِ خندق پار جانے کا

---

[1] عمرو ابن عبدِ وُد کا حضرت علیؓ کے ہاتھوں قتل ہونا لشکرِ کفار میں خوف سے دیکھا گیا۔ نوفل بھی قریش کا بہت بڑا آدمی تھا۔ قریش نے ان کی لاشیں حاصل کرنے کے لئے بہت سا روپیہ مسلمانوں کو دینا چاہا۔ مگر آنحضرتؐ نے حکم دیا۔ کہ لاشیں ان کو دے دی جائیں مشرکوں کے نجس روپے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ (دیکھو زرقانی)

سمجھ میں آج دست و بازوئے شاہِ نجف آئے ||| قبائل سخت بے دل ہو کے خیموں کی طرف آئے
دلوں میں ہول چہروں پر نمایاں بدحواسی تھی ||| جہاں بھی اُن کے ڈیرے تھے اُداسی ہی اُداسی تھی

قریش کے سرداروں کی خفیہ مجلس [۱]

بیک ضربِ علیؓ تھا کارخانہ منقلب سارا ||| سپہ سالار نے تشویش سے دیکھا یہ نظارا
ابوسفیاں نے سالارانِ خاص الخاص بلوائے [۲] ||| ضرار آئے، جبیرہ آیا، ابن العاصؓ بھی آئے
برائے مشورہ خالد بھی پہنچے، عکرمہ آیا ||| بغور و خوض لڑنے کا نیا اسلوب طے پایا
کہا خالد نے ٹکراؤ نہ حق کے جوشِ غیرت سے ||| مبادا بجلیاں گرنے لگیں دامانِ رحمت سے
محمدؐ کے صحابہ زور و جرأت کے یگانے ہیں ||| ہمارے ڈھنگ حرب و ضرب کے یکسر پرانے ہیں
جبیرہ نے کہا، لازم ہے اب ترکیب سے لڑنا ||| ہے بے معنی دہانِ شیر میں اس طرح جا پڑنا
بہت مشکل ہے ان کو زیر کرنا محض طاقت سے ||| کوئی نقصان اٹھا بیٹھیں گے ہم اپنی حماقت سے

---

[۱] اس دن اس کے سوا اور کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ لیکن یہ رات بڑی تجویزوں اور تیاریوں میں گذری۔ (خاتم النبیین)

[۲] اب مشرکوں کی طرف سے حملہ کا یہ انتظام کیا گیا۔ کہ قریش کے مشہور جنرل ابوسفیان۔ خالد بن ولید۔ عمرو بن العاص۔ ضرار ابن الخطاب اور جبیرہ کا ایک ایک دن مقرر ہوا۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

ابُوسفیان کی تقریر

ابُوسفیان بولا، آپ جو کچھ بھی کہیں کم ہے
ابُوطالب کے بیٹےؓ سے ہمارا ناک میں دم ہے
اگر دو تین ایسے واقعات اب اور پیش آئے
ہمارے جنگجو بے کیف آئے سینہ ریش آئے
تو ساری کثرتِ تعداد کا جی چھُوٹ جائے گا
ہمارا اتحادِ باہمی بھی ٹوٹ جائے گا
یہ جمعیّت[1] دوبارا ہم فراہم کر نہیں سکتے
قبائل کو ہمیشہ زیرِ پرچم کر نہیں سکتے

کفّار کے مقاصدِ جنگ

قبائل آئے ہیں مالِ غنیمت کی اُمیدوں سے
ہمارے اور یہوُدی قوم کے وعدے وعیدوں سے
یہوُدی قوم لائی ہے دکھا کر سبز باغ ان کو
لڑائی اصل میں کیا ہے نہیں ہے یہ دماغ ان کو
یہ کیا جانیں مدینہ خوش ہے اپنی تنگدستی میں
فقط اللہ ہی اللہ ہے مسلمانوں کی بستی میں
کہیں ایسا نہ ہو یہ لوگ اصلی بات پا جائیں
مسلمانوں کی باتیں سُن کے انکے ڈھب پہ آجائیں
یہوُدوں کی محمدؐ سے بغاوت اور ہی کچھ ہے
قریشی قوم کی وجہِ عداوت اور ہی کچھ ہے

---

[1] جاہلیت میں کبھی اتنا بڑا لشکر قریش کے زیرِ پرچم نہ آیا تھا۔ جتنا احزاب کی لڑائی میں۔ (تاریخ العمران)

قریش دیوتاؤں کے نائب

ہمیں اسلام سے اندیشہ ہے نسلی سیادت کا ۔۔۔ عرب میں جس سے حاصل ہے ہمیں رتبہ قیادت کا[1]
ہمارا اس عرب پر اقتدارِ قومی و ذاتی ۔۔۔ بتانِ کعبہ کے دم سے ہے عصبی اور جذباتی
رئیسانِ قریشی کی یہ سب شانِ رئیسانہ ۔۔۔ قبائل پر تحکّم حاکمانہ بلکہ شاہانہ
یہ سب نذریں نیازیں نازبرداری یہ تعظیمیں ۔۔۔ ہمارے حکم پر لونڈی غلاموں کی یہ تقسیمیں
یہ سب ہے ان عوام النّاس کے ضعفِ عقیدت سے ۔۔۔ ہم ان کے پیشوا ہیں دیوتاؤں کی نیابت سے[2]

قریش کے اندیشے

قبائل کو نہیں معلوم ہم کیوں ان کو لائے ہیں ۔۔۔ خدا والوں کی بستی لوٹ لے جانے کو آئے ہیں
قبائل کو نہیں معلوم بُت کیا ہیں خدا کیا ہے ۔۔۔ شعور ان کا ابھی ایسے مسائل سے معرّا ہے
اگر تبلیغِ اسلامی نے ان کو کر لیا قائل ۔۔۔ مساوات و اُخُوّت پر اگر یہ ہو گئے مائل

---

[1] دیکھو سیرت النبیؐ جلد اوّل۔

[2] مکّہ کی عزت کعبے کی وجہ سے تھی۔ قریش کا خاندان تمام عرب پر مذہبی حکومت رکھتا تھا۔ وہ ہمسائیگان خُدا بلکہ آل اللہ کہلاتے تھے (سیرت)

تو یہ ساری مشیخت خاک میں مل جائے گی اپنی
عوام الناس کے ہاتھوں سے شامت آئیگی اپنی

شاہی کا منصوبہ

جبیرہ بولا ابن العاص کوئی راہ بتلاؤ
مدبّر ہو یہ گتھی سامنے ہے اس کو سلجھاؤ

وہ بولے ہاں قریشی قوم ہے اس جنگ کی بانی
یہ سارا لشکرِ جرّار ہے تمہیدِ سلطانی

ہمارے زیرِ پرچم متحد جتنے قبائل ہیں
قیامِ سلطنت کے واسطے عمدہ وسائل ہیں

اگر سر کر لیا تدبیر سے ہم نے مدینے کو
تو گویا پا لیا تختِ شہنشاہی کے زینے کو

مسلماں واقعی مضبوط بھی ہیں اور منظم بھی
تہوّر بھی ہے ان کے پاس اور تدبیرِ محکم بھی

ہماری کثرتِ تعداد ہے تدبیر سے خالی
ہماری فوج میں بھی شیر ہیں، لیکن سبھی قالی

ہمیں تنظیم کرنا چاہیئے اپنے عناصر کی
کہ ہوتی ہے یہی خوبی سپہ سالارِ ناصر کی

کملی والے کی روشن تعلیم

ابو سفیان بولا، خیر جتنے بھی قبائل ہیں
غنیمت ہے ابھی تک لات و عزّیٰ ہی کے قائل ہیں

کہا خالد نے کب تک باز رکھ سکتے ہو تم ان کو
سنائی دے رہی ہے دمبدم آوازِ قُم ان کو

کشش تم کو نہیں معلوم شاید کملی والے کی
جلا دیتا ہے شمعیں وہ اندھیرے میں اُجالے کی

قبائل سُن رہے ہیں منزلوں میں اور راہوں میں
کہ مخلوقِ خدا یکساں ہے خالق کی نگاہوں میں

کہ عزّیٰ اور ہبل کچھ بھی نہیں بے جان پتھر ہیں
کہ ان بوڑھے خداوندوں سے خود انسان بہتر ہیں

کہ جتنے بھی خدا کعبے میں ہیں بے کار ہیں سارے[۱]
مدد امداد کیا ہِل جُل نہیں سکتے وہ بے چارے

بشر ڈرتا ہے کیوں خود ساختہ پتھر کی مورت سے؟
مرادیں مانگتا ہے کس لیے ہر بد مہورت سے؟

فرزندِ ابوجہل کا نقطۂ نظر

یہ سُن کر عکرمہ بولا بڑی تعریف کرتے ہو
یہ کیا تعلیم ہے جس کی کشش سے تم بھی ڈرتے ہو

وہ کہتا ہے کہ اَن دیکھا خدا رحمٰن و قادر ہے
زمینوں آسمانوں پر اسی کا حکم صادر ہے

وہ کہتا ہے زمین و آسماں انساں کے خادم ہیں
نہ خود بالذّات خالق ہیں نہ خود بالذات ہادم ہیں

وہ کہتا ہے کہ بادل اور بجلی تابعِ حق ہیں
جو ان کو پوجتے ہیں سب کے سب نادان احمق ہیں

اکیلا اک خدا دونوں جہاں والوں پہ حاوی ہے
بشر ہو یا ملک ہو بندہ ہونے میں مساوی ہے

---

[۱] اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ۔ پ۱۷۔ الانبیاء۔ ع۔ ۷
تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو۔ سب دوزخ کے ایندھن ہوں گے۔

قریش اِسلام سے کیوں پریشان تھے؟

ابُوسفیانؔ بولا عکرمہؔ تم بات کو سمجھو
یہی نکتہ ہے خالدؔ کا کہ امکانات کو سمجھو

اگر وہ عام لوگوں کو سبق ایسے پڑھائے گا
تو یہ انبوہِ آدم زاد پھر کس کام آئے گا

عرب والوں کو یہ نکتے اگر معلوم ہو جائیں
ہماری پیشوائی کے نشاں معدُوم ہو جائیں

عرب میں اک خُدا کا دین ہو جائے اگر جاری
ہماری یہ بزرگی خاک میں مل جائے گی ساری

قریش کو نسلی برتری کی تشویش

مساواتِ بنی آدم کا چرچا ہے پسندیدہ
عوام النّاس ہو جائیں گے فوراً اُس کے گرویدہ

غریبوں کو غلاموں کو بہانہ ہاتھ آئے گا
خوشی سے پھُول جائیں گے خزانہ ہاتھ آئے گا

پرانے خاندانوں کی ریاست ٹوٹ جائے گی
نظامِ کہنہ ٹوٹے گا سیاست ٹوٹ جائے گی

حدیں ہم حجِ کعبہ پر جو عائد کرتے رہتے ہیں
ہماری عظمتِ نسلی سے ان کو لوگ سہتے ہیں[1]

---

[1] قریش نے اس بنا پر کہ ان کو عام لوگوں سے بات میں ممتاز رہنا چاہیئے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ایامِ حج قریش کے لئے (باقی صفحہ آئندہ)

بے نسلی برتری ہی سے ہمارا احترام اب تک
قریب و دور کے سارے قبائل ہیں غلام اب تک

اگر وہ یہ سمجھ لیں آدمی وہ بھی ہیں اور ہم بھی
ہماری ہی طرح سب ہیں مکرم بھی معظم بھی

اگر ہم میں نہ کوئی امتیازِ خاص جانیں گے
تو پھر کاہے کو یہ عامی ہمارا حکم مانیں گے

جبیرہ نے کہا خیر اب یہ لمبی بحث جانے دو
خلاصہ کیا ہے باتوں کا نتیجے پر بھی آنے دو

مدینے کے اندر ریشہ دوانی کی تجویز

ابوسفیان بولا راستہ صاف اور سیدھا ہے
ہمارا فیصلہ یہ ہے مدینہ فتح کرنا ہے

غنیمت ہے یہ جمعیت ہمارے ساتھ آئی ہے
اگر ہم آج چُوکے پھر ہماری بھی صفائی ہے

تدبّر شرط ہے، موقع نہیں ہے جلد بازی کا
بچھاؤ جال قوت کے سہارے حیلہ سازی کا

قریضہ کے یہودوں سے کہو کچھ کام بھی آئیں
ہمیں اس شہر میں گھُسنے کی خفیہ راہ بتلائیں

منافقین کو بغاوت پر ابھارنے کی چال

وہ کہتے تھے کہ ان کے ساتھ ہیں کچھ شہر والے بھی
جو میٹھے بھی ہیں ظاہر میں، مگر ہیں زہر والے بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) عرفات کا جانا ضروری نہیں۔ اور یہ کہ جو لوگ باہر سے آئیں۔ قریش کا لباس اختیار کریں۔ ورنہ ان کو عریاں ہو کر کعبہ کا طواف کرنا ہوگا۔ اسی بنا پر "طوافِ عریاں" کا رواج ہو گیا تھا۔ (سیرت النبی بحوالہ ابن ہشام)

مسلماں ہیں، مسلمانوں سے جی بیزار ہے اُن کا
ہمارا خواجہ تاش ابنِ اُبَی سردار ہے اُن کا

یہ سردار اپنی ذاتی شان کا اب تک ہے دلدادہ
اگر موقع ملے تو ساتھ دینے پر ہے آمادہ

محمدؐ کی مخالف یہ جماعت ہے دل وجاں سے
پلٹ کر چل دیئے تھے سب اُحُد کے روز[1] میداں سے

ہمیں نے بے وقوفی سے اُحُد کے روز جی ہارا
وگرنہ اس جگہ آنا نہ پڑتا ہمکو دوبارا

مسلمانوں کو محصور کر کے مارنے کا قصد

جبیرہ نے کہا بے شک یہود اور یہ مسلماں بھی
ہمارا ساتھ دیں، تو فتح ہے نافع بھی آساں بھی

بغاوت شہر میں کر دیں جو باشندے مدینے کے
مسلمانوں کو لالے خود ہی پڑ جائیں گے جینے کے

پکارا عکرمہ ہم شہر کو محصور رکھیں گے
انہیں خواب و خورش سے ہر طرح مجبور رکھیں گے

بغاوت شہر میں، باہر سے ہو اِک زور کا دھاوا
بنا دیں اینٹ پتھر کو بھڑکتی آگ کا آوا

مسلمانوں کو چاروں سمت سے اس آگ میں ہانکیں
جلیں جب عورتیں بچے، تو ہم ہنستے ہوئے جھانکیں

ہمیشہ کے لئے یہ شہر جل کر خاک ہو جائے
عرب کے پاکبازوں کا بھی قصہ پاک ہو جائے

---

[1] دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد سوم

شہر کا محاصرہ

نئی تجویز طے پائی ہوئے احکام بھی جاری
ملی اب چند پختہ کار سرداروں کو سرداری

مدینے کو نئی ترکیب سے افواج نے گھیرا[1]
بٹھائی ہر جگہ چوکی، جمایا ہر طرف ڈیرا

ہوئیں مخدوش ہر سو منزلیں بھی اور راہیں بھی
مکاں بھی شہر بھی اور مسجدیں بھی خانقاہیں بھی

تہیہ تھا بہے اب خونِ ناحق ندیاں ہو کر
مسلمانوں کی لاشیں ان میں تیریں مچھلیاں ہو کر

کیا یہ انتظامِ پختہ ظالم خامکاروں نے
رسد آنے کی راہیں بند کر دیں پہرے داروں نے

ہزاروں آفتیں اس شہر پر یہ فوج ڈھاتی تھی
ہوا چاروں طرف سے خوف کا پیغام لاتی تھی

خدا والوں کو فاقوں مارنا باطل کی نیت تھی
رسد تو خیر، بے خوابی بہت بھاری اذیت تھی

یہاں چھاپا، وہاں دھاوا، اِدھر یورش، اُدھر حملہ
بہر جانب بہر سو روز و شب شام و سحر حملہ[2]

---

[1] جب کفار نے یہ دیکھا کہ خندق کی وجہ سے کھلے میدان کی باقاعدہ لڑائی محال ہے۔ تو انہوں نے مدینے کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا اور خندق کے کمزور حصوں سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں لگ گئے۔ (دیکھو ابن سعد و زرقانی)

[2] کفار کے سپاہی مسلمانانِ مدینہ کو ہر رنگ میں پریشان کرنے کی کوشش کرتے۔ کبھی ادھر ہجوم کرتے۔ جب مسلمان ان کو دفع کرنے کے لئے ادھر آتے تو وہ رُخ پلٹ کر دوسری جانب حملہ کر دیتے۔ مسلمان بھاگ کر وہاں پہنچتے۔ یہ طریق دن اور رات برابر رہتا۔ (تاریخ الحمران باب غزوۂ احزاب)

شہر کی حفاظت کے انتظامات

رسول اللہ کو معلوم تھیں باطل کی تدبیریں — نہیں تھے وحی سے مخفی یہ حیلے اور تزویریں
وہ سب کچھ جانتے ہیں جو اماں دیتے ہیں جانوں کو — خبر ہوتی ہے خونی بھیڑیوں کی گلہ بانوں کو
قریبِ کفر سے تھا باخبر اسلام کا ہادی — کئے تھے اندرونِ شہر استحکامِ بنیادی
جنابِ زیدؓ کے ہمراہی اور سلمہؓ کی جمعیت — مدینے کے ہر اک ناکے پہ تھے سامانِ تقویت[1]
اگرچہ فقر فاقہ تھا، رسد کی عام تھی تنگی — مسلمانوں کا استقلال تھا تصویرِ یک رنگی
قبائل بار بار آتے تھے اور ناکام پھرتے تھے — مدینے کے شجر سے چند پتے بھی نہ گرتے تھے

محصورینِ خندق پر شدت

مدینے پر یہ چھاپے تھے کبھی ہلکے کبھی بھاری — مسلسل اُس طرف خندق پہ حرب و ضرب[2] تھی جاری

۱؎ آپ نے حضرت سلمہ ابنِ اسلم کو دو سو مسلمانوں اور حضرت زیدؓ ابنِ حارث کو تین سو جوانمردوں کی جمعیت سے جُدا جُدا روانہ کیا کہ مدینے میں گرداوری کریں اور اپنی بساط بھر مسلمانوں کے اہل و عیال کو حملہ آوروں سے محفوظ رکھیں۔ (تاریخ ارضِ مقدس)

۲؎ کفار نے مدینہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور ساتھ ہی خندق پر زور ڈالا۔ اور صبح سے شام تک بلکہ اکثر راتوں کو بھی ہجوم کرتے اور تیر اور سنگباری ہوتی رہتی۔ (تاریخ العمران)

سحر سے شام تک اک تہلکہ اک حشر سامانی
بسا اوقات راتوں کو بھی شبخونوں کی جولانی

نظر رکھتا تھا ہادیؐ ہر بلائے ناگہانی پر
مجاہد مستعد تھے جان نثاری پاسبانی پر[1]

مسلسل حملہ آور تھا ہجومِ عام کثرت کا
مگر باطل ہی رہتا تھا خیالِ خام کثرت کا

کمانیں، تیر، پتھر اور گوفن لے کے دیوانے
طلوعِ صبح ہی سے بارشیں لگتے تھے برسانے

سحر سے شام تک طوفانِ سنگ و تیر کی موجیں
لبِ خندق سے ٹکراتی ہوئی کفار کی فوجیں

مسلمان بھوکے پیاسے اور مشقت سے تھکے ہارے
یہ سختی رات دن سہنے پہ تھے مجبور بیچارے

رسولؐ اللہ کا چہرا فقط ڈھارس بندھاتا تھا
اُسی کا صبر و استقلال اُن کے دل بڑھاتا تھا[2]

اُسی تنہا کے دل میں درد تھا ساری جماعت کا
اُسی تنہا کی آنکھوں میں تبسم تھا قناعت کا

منافقینِ مدینہ کی رُوگردانی

اِدھر رحمٰن کے بندوں کا عزم و حوصلہ مندی
اُدھر شیطاں پسندوں کی بھی دیکھو فطرتِ گندی

---

[1] اِن دعاوؤں کا جواب مسلمان دستے جن کو آنحضرتؐ نے جابجا خندق پر متعین کیا تھا۔ تیروں سے دیتے! اور ہر جگہ مستعدی سے دفاع کرتے۔ تاآنکہ کسی کو خندق کے اُس پار نہ آنے دیتے! اور یہ سلسلہ جاری رہتا۔ (دیکھو ابنِ سعد خمیس و زرقانی)

[2] صحابہؓ بھوک اور پیاس اور بے خوابی سے ایسی ہلاکت میں مبتلا تھے کہ آنحضرتؐ کو اُن پر ترس آتا تھا! اور آپؐ ہر شخص کو ڈھارس دیتے۔ (اخبار الایمان)

منافق، جو بہر صورت شر انگیزی پہ حامل تھے
منافق جو بہر آئینہ ہر فتنے میں شامل تھے

بھلا یہ لوگ ایسے مرحلے پر باز کیوں رہتے
دراندازی سے غافل آج درانداز کیوں رہتے

مسلمانوں پہ زد آئے، منافق کیوں نہ راضی ہوں
جب ایسا روزِ بد آئے منافق کیوں نہ راضی ہوں

منافق کیوں نہ راضی ہوں منائیں جب عدو خوشیاں
نظر آئیں جو بیرونِ مدینہ چار سُو خوشیاں

مگر خیلِ منافق کی یہ خوشیاں بھی منافق تھیں
یہ زہرِ تلخ تھیں ناخوشگوار و ناموافق تھیں

بظاہر ہنس نہ سکتے تھے، مسلمانوں سے ڈرتے تھے
بشکل دردمندی تفرقے کا رنگ بھرتے تھے

منافقین کے بہانے

یہ خندق ٹھیک باقی سارے بندوبست کچے ہیں
گھروں کی فکر لازم ہے گھروں میں بال بچے ہیں

سرِ خندق رہیں ہم اور گھر برباد ہو جائیں
عیال، اطفال، پونجی، مال زر برباد ہو جائیں

بھلا یہ بھی کوئی اچھا طریقہ ہے لڑائی کا
کہ ہم بیٹھے ہوئے منہ دیکھتے رہتے ہیں کھائی کا

ہزاروں دستہ ہائے فوج گردِ شہر پھرتے ہیں
گھروں کو گھورتے ہر سو بچشمِ قہر پھرتے ہیں

یہودی قوم کی بستی ذرا سے فاصلے پر ہے
وہ مل جائینگے دشمن سے ہمیں اس بات کا ڈر ہے

نبیؐ نے گرچہ کچھ پہرے بٹھائے ہیں مگر کیا ہے
بھلا اس روند پھرنے سے بھی گھر محفوظ ہوتا ہے

مہاجرین سے کینہ

نہ خود موجود ہوں گھر پر اگر اپنے ہی گھر والے
تو کیا کر لیں گے یہ دو تین سَو تیر و تبر والے

اُدھر ہیں پہریداروں میں مہاجر مکے والے بھی
وہ بیشک نیک نیّت ہیں بہادر بھی جیالے بھی

میاں لیکن لہو گاڑھا ہوا کرتا ہے پانی سے
بھلا کیا ہو اگر وہ ہاتھ اٹھالیں پاسبانی سے

بشر کو دوسرے کا دردِ مشکل ہی سے ہوتا ہے
تقاطر آنکھ میں فوارۂ دل ہی سے ہوتا ہے

ہمیں اپنے گھروں کی فکر ہے ہم جائینگے صاحب
ضرورت ہو تو پھر آنکھوں سے چل کر آئینگے صاحب[1]

منافق نصرتِ اسلام نہیں کر سکتے

منافق جو بمجبوری شریکِ اہلِ ایماں تھے
انہی حیلوں بہانوں سے مدام اب گریزاں تھے

منافق کو نہیں توفیق ملتی نصرتِ دیں کی
کہ اس رستے میں خطرے دیکھتی ہے آنکھ بددیں کی

مسلماں ہے وہی جو دین پر قربان ہوتا ہے
مسلماں ہوں یہ کہہ لینا بہت آسان ہوتا ہے

---

[1] منافقوں نے آنحضرتؐ سے اجازت مانگنا شروع کی۔ کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں۔ ہم کو شہر میں چلے جانے کی اجازت دی جائے۔ (سیرت النبیؐ)

منافق کے لئے یہ سختیاں سہنا بہت مشکل
بوقتِ امتحاں ثابت قدم رہنا بہت مشکل

رسُول کا تحمّل

نبیؐ سے جب یہ جانے کی اجازت لینے آتے تھے
تو چہرے سونت لیتے شکل مجبُوری بناتے تھے

رسُول اللہ پر ظاہر یہ ہر حیلہ بہانہ تھا
کہ نیّت ان کی میدان چھوڑنا تھا گھر کو جانا تھا[1]

نبیؐ سنتا تھا روز و شب بہانے اِن کمینوں کے
اُسے معلُوم تھا جو کچھ بھی دل میں تھا لعینوں کے

نہ تھی بے غیرتوں کو حاجت اب غیرت دلانے کی
تحمّل سے اجازت ان کو مل جاتی تھی جانے کی

براہِ مکر و حیلہ یہ منافق تھڑدلے سرکے
رہِ صدق و صفا پر رہ گئے پیرو پیمبرؐ کے

لوگ آساں سمجھتے ہیں مسُلماں ہونا

خُدا ہی منزلِ مقصُود ہو جن کی نگاہوں میں
غضب کے امتحاں رکھے گئے ہیں انکی راہوں میں[2]

---

[1] يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۝ پ۲۱ الاحزاب ع ۱۳

کہتے ہیں ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ گھر کھلے نہیں پڑے بلکہ بھاگنا چاہتے ہیں

[2] أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۝ پ۲۰ ۔ العنکبوت ۔ ع ۱۳

کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ (صرف) کہدینے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اور اُن کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔ اور جو لوگ ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔ ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا۔ لہٰذا خدا ضرور معلوم کریگا۔ کون سچا ہے۔ کون جھوٹا ہے

مؤذّن نعرۂ اللہ اکبر لے کے اُٹھتا ہے
جہانِ کفر تیغ و تیر و خنجر لے کے اُٹھتا ہے

جہاں صدق و یقیں ہیں پیش خیمے خوش نصیبی کے
منازل پیش آتے ہیں وہیں شامِ غریبی کے

ودیعت جن کو ہو جاتا ہے ذوقِ نیک انجامی
انہی کو توڑنی پڑتی ہے ہر زنجیرِ ناکامی

جو دنیا کے لئے آتے ہیں لیکر دَورِ خوشحالی
اُنہیں دنیا کے ہاتھوں دیکھنی پڑتی ہے پامالی

جنہیں قسمت سے رحم و عدل کے اعمال ملتے ہیں
وہ اکثر زخم کی دولت سے مالا مال ملتے ہیں

جو انساں کو دیا کرتے ہیں ہدیے شادمانی کے
گذرتے ہیں وہی انبوہ سے اعدائے جانی کے

جو دولت بانٹتے پھرتے ہیں پاکیزہ خیالوں کی
انہیں کے سامنے آتی ہیں سوغاتیں ملالوں کی

مدینہ محاصرے کی حالت میں

مسلمانوں کو ان سارے مراحل سے گزرنا تھا
اسی صورت بنی آدم کی بگڑی کو سنورنا تھا

تصور میں ذرا لاؤ تو وہ ایامِ محصوری[1]
کہ اہلِ نار کے زغے میں تھا جب خطۂ نوری

---

[1] شہر میں مستورات اور بچوں کا یہ حال تھا۔ کہ آنحضرتؐ نے ان کو عموماً شہر کے ایک خاص حصے میں جو ایک گونہ قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اکٹھا کر دیا تھا۔ مگر ان کی حفاظت کے لئے بہت سے آدمی فارغ نہیں کئے جا سکتے تھے۔ جب چاروں طرف حملوں کا زور ہوتا اور شہر کے متعین دستے دشمنوں کو دفع کرنے کے لئے جاتے۔ تو ضعفاء اور عورتیں بچے غیر محفوظ رہتے

(تاریخ العمران باب غزوۂ احزاب بحوالہ ترمذی)

مدینہ سر بسر کفار کے گھیرے کے اندر تھا ۔۔۔ بگردِ طور آتشناک ظلمت کا سمندر تھا
یہ بستی سانس لیتی تھی مسلسل ہول کے اندر ۔۔۔ ہلاکت آفرین و پُرخطر ماحول کے اندر
بلند و پست بیرونِ مدینہ تار و تیرہ تھا
یہ فوجیں بحرِ ظلمات اور مدینہ اک جزیرہ تھا

دشمنانِ اسلام کی ذہنیت

مسلماں جانتے تھے کیا ہیں یہ اعدائے بیردنی ۔۔۔ لٹیرے بے مروت، بے اصول و پیشہ در خونی[1]
اُمڈتے چیختے چنگھاڑتے لشکر درندوں کے ۔۔۔ لہو پی جانے والے قاتلوں ایذا دہندوں کے
عرب کے یہ قبائل شہرہ آفاقِ زمانہ تھے ۔۔۔ کہ قتلِ عام میں ایذا دہی میں سب یگانہ تھے[2]
فنِ غارت گری پیشہ تھا ان لوگوں کا آبائی ۔۔۔ تبہ کاری میں حاصل تھا انہیں دعوائے یکتائی
زباں زد کارنامے تھے بہت ان سورماؤں کے ۔۔۔ پہنتے تھے گلے میں کاٹ کر پستان[3] ماؤں کے

---

[1] تمام قبائل ایک دوسرے پر ڈاکہ ڈالتے اور لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔ (سیرت النبیؐ)

[2] اسیرانِ جنگ کو قتل کرتے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی تہ تیغ کر ڈالتے۔ بلکہ آگ میں جلا دیتے۔ زبانوں میں کانٹے چبھوتے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا کاٹ کر چھوڑ دیتے تاکہ انتہائی کرب سے مرے۔ دشمنوں کی کھوپڑیوں میں شراب پیتے۔

[3] حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتے۔ اور ان کے ہاتھ پاؤں کان، ناک وغیرہ کاٹ کر ہار بنا کر پہنتے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

پسندیدہ تھے ایسے کھیل بھی ان شہسواروں کو یہ کردیتے تھے چورنگ ہوائی شیر خواروں کو[1]
بہت خوش اس لئے بھی تھی بے حیائی کی ترنگ ان سے کہ خطرے میں تھی اکثر دولتِ ناموس و ننگ ان سے
اصولِ اخلاق کے ممنوع تھے ان کو نہ باور تھے
یہ ذہنیت تھی ان کی شہر پر جو حملہ آور تھے

مارہائے آستین

برونِ شہر، ایسے لشکرِ غدّار کے ریلے اِدھر موجود قلبِ شہر میں شیطان کے چیلے
منافق اندرونِ شہر تھی اشرار کی ٹولی یہودی جس کے ہمدم، ہم سخن، ہمراز، ہمجولی[2]
یہ مارِ آستیں خفیہ ہی خفیہ جانے کیا کردیں بلالیں دشمنوں کو شہر میں آفت بپا کردیں
مسلح بھیڑیوں کا غول اگر رستہ کوئی پائے
تو معصوموں نہتوں پر نہ جانے کیا ستم ڈھائے

---

[1] بچوں کو تیروں سے مارتے۔ تفریحی طور پر چاند ماری کرتے۔ اور تماشا دیکھتے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)
[2] یہودیوں نے شہر کے اس حصے پر حملہ کرنے کی تجویز کی جس میں مستورات اور بچے جمع تھے۔
(ابنِ ہشام)

آزمائش کے دن[1]

بہر جانب مسلط تھیں ہوائیں خون کی پیاسی
عجب عالم میں بستے تھے مسلماں شہر کے باسی

دلوں میں ذکرِ حق آنکھوں میں تھی تصویر اندیشہ
دعائیں کر رہا تھا ان غریبوں کا رگ و ریشہ

سہارے اک خدا کے آسرے پر اپنے ہادی کے
مراحل ہو رہے تھے طے یہاں خود اعتمادی کے

وہ کیسے تیر سکتا ہے جو غوطہ زن نہیں ہوتا
تپے جب تک نہ سونا آگ میں کندن نہیں ہوتا[2]

---

[1] اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ پ۲۱ الاحزاب۔ ع۲

یاد کرو جب دشمن بلندی سے اور پستی سے ہجوم کر کے تم پر آپڑے اور جب آنکھیں ڈگنے لگیں۔ اور دل حلق میں آ گئے۔ اور تم لوگ خدا کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ یہ وقت مومنوں کے لئے آزمائش کا تھا۔ اور وہ زور زور سے لرزنے لگے۔

[2] وَلِيُمَحِّصَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (آل عمران)

اور یہ بھی مقصود تھا۔ کہ خدا مسلمانوں کو خالص کر دے۔

خندق پر جماعتِ مجاہدین

عجب عالم میں تھے مردانِ حق آگاہ خندق پر
بظاہر زندگی کی تھی نہ کوئی راہ خندق پر

منافق چل دیئے تھے رفتہ رفتہ چھوڑ کر میداں
قریظہ کے یہودی کر چکے تھے جنگ کا اعلاں

خلاصہ اہلِ ایماں کا محمدؐ کی قیادت میں
جہاد و سعی کو موجود تھا فکرِ شہادت میں

فلک پر بادلوں میں ٹکڑیاں جیسے ستاروں کی
سرِ خندق عیاں تھیں صورتیں ایمانداروں کی

گھٹائیں ابرِ ظلمت کی انہیں گھیرے ہوئے بھی تھیں
مگر ان کے رُخِ روشن سے منہ پھیرے ہوئے بھی تھیں[1]

انہی کے درمیاں خورشیدِ پیغامِ الٰہی کا
سبق دیتا تھا استقلال سے عالم پناہی کا

انتہائی مصیبت، انتہائی استقلال

منافق جا چکے آمادہ ہو کر جب شقاوت پر
مسلمانوں پہ عبرت چھا گئی ان کی عداوت پر

یہ وہ عالم تھا جب مضبوط رشتے ٹوٹ جاتے ہیں
کلیجے منہ کو آجاتے ہیں، اور جی چھوٹ جاتے ہیں

مگر یہ بندگانِ حق فدائی دین و ملت کے
یمِ کثرت کو دکھلاتے رہے انوار قلت کے

---

[1] مسلمانوں کے پہرے کی ہشیاری حملہ آوروں کی فوجوں کو روکے ہوئے تھی۔ (مارگیرس)

اگرچہ مائیں بہنیں بیویاں اطفال رکھتے تھے[1] — سبھی کچھ حسبِ حال و استطاعت مال رکھتے تھے

ساری دنیا کی بھلائی کے لئے

مگر یہ ساری دنیا کی حفاظت کرنے والے تھے — زمانہ بھر کے معصوموں کی خاطر مرنے والے تھے
نظامِ آسماں بہرِ زمیں تھا ان کے مقصد میں — قیامِ امن اور پیغامِ دیں تھا ان کے مقصد میں
یہ دشمن تھے شریروں کے یہ محسن تھے شریفوں کے — قیامت تک محافظ تھے یتیموں اور ضعیفوں کے
پناہِ زندگی تھا زورِ دستِ حق پرست ان کا — بہر سُو منتظر تھا ہر نحیف و زیر دست ان کا
ازل سے جو شرف انسان کے حصّے میں آئے تھے — محمدؐ کے صحابہ ہی انہیں دنیا میں لائے تھے
یہی دامن تھے جن کے سائے میں عالم کو بسنا تھا — یہی وہ ابر تھے جن کو زمانے پر برسنا تھا
شرافت لے کے آئے تھے یہ آغوشِ اصالت سے — لیا تھا نور ان لوگوں نے خورشیدِ رسالت سے

جذبۂ ادائے فرض و احساسِ ذمہ داری

یہی لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ[2] کی تفسیر تھے گویا — یہی بندے ادائے فرض کی تصویر تھے گویا

---

[1] منافقین جب مختلف بہانے بنا کر رخصت ہو گئے۔ تو بقیہ مجاہدین کو بڑی جرأت ہوئی۔ مگر وہ ثابت قدم رہے۔ (آل عمران)

[2] زمین پر فساد نہ پھیلاؤ۔ (قرآن)

یہ محکوموں کو آزادی کی راہیں دینے والے تھے
یہ مظلوموں کو دامن میں پناہیں دینے والے تھے

انہیں معلوم تھا جو کچھ بھی ان کی ذمہ داری تھی
نہ خطرہ ان کو لاحق تھا نہ غفلت ان پہ طاری تھی

ذرا غفلت میں اندیشہ تھا خندق پار سے ان کو
کہ اُمیدِ بہی ہرگز نہ تھی کفّار سے ان کو

بہت تھوڑے تھے یہ بیشک جماعت تھی قلیل انکی
مگر تھی قوتِ ایماں وکیل انکی کفیل ان کی

صحابہ ایک دل تھے جس طرح تسبیح کے دانے
کیا تھا منسلک ان کو نبیؐ کی ذاتِ والا نے

نہیں تھا مرتکب ان میں کوئی غفلت شعاری کا
کہ تھا ہر فرد کو احساس اپنی ذمہ داری کا

جماعت کا تحفّظ

جماعت کے تحفّظ کے لئے ہر فرد کوشاں تھا
یہی ہر حال بنیادی اصولِ حق نیوشاں تھا

جماعت سے الگ سعیِ بقا کرتا نہ تھا کوئی
اکیلی جان جینے کے لئے مرتا نہ تھا کوئی

دلِ ہر فرد میں قائم تھا یہ احساسِ بنیادی
نہ ہو میری ہی غفلت کا نتیجہ سب کی بربادی

کہیں غافل نظر آئیں جو پہریدارِ خندق کے
تو فوجیں قاتلوں کی آ گھسیں اس پارِ خندق کے

نظر چوکے تو خندق پاٹ دیں یا پُل بنا ڈالیں
دغا بازی کریں شبخون کی طرحِ دغا ڈالیں

کسی اک فردِ واحد کی ذراسی ایک غفلت سے
جہاں محروم ہو سکتا ہے اسلامی جماعت سے

مسلمانوں کا ہر ہر فرد یہ احساس رکھتا تھا
جماعت کا خود اپنے سے زیادہ پاس رکھتا تھا

اتحادِ جماعت

شجر کی زندگی سے ہے بقائے برگ وابستہ
جماعت سے ہے انساں کی حیاتِ مرگ وابستہ[1]

جماعت کی بقا ہے اتحادِ جان و ایماں سے
مسلماں فرد ہے مربوط اجماعِ مسلماں سے

مبارک ہیں جو دل میں دوسروں کا درد رکھتے ہیں
نہاں سینوں میں اشکِ گرم و آہِ سرد رکھتے ہیں

بہر حالت بہر صورت شعارِ راست کرداری
وفاداری جماعت سے ہے پایانِ وفاداری

مسلمانوں کا ایثار

مجاہد باخبر تھے اجتماعی قدر و قیمت سے
جماعت بنتی ہے افراد کی سعی و عزیمت سے

مگر احساسِ ذاتی پہ نہ تھا کوئی غروران کو
بہ شانِ انکسار و عجز ملتا تھا غروران کو

یقیں تھا سعی ہو جائے گی آخر کامیاب ان کی
کہ ہے بیداریٔ نوعِ بشر تعبیرِ خواب ان کی

---

[1] حدیث شریف ہے کہ فرمایا۔ المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً و شبک بین اصابعہ (بخاری عن ابی موسیٰ۔ کتاب المظالم) ایک مومن دوسرے مومن کیلئے ایسا ہے جیسے بنیاد کی اینٹیں ایک سے دوسرے کو قوت ملتی ہے۔ پھر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا کہ مومن اس طرح مل کر رہتے ہیں۔

جگا کر خاکیوں کو گنبدِ افلاک کے نیچے — ہوا کیا مشتِ خاک اپنی جو سوئے خاک کے نیچے
یہ دُنیا چند روزہ ہے سرائے دہر فانی ہے — فقط اسلام کو حاصل حیاتِ جاودانی ہے
مُرادان کی فقط یہ تھی خدا کا نام روشن ہو — زمانے بھر میں شمعِ ملّتِ اسلام روشن ہو

ادائے فرض ہی میں مژدۂ گلزارِ جنّت ہے
یہی فضلِ خدا ہے اور یہی آغوشِ رحمت ہے

ایسے امتحان کے وقت

بظاہر آج دنیا میں مخالف جن کی ہر شئے ہو — ہزاروں قاتلوں کا لشکرِ جرّار درپے ہو
جنہیں تعداد کی توفیق حاصل ہو نہ ساماں کی — وہ کیسے تاب لا سکتے ہیں ایسے تُند طوفاں کی
سحر سے شام تک جن کے سروں پر سنگباری ہو — نظر آتا ہو جیسے پتھروں کی نہر جاری ہو
سحر سے شام تک تیروں کا سوفاروں کا مینہ برسے — رسد آنے نہ پائے جانِ شیریں آب کو ترسے
مسلسل دن گزرتے ہوں مشقت میں صعوبت میں — کمی آتی نہ ہو راتوں کو بھی جن کی عقوبت میں[1]

---

[1] خندق پر کوئی دن حملے سے خالی نہ جاتا تھا۔ راتوں کو بھی بار بار خندق کے کناروں پر قبائل کے سوار اور پیادے دوڑ لگاتے تھے صحابہؓ کرام دن بھر ان کے حملوں کا جواب دیتے۔ اور راتوں کو پہرے پر رہتے۔ اس حال سے کہ بھوک پیاس سے نڈھال تھے۔ اور سو بھی نہ سکتے تھے۔ شبخون کا ہر وقت خطرہ تھا۔ (اخبار الایمان)

مسلسل جن کے روزے ہوں مسلسل جن کا فاقہ ہو ۔۔۔ نہ گھر میں ہو ذخیرہ اور نہ باہر سے علاقہ ہو[1]
اُدھر دشمن کے ہاں آگیں جلیں پکوان پکتے ہوں ۔۔۔ یہاں گھر کا تصوّر ہو تو بچے تک بلکتے ہوں[2]
نظر آئیں اُدھر پُرچوریاں بھی مے گساری بھی ۔۔۔ اِدھر پتھر شکم پر باندھ لیں محبوبِ باری بھی[3]
یہ عالم ہو یہ نقشہ ہو یہ صورت یہ قرینہ ہو ۔۔۔ یہ حالِ زار اِک دو دِن نہیں پورا مہینہ ہو

جب نفس فریب دیتا ہے

بشر کو جب بھی ایسی صورتِ حالات پیش آئے ۔۔۔ تو دِل سے پوچھتا ہے نفس "پیارے کیا کیا جائے"
دلِ کمزور حفظِ جاں کی ترکیبیں سکھاتا ہے ۔۔۔ مصیبت سے رہائی کی بہت راہیں دِکھاتا ہے
یہ راہیں جان کو ایمان پر ترجیح دیتی ہیں ۔۔۔ نگاہیں حجرے کو میدان پر ترجیح دیتی ہیں

---

[1] صحابہ کرام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ احزاب کے دنوں میں سخت ترین ایام سے گزرنا پڑا۔ مسلسل فاقے آتے تھے۔ جب کچھ ملتا تھا تو حصّہ رسدی مقرّر کر دیا تھا۔ لیکن وہ اتنا کم ہوتا تھا جس سے بھوک اور بھڑک اٹھتی تھی۔ باہر کی راہیں بالکل بند تھیں۔ کہیں سے کچھ آ نہ سکتا تھا۔ (تاریخ العمران باب غزوۂ خندق)

[2] قبائل کے پاس رسد مہیا تھا۔ اور جگہ جگہ آگ جلتی نظر آتی تھی اور کھانا تقسیم ہوتا تھا۔ لیکن مسلمانوں کی طرف قحط تھا۔ (ترمذی)

[3] غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کا یہ عالم تھا۔ کہ صحابہؓ نے بھوک کی وجہ سے سیدھے کھڑے نہ ہو سکنے کی وجہ سے پیٹوں پر پتھر باندھ لئے تھے۔ آنحضرتؐ کے شکم مبارک پر دو پتھر بندھے تھے۔ (دیکھو ترمذی)

یہ نازک مرحلہ ہے جان و ایماں کی جدائی کا
دکھاتا ہے تصور رُوئے دِلکش بے وفائی کا

جب آنکھیں تہلکہ دیکھیں، کلیجے منہ کو آتے ہیں
دل و جاں باہمی سازش سے ایماں کو دباتے ہیں

یہی دنیا میں دیں کے امتحاں کا وقت ہوتا ہے
یقیں پر زرغۂ وہم و گماں کا وقت ہوتا ہے

یہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ شیطاں مسکراتا ہے
رگِ کمزوریِ انساں فرشتوں کو دکھاتا ہے

فریبِ نفس کا یہ مرحلہ، توبہ معاذ اللہ
رہِ حق میں خلیج حائلہ، توبہ معاذ اللہ

کون ثابت قدم رہتا ہے؟

مصیبت جب حدِ برداشت سے باہر نکل جائے
تو کچھ مشکل نہیں انساں رستے سے پھسل جائے

فقط ایمانِ کامل ہی یہاں پر کام دیتا ہے
فقط دستِ یقیں گرتے ہوؤں کو تھام لیتا ہے

محمدؐ کے صحابہؓ کا یقینِ کامل و محکم
دلِ مضبوط کا یاور تھا جانِ زار کا ہمدم

صحابہؓ کا یہ ایماں معجزہ تھا ان رسولوں کا
جو انگاروں کے بستر پر مزہ لیتے ہیں پھولوں کا

یہی ایماں تھا ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کا ایماں[1]
رضا کارانہ جوشِ طاعت و تسلیم کا ایماں

---

[1] اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ — ساری مخلوق میں ابراہیمؑ سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو ابراہیم

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یہ پیغمبر نہ تھے لیکن بصد حُسن و خوش اسلوبی — نمایاں کر رہے تھے از سرِ نو صبرِ ایوبی
ہویدا تھا کلیم اللہ کا جاہ و جلال ان سے — جمال آرا تھی رُوح اللہ کی شانِ جمال ان سے

اصحابِ محمدؐ کا ایمان

یہ اصحابؓ اور یہ ایمان اصحابِ محمدؐ کا — کرشمہ تھا فقط مہرِ جہانتابِ محمدؐ کا
خدائے واحد و قیوم پر محکم یقیں ان کا — یہی دنیا تھی ان کی اور یہی دراصل دیں ان کا
یہی محکم یقیں تھا ان کے استقلال کا باعث — ہوا آخر یہی باطل کے استیصال کا باعث[1]
یقینِ نصرتِ حق پر یقینِ کامیابی تھا — پیمبرؐ کی حضوری تھی، سرورِ کامیابی تھا
نظارے دیکھتے تھے ہر طرف طغیانِ باطل کے — اُمڈتے دوڑتے اٹھتے ہوئے طوفانِ باطل کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ۝ پ۳. آل عمران۔ ع۱۳
کی پیروی کریں۔ (اور وہ ہیں) نبی (محمدؐ) اور اُن پر ایمان لانیوالے لوگ۔ خدا ایمان لانے والوں کا دوستدار ہے۔

[1] محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے پیرؤں اور اصحاب میں ایسی فداکاری، بے نفسی اور للّٰہیت پیدا کر دی تھی۔ جس کی نظیر تاریخ مذاہب میں نہیں ملتی۔ اور یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ عرب اور پیروانِ عرب اُن تمام لوگوں پر غالب رہے۔ جو ان کو مٹانے پر تُلے ہوئے تھے۔ اور یہی بے نفسی تھی جس نے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مشن کامیاب کیا۔ اور اُن کے مخالف باوجود قوت اور دنیوی سامانوں کے مغلوب ہو گئے۔ (سکاٹ)

یقیں آیاتِ حق پر اور محکم اور محکم تھا[1] — اطاعت کے لئے ہر بندۂ تسلیم سر خم تھا

مسلسل آزمائش

ثبات و صبر سے ضربِ حوادث ان کو سہنا تھا — جہاں جس کا تعین تھا وہیں موجود رہنا تھا
رواں پیہم رواں سیلاب تیر و سنگ کی آندھی — مسلسل اور متواتر فساد و جنگ کی آندھی
برابر بیس دن اس رنگ ایسے حال سے گزرے — کہ جیسے زلزلہ خود وادیٔ زلزال سے گزرے
برابر بیس روز و شب یہی طوفاں رہا جاری — مسلمانوں پہ اک بادل ہلاکت کا رہا طاری[2]
اُدھر سے سنگ آتے تھے اُدھر سے تیر گرتے تھے — کسی کے ضرب آتی تھی کہیں نخچیر گرتے تھے

سرگردہ انصار سعد ابن معاذ[3]

بزرگِ اوس سعد ابن معاذ اسلام کے غازی — ہوئے مجروح تیرِ جاں ستاں سے وقتِ جانبازی

---

[1] وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا۔ پ ۲۱۔ الاحزاب۔ ع ۳ — جب ایمان والوں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو وہی ہے جس کا خدا اور رسولؐ نے وعدہ کیا تھا اور خدا اور رسولؐ سچے ہیں پس یہ اُن کے ایمان اور تسلیم میں زیادتی کا باعث ہوا۔

[2] قریباً ایک مہینہ تک یہ محاصرہ ایسی سختی سے قائم رہا کہ آنحضرتؐ اور صحابہ پر تین تین دن کے فاقے گزر گئے۔ (سیرت النبی)

[3] حضرت سعد ابن معاذ قبیلہ اوس کی شاخ بنو اشہل کے سردار تھے۔ آنحضرتؐ کی ہجرت مدینے سے پیشتر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اگرچہ زخم کاری تھا مگر قائم تھے میداں میں
کہ وقفِ کار تھی ایمان کی قوت رگِ جاں میں

کہاں اس زلزلے میں وقفۂ تیمارداری تھا
یہ شیرِ زخم خوردہ محوِ ذوقِ جاں سپاری تھا

بسیرا ہو چکا تھا قصرِ گلزارِ شہادت میں
مگر مشغول تھا یہ جسم تحصیلِ سعادت میں

شہیدِ زندہ سے اللہ کو اور اک کام لینا تھا[1]
یہودی مرحلہ طے کر کے پھر آرام لینا تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جب حضرت مصعبؓ مدینہ میں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ یہ ایک دن بہت جوش کے ساتھ آئے اور حضرت مصعبؓ اور ان کی باتیں سننے والوں کو برا بھلا کہنے لگے۔ حضرت مصعبؓ نے کہا آپ ذرا بیٹھئے۔ ہماری بات سننے پسند نہ آئے تو انکار کیجئے۔ یہ بیٹھ گئے۔ قرآن مجید سنا اور اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ اپنے قبیلے کی طرف گئے۔ پوچھا تمہاری میرے متعلق کیا رائے ہے۔ وہ بولے آپ ہمارے سردار ہیں۔ آپ کی رائے اور تفتیش بہتر اور اعلےٰ ہوتی ہے۔ سعدؓ نے کہا تو سن لو۔ تم میں سے مرد ہو یا عورت جب تک وہ خدا اور رسولؐ پر ایمان نہ لائے میں اس سے بات کرنا بھی حرام سمجھتا ہوں نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔ (تفصیل کے لئے دیکھو طبری)

[1] لڑائی شروع ہوئی تو سعدؓ ہتھیار لئے ہوئے گھر سے لَبِّثْ قَلِيلاً يَدْرَكِ الْهَيْجَا جَمَلْ لَا بَأْسَ بِالْمَوْتِ إِذَا الْمَوْتُ نَزَلْ کہتے ہوئے نکلے جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ ذرا ٹھہر جانا۔ تاکہ جنگ میں ایک اور آدمی بھی پہنچ جائے۔ کیونکہ وقت آ گیا تو موت سے کیا خوف۔ سعدؓ کی ماں نے سنا تو پکاریں۔ بیٹا دوڑ کر جا۔ تو نے دیر لگا دی۔ (اخبار الایمان)

سعدؓ کی رگِ اکحل پر ابن العرقہ کا تیر لگا تھا۔ جو کاری تھا۔ مگر وہ برابر مشغولِ جہاد رہے۔ خندق کی لڑائی ختم ہونے پر تیمارداری کی کوشش کی گئی۔ لیکن جانبر نہ ہو سکے۔ حضرت سعدؓ یہود ان قریظہ کے حلیف تھے۔ اور نبیؐ کے حکم سے ان کو سمجھانے بھی گئے تھے لیکن انہوں نے ان کی بات نہ مانی تھی۔ سعدؓ نے دعا کی تھی۔ یا اللہ مجھے ان یہود کے انجام تک زندہ رکھ۔ یہ دعا قبول ہوئی احزاب کی جنگ کے بعد بنو قریظہ کا معرکہ پیش آیا۔ حضرت سعدؓ دونوں جانب سے حکم بنائے گئے۔ انہوں نے یہود کی اپنی شرع کے مطابق فیصلہ کیا۔ اور اس کے بعد جان جان آفرین کو سپرد کی۔ (دیکھو طبری و خمیس)

مسلمان مستورات

حفاظت عورتوں بچوں کی فرمادی تھی ہادیؐ نے
جگہ اُن کے لئے محفوظ ٹھہرادی تھی ہادیؐ نے

یہ چھوٹا قلعہ سا تھا، ایک کہنہ چار دیواری
یہاں تھیں جمع مستورات، مائیں بچیاں ساری[1]

نہیں تھا مرد کوئی پہرہ دارِ چار دیواری
مسلماں عورتوں ہی کی یہاں پر تھی عملداری

فقط حسانؓ[2] بن ثابت عرب کے شاعرِ اعظم
بوجہِ ضُعف و بیماری یہاں موجود تھے اس دم

مگر ان میں نہیں تھا آج حرب و ضرب کا یارا
وگرنہ قلعہ کے اندر نہ ہوتے یوں قیام آرا

یہُود کا منصُوبہ

تھی اس سے کچھ پرے قومِ یہودی کی وہی بستی
بغاوت کرچکی تھی حق سے جس کی فطرتی پستی

فراہم کرچکے جب جنگ کا سامانِ مطلوبہ
تو سُوجھا ان کو مستورات پر حملے کا منصُوبہ[3]

---

[1] مستوراتِ مدینہ اور بال بچوں کو ایک گڑھی میں (جو حضرت حسان بن ثابت کی تھی) جمع فرمادیا گیا تھا۔ (طبری)

[2] حضرت حسان بن ثابت عرب کے بہترین شاعر تھے۔ آپ شاعرِ اسلام تھے! اور آپ نے اپنے کلام سے اسلام کی بہت بڑی خدمت فرمائی۔ آپ کو ایک عارضہ ہوگیا تھا۔ کہ لڑائی کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ (دیکھو تاریخِ خمیس)

[3] یہ جگہ بنو قریظہ یہود کی آبادی کے قریب تھی۔ یہودیوں نے یہ گمان کرکے کہ تمام مجاہدین رسُول اللہ کے ساتھ ہیں۔ اس گڑھی پر حملہ کا منصوبہ کیا۔ (دیکھو طبری و خمیس)

حضرت صفیہؓ کی دلاوری

صفیہؓ بنت عبدالمطلب ہمشیر حمزہؓ کی
کہ تھا جن کا تہوّر ہو بہو تصویر حمزہؓ کی

نظر رکھتی تھیں وہ میدان پر ہر دم جھروکے سے
مبادا دشمنانِ دیں اِدھر آجائیں دھوکے سے

یہودی قوم کی بستی میں تھیں تیاریاں ہر دم
بغاوت کے نظر آتے تھے آثار و نشاں ہر دم

بسا اوقات کچھ دستے مسلح ہو کے آتے تھے
کھڑے رہتے تھے آدھی راہ پر پھر لوٹ جاتے تھے

اچانک اک نرالا فتنہ سا اُس بھی دیکھا
بزیرِ سایۂ دیوار اک جاسوس[1] بھی دیکھا

یہ صورت تھی بلا شک قصرِ امن آثار میں رخنہ
یہودی ڈھونڈتا تھا قلعہ کی دیوار میں رخنہ

صفیہؓ خود مسلح ہو کے نکلیں قلعے سے باہر
لگائی چوب سے اک ضرب[2] اُس مردِ مسلح پر

---

[1] حضرت صفیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی۔ حمزہ سیدالشہداءؓ کی بہن نے دیکھا کہ یہودی فوج بار بار منڈلاتی ہے پھر ایک دن دیکھا کہ ایک جاسوس چار دیواری کی دیواروں کی حفاظت کر رہا ہے۔ آپ نے حضرت حسان بن ثابت سے کہا۔ جاؤ باہر جاکر اسے قتل کر دو۔ حضرت حسان نے کہا کہ بی بی میں اس کام کا ہوتا تو اس چار دیواری کی بجائے میدانِ جنگ میں ہوتا۔ (طبری)

[2] حضرت صفیہؓ نے خیمہ کی ایک چوب لی اور قلعہ سے نکل کر اس یہودی کے سر پہ ماری کہ سر پھٹ گیا۔ آپ واپس آگئیں۔ اور حضرت حسان سے کہا۔ یہ کام تو میں نے کر دیا۔ اب تم جاؤ اور اس کے کپڑے اتار لو اور اس کا سر کاٹ کر دور پھینک دو تاکہ یہودیوں پر رعب چھا جائے۔ حضرت حسان نے کہا۔ بی بی جانے دیجئے مجھے اس کے کپڑوں کی ضرورت نہیں۔ حضرت صفیہؓ نے پھر جاکر اس کا سر کاٹ کر دور پھینک دیا۔ (دیکھو ابنِ اثیر و تاریخ خمیس وغیرہ)

مسلمان عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں

بہ ضربِ دستِ حق تھی کھل گیا خاطی کا بھنڈلا　　دماغ و استخواں کلدہ گیا اک بدنما گارا
یہ نقشہ دیکھ کر دشمن کے دستے پھر نہیں ٹھہرے　　وہ سمجھے قلعہ میں ہیں اچھے خاصے فوج کے پہرے[1]
دوبارہ رُخ نہ اس جانب کیا پھر ان لعینوں نے　　سبق ایسا سکھایا مسلمہ پردہ نشینوں نے
کیا ہمشیرۂ حمزہؓ نے وہ کارِ دلیرانہ　　قیامت تک زبانوں پر رہے گا جس کا افسانہ

وہ بزدل ہیں بوقتِ خطرہ جو ورلاپ[2] کرتی ہیں
مسلماں عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں

مسلمانوں کا انتہائی استقلال

سرِ خندق مسلسل تھا ہجومِ عام کثرت کا　　مگر ہر مرتبہ منصوبہ تھا ناکام کثرت کا
کمانیں گوفنیں تیر اور پتھر لے کے خیرہ سر　　برابر جمع تھے ہر اک بلندی اور پستی پر

---

[1] یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ میں عورتیں بلکہ فوج بھی ہے۔ اس لئے انہوں نے پھر اس طرف کا رُخ نہیں کیا (دیکھو زرقانی)

[2] ورلاپ ہندی میں رونے پیٹنے کو کہتے ہیں۔

اِدھر بھی مستعد مومن مسلمانوں کے دستے تھے
کہ جن کی جان پر یہ تیر یہ پتھر برستے تھے

نظر رکھتا تھا ہادیؐ ہر بلائے ناگہانی پر
صحابہ جان و دل سے ہر جگہ تھے پاسبانی پر

اسی صورت سے گزرا اک مہینہ بھوکے پیاسوں کو
فقط ایمان تھا رکھے ہوئے ان کے حواسوں کو

انہیں تسکینِ کامل تھی کہ ہم منہاجِ حق پر ہیں
نئی تاریخِ انسانی کے زرّیں سرورق پر ہیں

دلِ ہر مردِ مومن کو خبر تھی اس سعادت کی
کہ غازی بن چکے باقی ہے اب دولت شہادت کی

شہادت یاب ہونے کی تمناؤں سے غازی تھے
بحکمِ کارسازِ کار۔ محوِ کارسازی تھے

شہادت ہی کے جذبے پر بقائے زندگانی تھی
شہادت ان کی نظروں میں صداقت کی نشانی تھی

یہی اک جذبۂ صدق و صفا انجام بینوں کا
کھویّا بن گیا سیلابِ ظلمت میں سفینوں کا

امتحان کی آخری سخت گھڑیاں

خزاں کا دور تھا ناقابلِ برداشت سردی تھی
ہزاروں زخم تن پر یہ خدا والوں کی وردی تھی[1]

---

[1] سردی انتہا کی تھی۔ شدید ٹھنڈی ہوا سے ہاتھ پاؤں ٹھٹھر جاتے تھے بولنے تک کی سکت نہ ہوتی تھی۔ (زرقانی، تاریخ الحرمین)

صحابہ آگ روشن کر نہ سکتے تھے مجبوری
کہ ہر دم خطرۂ شبخوں میں تھیں شبہائے محصوری

وہاں کفار شب بھر خوب کھاتے تھے پکاتے تھے
لنڈھاتے تھے شرابیں، ناچتے تھے اور گاتے تھے[1]

بہ کوہ و دشت تا حدِ نظر بھوتوں کے ڈیرے تھے
بھر سُو ناریوں کی آگ سے روشن اندھیرے تھے

دلوں کے نور ہی سے کام لیتی تھیں یہاں آنکھیں
سکوتِ شب میں نفسِ مطمئنہ کی زباں آنکھیں

نیا اسلوب تھا اس جنگ میں ضبط و خموشی کا
نفس پر ہر نفس تھا تازیانہ سخت کوشی کا

بڑی بھاری مصیبت میں تھی جمعیّت قلیل ان کی
مگر تھے صابر و شاکر کہ فطرت تھی اصیل ان کی

نمایاں تھی مگر ساماں اور تعداد کی قلّت
ہلاکت بار طوفاں میں گھری تھی کشتیِ ملّت

صحابہ امتحان میں پورے اُترے

مقاصد جن کے اونچے اور اونچا بخت ہوتا ہے
زمانے میں انہی کا امتحاں بھی سخت ہوتا ہے

مگر، سوائے تسلیم و رضا کا امتحاں تو بہ
محبّت کا، صداقت کا، وفا کا امتحاں تو بہ

کڑا تھا امتحاں یہ ادعائے حق پرستی کا
جہاں بھر میں مسلمانوں کی واحد ایک ہستی کا

---

[1] قبائل راتوں کو الاؤ روشن کرتے تھے۔ اُونٹ کا گوشت بھونتے اور ناچتے گاتے تھے۔ ہر جگہ آگ ہی آگ روشن نظر آیا کرتی تھی۔ (العادۃ العرب)

خدا نے امتحاں فرما لیا تھا اپنے بندوں کا
ہُوا ثابت کہ دل مضبُوط ہے ان حق پسندوں کا

نبیؐ شامل تھا خود بھی اپنی اُمّت کے مصائب میں
ستارے ہی نہیں خورشید بھی تھا ان سحائب میں

وہ خود شاہد تھا اس اخلاص مندانہ اطاعت کا
اسی کی ذات پر تھا آسرا جن کی شفاعت کا

دکھا کر معجزے اُمّت کو اپنی استقامت کے
عطا فرما رہا تھا حوصلے فوق الکرامت کے

اگرچہ سب سے بڑھ کر سختیاں خود بھی اُٹھاتا تھا
مگر اصحابؓ کی حالت پہ اس کو رحم آتا تھا

اُسے مقصود تھی انسان میں تطہیر جوہر کی
کہ تھی یہ امتحاں گہ ایک بھٹی کیمیا گر کی

آنحضرتؐ کی دُعا

بسوئے عرش دیکھا رحمتِ مولاج نے آخر
دُعا کو ہاتھ اُٹھائے صاحب معراج نے آخر[1]

دُعا کی اے خُدا، امداد کر اخلاص مندوں کی
نہ کر اس سے زیادہ آزمائش اپنے بندوں کی

---

[1] مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۙ
پ ۲۱ - الاحزاب - ع - ۲۳
(مومنوں میں ایسے شخص ہیں جو وعدہ انہوں نے خدا سے کیا تھا۔ اُسے سچا کر دکھایا۔ اُن میں بعض اپنے فرض سے فارغ ہو گئے اور بعض ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور وہ اپنے قول سے بدلے نہیں)

[2] دیکھو بخاری کتاب المغازی غزوۂ خندق اور زرقانی۔

تری خاطر یہ بندے آج محوِ جاں نثاری ہیں — کہ ان کے جان و دل پر تیرے ہی احکام جاری ہیں
تجھی سے صبر و استقلال کی دولت بھی پائی ہے — عطا آنکھیں بھی کی ہیں راہ بھی تو نے دکھائی ہے
رہِ دشوار کی دشواریاں بھی تو ہی آساں کر — ترے احسان کے محتاج ہیں اللہ احساں کر
دعا سنتا ہے یارب تو زبانِ بے زبانی کی — طلب کرتی ہیں تجھ سے داد جانیں خستہ جانی کی
الٰہی ان کے سر سے ابتلائیں دور فرما دے — ہجومِ کفر کی ساری بلائیں دور فرما دے
ترا گلشن ہے جس پر ابرِ ظلمت بار چھایا ہے — مصائب کا یہ بادل ہر طرف سے گھر کے آیا ہے
تو بےشک جانتا ہے نیّتِ کفّار کو یارب — پراگندہ کر اس جمعیّتِ کفّار کو یارب
الٰہی اپنے بندوں کو رہائی دے صعوبت سے — انہیں آزاد کر باطل کے اس دامِ عقوبت سے
الٰہی کفر کی طاقت میں ایسا زلزلہ آ جائے — دوبارہ جمع ہونے کا نہ ہرگز حوصلہ پائے

الٰہی دعوئِ باطل کو باطل اور رد فرما
محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کی مدد فرما

احزاب کی آخری رات

ظالموں کی پریشانی

مصیبت حد سے جب گذری تو آخر یہ مقام آیا
دعاؤں کی قبولیت کا طائر زیرِ دام آیا

عشا کے بعد حضرت نے دُعا کو ہاتھ اُٹھائے تھے
وہاں کفّار کے سالار اک محفل جمائے تھے

ابُوسفیاں کا خیمہ مشورت گاہِ قبائل تھا
مسلمانوں کا استقلال مرکزِ مسائل تھا

بڑے افسر بڑے سردار آپس میں جھگڑتے تھے
بہت غصّے میں تھے خفگی دکھاتے تھے بگڑتے تھے

ابُوسفیاں ہدف تھا طعن و تشنیع و ملامت کا
نظارا کر رہا تھا آج خود ہی اپنی شامت کا

قبائل کے سبھی سردار اُسے الزام دیتے تھے
سپہ سالار بودا ہے اسی کا نام لیتے تھے

کافروں کا ایک دُوسرے کو الزام

اندھیرے میں ہمیں رکھا گیا یثرب کی طاقت سے
تمہارے ساتھ ہم سب چل پڑے اپنی حماقت سے

پڑے ہیں اس جگہ ڈالے ہوئے ڈیرا مہینے سے
ہمیں کچھ بھی نہیں حاصل ہوا اب تک مدینے سے

شبانہ روز لڑنے حملہ کرنے میں گزرتے ہیں
سپاہی بے نتیجہ زخم کھاتے اور مرتے ہیں

ہزاروں بار ہم نے شہر کے اُوپر کیے دھاوے
مگر ہر بار رہواروں کو دینے پڑ گئے کاوے

نہ داخل ہو سکا بستی میں اپنا ایک بھی دستہ
مسلماں ہر جگہ روکے کھڑے ہیں شہر کا رستہ

بیرونِ شہر سے حاصل نہیں کوئی مدد ان کو
پہنچنے دی نہ ہم نے ایک دانہ تک رسد ان کو

نہ جانے کون سی امداد ہے ان شہر والوں کو
کہ رزق ملتی ہے ان سے بار بار اپنے رسالوں کو

کوئی شئے وادئ محصور میں آنے نہ دی ہم نے
کوئی چڑیا بھی اڑ کر شہر میں جانے نہ دی ہم نے

مہینے بھر کا فاقہ ہو جنہیں، وہ لڑ نہ سکتے تھے
ہزاروں کے مقابل چند سُوئیوں اَڑ نہ سکتے تھے

میسّر ہے انہیں شاید سہارا کھانے پینے کا
رتیا پانچا وگرنہ ہو چکا ہوتا مدینے کا

وہ آخر کون ہے جو اس طرح امداد کرتا ہے
انہیں ہتھیار دے دیتا ہے، ان کا پیٹ بھرتا ہے

قریشی سپہ سالار سے بددلی

ابوسفیاں کو ہم سب نے سپہ سالار مانا تھا
کہ اپنے سے زیادہ آزمودہ کار جانا تھا

مگر ثابت ہوا قومِ قریش اب رُعب خالی ہے
وہ جنگی شان و شوکت بس خیالی ہی خیالی ہے

خداوندانِ کعبہ بھی بظاہر آج بے گُن ہیں
مسلماں سچ تو کہتے ہیں کہ صُمٌّ اور بکمٌ ہیں

کسی ایسے کا تابع کوئی لشکر ہو نہیں سکتا
کہ جس سے یہ ذرا سا مورچہ سر ہو نہیں سکتا

یہ خندق راہ میں حائل سہی، آخر تو خندق ہے
سپہ سالار بھی حیراں ہے لشکر کا بھی مُنہ فق ہے

مناسب تھا کہ یہ گُتھی سپہ سالار ہی کھولے
کسی کو حق نہ تھا اپنے بڑوں کی بات میں بولے

ہمیں جو حکم بھی تم نے دیا تعمیل کی ہم نے
کہیں دم ہی چُرایا اور نہ کوئی ڈھیل کی ہم نے

نتیجہ یہ کہ سارے لشکری حیران و ششدر ہیں
ہمیں جس تھان پہ باندھا تھا تم نے ہم وہیں پر ہیں

ہم اکثر بڑبڑاتے دیکھتے ہیں خَیل خَیل ان کو
سمجھتے ہیں کہ گردانا گیا کولھو کے بَیل ان کو

یہودیوں کی نفع خوری

کہاں ہیں وہ یہودی جو ہمارے پاس آئے تھے
بقولِ خود بڑے تدبیر والے اہلِ رائے تھے

وہ کہتے تھے ہمیں وہ خود کرینگے شہر میں داخل
نہ پیش آئے گی اس بارے میں ہرگز کوئی بھی مشکل

وہ کہتے تھے کہ مستورات پر قبضہ دلا دیں گے
جہاں بھی مال و زر پوشیدہ ہے سب کچھ بتا دیں گے

یہودوں نے کوئی وعدہ نہیں اب تک کیا پورا
ہماری جنگ کا مقصد ہے لنڈورے کا لنڈورا

کوئی ہدف نہ بتاتے ہیں نہ خود امداد کرتے ہیں
یونہی لڑتے چلے جاؤ یہی ارشاد کرتے ہیں

نکل کر قلعہ سے باہر وہ ایسے بیٹھ جاتے ہیں
تماشا دیکھنے کو جس طرح شوقین آتے ہیں

گدھوں کی دوڑ سمجھے ہیں ہماری جنگ بازی کو
یہاں تشریف لاتے ہیں فقط طعنہ طرازی کو

ہمارے فوجیوں سے مُفت پیتے اور کھاتے ہیں
اُنہی کے ہاتھ پھر جھوٹے نگینے بیچ جاتے ہیں

بہت کچھ لوٹ لے جاتے ہیں ہتھ ناٹک کی چالوں سے
جوا بھی کھیلتے ہیں وہ ہمارے فوج والوں سے

پیادے ہار جائیں تو انہیں ہتھیار دیتے ہیں
سوار اکثر جوئے میں اپنے گھوڑے ہار دیتے ہیں

ہماری فوج آئی ہے یہاں پیکار کی خاطر
کہ ان بازاریوں کی گرمئی بازار کی خاطر

شبانہ روز ہم میداں میں لڑتے اور مرتے ہیں
یہودی چین سے بیٹھے ہوئے بیوپار کرتے ہیں

یہودیوں کی وعدہ خلافی

یہودی قلعہ میں یثرب کے غلّوں کا ذخیرہ ہے
ہمیں کچھ بھی نہیں دیتے یہ کیا ان کا وتیرہ ہے

سمجھتے ہیں قبائل سے تو کچھ پڑتا نہیں پلّے
چھپا کر کیوں نہ تہ خانوں میں پھر رکھے رہیں غلّے

یہ وعدہ تھا، مدینے کے حوالی ان کی حد ہوگی
رئیسان یہودی ہی کے ذمّے سب رسد ہوگی[1]

---

[1] رئیسان یہود نے وعدہ کیا تھا کہ جب لشکرِ قبائل مدینے کے حدود میں آئے گا۔ رسد ہمارے ذمہ ہوگی۔ (تاریخ العمران)

رئیسانِ یہودی اب نظر آتے ہیں کم ہم کو
نظر آتے بھی ہیں ظالم تو دے جاتے ہیں دم ہم کو

نئے ہر روز دم دھاگے نئے فقرے نئے جھانسے
یہودی قوم نے گویا نئے چنڈول ہیں پھانسے

طلب غلّہ کرو تو صاف ملتا ہے جواب ان سے
فقط ملتی ہے مُنہ مانگے ہوئے داموں شراب اُن سے

رَسد ان سے کسی قیمت پہ حاصِل ہو نہیں سکتی
وہ کہتے ہیں یہودی قوم سے غلّے بو نہیں سکتی

قبائِل کو رسد[1] کی فکر

ہمیں شک ہے رَسد یثرب کے اندر بیچتے ہونگے
مُسلمانوں سے قیمت نقد لے کر بیچتے ہونگے

یہودی قوم کی یہ نفع بازی جانتے تھے ہم
یہ سب ہیں یار پیسے کے انہیں پہچانتے تھے ہم

گھروں سے ہم بہت کچھ ساز و ساماں ساتھ لائے تھے
کوئی ان کے بھروسے تو نہیں لڑنے کو آئے تھے

مگر یہ کیا خبر تھی جنگ ہو گی اس قرینے کی
غنیمت کے بغیر ایسی لڑائی اِک مہینے کی

وہ سب کچھ کھا چکے ہم راستہ میں جو بھی چھینا تھا
کہ آخر اس بڑے لشکر کو کھانا اور پینا تھا

رَسد کے بھیڑ، بکری، اُونٹ کھائے جا چکے سارے
لڑائی کے جو زخمی اسپ تھے کام آ چکے سارے

شراب اک دو ہی دن کی اور باقی ہو تو باقی ہو
پھر اس کے بعد لازم ہے کہ ارزاں خونِ ساقی ہو

---

[1] لشکرِ قبائل میں جو تقریباً ایک مہینے سے محاصرہ کئے پڑا تھا۔ رسد کی قلت پیش آ گئی۔ (سیرت)

کفّار کا لشکر اور شراب

بہادر لشکری پیتے رہیں تو چُست رہتے ہیں
نہیں ملتی تو بغلیں جھانکتے ہیں سُست رہتے ہیں

یہ بزمِ رزم قائم ہے جو سچ پوچھے کوئی ہم سے
شرابِ کہنہ و لُطفِ کبابِ تازہ کے دم سے

نشے ہی سے بہادر فوجیوں میں جوش آتا ہے
بہت افسردہ ہوتے ہیں جب ان کو ہوش آتا ہے

نشہ جب تک نہ ہو میداں میں ان کو لا نہیں سکتے
پھر ان کو شاعروں کے شعر بھی گرما نہیں سکتے

شرابی شاعر

ہمارے شاعروں کا جوش بھی ہے وصلِ ساغر سے
لگے رہتے ہیں ورنہ لاش کی مانند بستر سے

یہ خود بھی ترش رُو ہیں شعر بھی کڑوا کسیلا ہے
نکلتا ان کے مونہوں سے برابر مے لا میلا ہے

اگر پی لیں تو اُٹھ کر فوجیوں کا دِل بڑھاتے ہیں
اچھلتے کُودتے ہیں اینڈتے ہیں گیت گاتے ہیں

نقیبانِ "جہالت" یہ ہمارے مدح خواں شاعر
ہمارے کارناموں کے خصوصی ترجماں شاعر

نہ سمجھو ان کو بکواسی، کہ یہ سب کارآمد ہیں
ہمارے ساتھ ہیں اور محوِ تعریف و خوشامد ہیں

یہ مانا فحش گو ہیں، فحش کار و لاف زن بھی ہیں
یہ مانا بد سرشت و بد نگاہ و بد چلن بھی ہیں

مگر یہ لوگ شاعر ہیں مزا ہے ان کی باتوں میں
ہمارے لشکری لیتے ہیں لذت ان سے راتوں میں

یہ ایسا بھانڈپن کرتے ہیں ایسے گیت گاتے ہیں
کہ سننے دیکھنے والے نہایت لطف اٹھاتے ہیں

سنو جس دم تبرا یہ مسلمانوں پہ کرتے ہوں
انہیں دیکھو جہاں یہ گالیوں میں رنگ بھرتے ہوں

وہ ساعت جب کہ طاری سخت خارش ان پہ ہوتی ہے
اہا ہا ہا، اوہو ہو ہو کی بارش ان پہ ہوتی ہے

کوئی جوشِ خطابت سے مسلسل سر ہلاتا ہے
کوئی تانیں اڑاتا ہے تو کوئی منمناتا ہے

سرِ محفل ہے واصل کوئی محبوبِ خیالی سے
ہے دیوِ ہجر کا معمول کوئی خورد سالی سے

یہ شاعر لوگ ہیں اضحوکۂ دنیائے سرمستی
مزا یہ ہے بہت مہنگی نہیں ہے ان کی خرمستی

شراب ان کو دیئے جاؤ سنے جاؤ کلام ان کا
یہ مینڈک پی کے ٹراتے طرفہ ہے زکام ان کا

فقط ایسے تماشے کے لئے اک شئے ضروری ہے
کہیں سے بھی ملے، کوئی ملائے، مے ضروری ہے

یہ مستانے جو اکثر عامیوں کی نقلِ محفل ہیں
بھلا یہ بن پیئے دو حرف بکنے بھی قابل ہیں

اگر اک مرتبہ حیلے حوالے سے انہیں ٹالیں
تو اپنے محسنوں کی بھی یہ فوراً ہجو کہہ ڈالیں

دیئے جاؤ انہیں چھینٹے شرابِ ارغوانی کے
وگرنہ ہم ہدف بن جائیں گے گندہ دہانی کے

ملی جس دن نہ مے ان شاعرانِ کینہ پرور کو
ہمارے ہی خلاف اس دن یہ بھڑکائیں گے لشکر کو

اب اظہارِ حقیقت اس کو سمجھو یا کہ سردردی
جو حالت تھی، سپہ سالار سے ہم نے بیاں کر دی

رسد بھی ختم ہو چکی ہے اور میخانہ بھی خالی ہے
ہمارا حال کیا ہوگا؟ یہ ہر صورت سوالی ہے[1]

ابوسفیان کی تقریر

قبائل کے سبھی سردار بولے باری باری سے
بڑی تیزی سے لیکن انتہائی ذمہ داری سے

یہ تقریریں سنیں جب سربراہانِ قبائل کی
ابوسفیان نے کی محسوس تلخی ان دلائل کی

جواب ان کا ضروری تھا، کہ اب تاخیر مشکل تھی
یہاں اب لمبی چوڑی منطقی تقریر مشکل تھی

اٹھا، داڑھی کھجائی، مسکرایا، دانت دکھلائے
مخاطب کر کے سرداروں کو یہ الفاظ فرمائے

یہود اور قبائل میں اختلاف

عرب کے سربلند و سرفراز و اور سردار و
یہودی قوم نے کھیلی ہے یہ نردِ دغا یارو[2]

یہودی قوم سچ مچ جذبۂ غیرت سے عاری ہے
مگر ان سے برابر نامہ و پیغام جاری ہے

جواب آخری ان کی طرف سے آج پایا ہے
اسی باعث تو میں نے آپ لوگوں کو بلایا ہے

---

[1] محاصرہ کو جس قدر طول ہوتا جاتا تھا۔ محاصرہ کرنیوالے ہمت ہارتے جاتے تھے۔ چوبیس ہزار آدمیوں کو رسد پہنچانا آسان نہ تھا (سیرت)

[2] یہود جنہوں نے تمام عرب کو اسلام کے خلاف یکجا کیا تھا اب کھلی لڑائی سے پرہیز کرتے تھے (تاریخ العمران)

وہ کہتے ہیں کہ چند افراد جو ہوں نام آور بھی ۔۔۔ ہماری فوج کے سردار بھی ہوں اور دلاور بھی[1]
یہودی قلعہ میں رکھیں گے ہم زیرِ نظر بندی ۔۔۔ تو پھر ہم جنگ کے میداں میں کودیں گے بہ خورسندی
ہماری نیتوں پر اب ہے شکّ اختلال ان کو ۔۔۔ ہماری فوج سے مطلوب ہیں کچھ یرغمال ان کو
ہمارے آدمی قبضے میں رکھنے پر مصر ہیں وہ ۔۔۔ اسی اک شرط پر کہتے ہیں ہم سے متحد ہیں وہ
علاوہ اس کے، روزِ سبت بھی باہر نہ آئینگے ۔۔۔ لڑائیں گے ہمیں لیکن وہ خود زد پر نہ آئیں گے
جو اُن کی چال ہے اچھی طرح سے جانتا ہوں میں ۔۔۔ پرانے ملنے والے ہیں اُنہیں پہچانتا ہوں میں
وہ دھرنا مارے بیٹھے ہیں خزانوں اور گداموں پہ ۔۔۔ رسد دینے کو ہیں تیار لیکن نقد داموں پر
خیال ان کا یہ ہے جس دم گھسیں گے ہم مدینے میں ۔۔۔ تو شاید لوٹ پڑ جائے خسیسوں کو دفینے میں

---

[1] نعیم بن مسعود ثقفی قبیلہ غطفان کے رئیس تھے ــــــ اُنہوں نے قریش اور یہود سے الگ الگ ایسی باتیں کیں جس سے دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ نعیم نے یہود سے کہا۔ قبائل مال وزر کے طالب ہیں۔ مسلمانوں کے پاس مال کہاں؟ اور اگر وہ محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے تو تم اکیلے مسلمانوں کے رحم پر رہ جاؤ گے۔ مناسب یہ ہے کہ عام حملے میں شامل ہونے سے پہلے قریش اور قبائل کے چند سربرآوردہ آدمی بطور یرغمال اپنے قلعہ میں منگا لو۔ تاکہ تم سے یہ لوگ دغا نہ کریں اُدھر قریش وغیرہ سے کہا۔ کہ وہ شاید مسلمانوں سے مل جائیں ان کا ارادہ ہے کہ تمہارے افسروں کو یرغمال کے طور پر قید کر لیں پھر جب ابوسفیان نے یہود سے کہا کہ آؤ عام حملے میں ہمارے ساتھ شریک ہو تو یہودیوں نے کہا کہ سبت کے دن ہم جنگ نہ کریں گے۔ علاوہ ازیں چند سرکردہ سرداروں کو ہمارے قلعہ میں بھیج دو۔ تاکہ ہمیں تقویت رہے۔ یہ سُنکر کفار کو یقین ہو گیا۔ کہ یہود دغا بازی پر آمادہ ہیں۔ اس طرح پھوٹ پڑ گئی۔ (دیکھو ابن ہشام زرقانی وغیرہ)

اگر کر دیں ہم اپنے افسروں کو یرغمال ان کا
خیال ان کا یہ ہے محفوظ ہو جائیگا مال ان کا

اگر اس مال پر بھی رال ٹپکی فوج والوں کی
تو زیر تیغ آجائیں گی جانیں یرغمالوں کی

عرب کو لوٹنا لیکن عرب والوں سے غیریت!
کمینے بے وفا، غدّار، قرم ساق بدنیّت

دُوسری صُبح متفِقہ دھاوے کی تجویز

چلو اچھا ہوا یہ خود ہی ہم سے دُور ہو بیٹھے
مدینے کے سیاسی فائدے سے ہاتھ دھو بیٹھے

میری تجویز یہ ہے کل سویرے نُور کے تڑکے
مدینے کی زمیں پر فوج بجلی کی طرح کڑکے

کریں ہم متفِقہ فوج سے اک زور کا دھاوا[1]
کہ ہوں شامل نہ ہونے سے یہودوں کو بھی پچھتاوا

نہیں ہے اب مسلمانوں میں کوئی بھی سکت باقی
نہ جمعیّت ہی قائم ہے نہ قوّت اور سکت باقی

ہزاروں کا یہ لشکر جا پڑے یوں بے خطر ان پر
گرے آندھی کی صُورت بارش تیر و تبر ان پر

اِدھر خندق کے اُوپر جنگ سر انجام ہو جائے
اُدھر سے اندرونِ شہر قتلِ عام ہو جائے

قبائل کے بہادر سر براہو گرد ن افرازو
ابھارو لشکروں میں جوش جانبازی کا جانبازو!

مدینے میں اگر اک مرتبہ تم ہو گئے داخل
تو یہ سمجھو رسد بھی میکدے سے بھی ہو گئے حاصل

---

[1] ابوسفیان وغیرہ نے فیصلہ کیا کہ دُوسرے دن قبائل کی تمام فوجوں کا حملہ کر کے مدینے ہی جا کر دم لیں (تاریخ الخمیس)

یہاں سے جا کے یہ احکام دے دو اپنے دستوں کو
فنا کر دیں سوئے منہ اندھیرے حق پرستوں کو

مسلماں ختم ہو جائیں تو پھر سب کچھ تمہارا ہے
کہ بعد اس کے یہودی قوم کا پھر کیا سہارا ہے

یہ سیم و زر یہ سب غلے خزانے اور میخانے
پڑے ہیں سامنے، تم کو دئیے ہیں لات و عزیٰ نے

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

سپہ سالار کے اس فیصلے سے خوش ہوئے افسر
ہر اک نے راہ لی گھوڑوں پہ چڑھ کر جانب لشکر

سراپردہ ادھر دربان نے دیوان کا کھینچا
ابوسفیان نے اک سانس اطمینان کا کھینچا

سحر کو متفقہ متحدہ فوج کا حملہ
بقا کی ایک کشتی پر فنا کی موج کا حملہ

خبر کیا تھی ابھی خوابیں سحر میں رات حائل ہے
کہ شیطانی ارادوں میں خدا کی ذات حائل ہے

بشر اپنے ارادوں سے عبث مسرور ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے

ابوسفیاں بہت خوش تھا یہ ساعت عید تھی اسکو
یہ حملہ فیصلہ کن ہے بڑی امید تھی اس کو

خبر کیا تھی محمدؐ نے دعا کو ہاتھ اٹھائے ہیں
خبر کیا تھی زمیں پر حاملانِ عرش آئے ہیں

آندھی کا حملہ

ابوسفیان نے دی آواز دسترخوان بچھواؤ
بلاؤ عکرمہ کو اور ابن العاص کو لاؤ

مہیا ہو گیا سامان بے اندازہ و وافر | شرابِ کہنہ کے شیشے طعامِ تازہ و وافر
مسلمانوں کا خوں لیکر ارادے اور نیت میں | ابو سفیان بیٹھا اور مصاحب بھی معیت میں
ابھی کھانے نہ پائے تھے، ابھی پینے نہ پائے تھے | اٹھائے تھے جو لقمے وہ دہن تک بھی نہ آئے تھے
اچانک اک بڑا جھونکا ہوائے تند کا آیا | بھری مونہوں میں جس نے خاک، دسترخوان اُلٹایا
کبابوں کی اڑیں قابیں، لڑے شیشے شرابوں کے | شرابیں لنڈھ گئیں ٹکرا کے سر ٹوٹے قرابوں کے
ابھی نکلی نہیں تھیں پیپیاں مونہوں سی حیرت کی | کہ آیا دوسرا جھونکا صدائیں لے کے ہیبت کی
طنابیں چرچرائیں چوب لہرائی اڑا خیمہ | غبار ابھرا غبارہ بن کے اٹھا اور گرا خیمہ
ابوسفیاں نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے کیا دیکھا | مقدر لشکرِ احزاب کا پلٹا ہوا دیکھا[1]
رواں تھا ایک سیلابِ عظیم الشان آندھی کا | اچانک آپڑا تھا فوج پر طوفان آندھی کا
اُمڈتی دوڑتی اٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی | زمیں کو رَوندتی افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی
توے اُلٹے، اُلٹی چولھوں میں ہنڈیاں بجھ گئیں آگیں | جھلس کر رہ گئے منہ اور کپڑوں میں لگیں آگیں
اُٹا تھا ہر بشر کا فرق و چشم و گوش مٹی سے | ہوا کے دوش پر اُڑتی ہوئی پُر جوش مٹی سے
دلِ ہر فرد تھا اس ناگہانی مار سے چھلنی | بدن تھا ریزہ ہائے سنگ کے سوفار سے چھلنی

[1] اس زور کی ہوا چلی کہ طوفان آگیا خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں کھانے کے دیگچے چولھوں پر الٹ الٹ جاتے تھے (سیرت النبی)

طمانچے کنکروں کے اور مٹی کے تھپیڑے تھے
مسلسل پے بہ پے خوف اور دہشت کے تریڑے تھے

کفّار پر خوف و ہراس چھا گیا

یہ آندھی کپکپاتی برف کی سردی بھی لائی تھی
ہزاروں وسوسے لائی تھی نامردی بھی لائی تھی

ابوسفیاں کا دل تھا حلق میں اب ہول کھا رہے
گنہ جتنے کئے تھے آرہے تھے سامنے سارے

ستم ڈھائے تھے جتنے بھی مسلمانوں کی جانوں پر
وہ آندھی بن کے چھائے تھے زمینوں آسمانوں پر

نظر آتی تھی اک جھونکے میں صد پاداش کی صورت
اندھیرے میں ابوسفیاں کھڑا تھا لاش کی صورت

زمیں بھونچال سی ہلتی ہوئی معلوم ہوتی تھی
گناہوں کی سزا ملتی ہوئی معلوم ہوتی تھی

خبیبؓ و زیدؓ دو اللہ کے بندے تھے تصور میں[1]
ابوسفیان تھا اور پھانسی کے پھندے تھے تصور میں

تصور میں ہوا محسوس اپنا سانس بند اس کو
تو اپنی ہی رگِ گردن نظر آئی کمند اس کو

ابوسفیان سمجھا قیامت آئی

زمیں پر دوڑتے پھرتے نظر آئے جو انگارے
ابوسفیاں اُن کو بھوت سمجھا خوف کے مارے

---

[1] دیکھو اسی جلد میں واقعہ رجیع۔

ہوا میں اونٹ گھوڑوں کی صدائیں بار بار آئیں
صدائیں کان میں بن بن کے تاکیدِ فرار آئیں

ہوائے تند کے جھونکے تھے یا چھنکار گھوڑوں کی
سنائی دے رہی تھی بے محابا ٹاپ گھوڑوں کی

سروں سے اڑ چکے تھے چھاؤنی کے خیمے خرگاہیں
پڑے تھے لشکری چہروں پہ لپٹائے ہوئے باہیں

نہ کوئی بول سکتا تھا، نہ کوئی سر اٹھاتا تھا
ابوسفیاں کو اپنی ذات سے بھی ہول آتا تھا

نہ چولھا تھا نہ ہنڈیا تھی نہ خیمہ تھا نہ ڈیرا تھا
فقط وحشت ہی وحشت تھی اندھیرا ہی اندھیرا تھا

خیال آیا ابوسفیاں کو اپنی حالتِ بد کا
وہ سمجھا قول پورا ہونے والا ہے محمدؐ کا

یقیں آیا زمین و آسماں کو طیش آیا ہے
ہراول بن کے خاک و باد کا یہ جیش آیا ہے

یہاں اب ایک ساعت بھی کھڑے رہنے میں خطرہ ہے
میری ہی جستجو میں ذرّہ ذرّہ قطرہ قطرہ ہے

محمدؐ کی مدد کا ہو گیا ہے غیب سے ساماں
یہاں سے بھاگ ابوسفیاں، یہاں سے بھاگ ابوسفیاں

وگرنہ کوئی دم میں تیری شامت آنیوالی ہے:
محمدؐ نے بتایا تھا، قیامت آنے والی ہے

ابوسفیان نے بھاگنے کی ٹھہرائی

لپے بڑھتی جاتی تھی ہوائے تند کی تیزی
فضا میں تھی بلا کی ہولناکی دہشت انگیزی

وہ سردی تھی کہ جم کر رہ گئی تھی سانس سینوں میں
اُمیدِ زیست تھی چھپتی ہوئی سی پھانس سینوں میں

ضمیرِ جرم آلودہ کو تھا احساس تنہائی
ابوسفیان نے آخر بھاگ چلنے ہی کی ٹھہرائی

بندھا رہتا تھا اپنا اونٹ ہر دم ساتھ ڈیرے میں
ابوسفیان گھسٹ کر اُس پہ چڑھ بیٹھا اندھیرے میں

پکارا، جو کوئی بھی سن رہا ہو غور سے سُن لے
سپہ سالار کا اعلان پورے طور سے سُن لے

یہاں اب ایک ساعت بیٹھنا بھی جان کھونا ہے
نتیجہ کچھ نہیں بے فائدہ برباد ہونا ہے

قریشی قوم کے ہر فرد کو جا کر خبر کر دو
اندھیرے میں گھروں کی راہ لو فوراً جواں مردو

قریشی فوج ہو یا فوج کا ہو کوئی سر کردہ
سمجھ لے بس غنیمت ہے اندھیری رات کا پردہ

تم اپنی قوم کو لیکر خموشی سے نکل آؤ
کہاں جاتے ہو صحرائی قبائل کو نہ بتلاؤ

قریشی قوم کی ہستی کو میں خطرے میں پاتا ہوں
گھروں کی راہ لو بھائی، یہ دیکھو میں تو جاتا ہوں

ابوسفیان کی بدحواسی[1]

اندھیرے میں بلند آواز سے مارا یہ للکارا
اور اس کے ساتھ ہی رسّی سے اپنے اونٹ کو مارا

---

[1] آندھی کے زور سے پریشان اور بدحواس ہو کر ابوسفیان نے قریش کے سرداروں کو آواز دی کہ اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ بہتر ہے ہم واپس چلیں۔ پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا۔ مگر گھبراہٹ کا یہ عالم کہ اونٹ کا گھٹنا کھولنا بھول گیا
(ابن سعد و ابن ہشام وطبری)

اُچک کر بلبلایا اُونٹ لیکن چل نہ سکتا تھا
بندھا تھا اس کا گھٹنا وہ جگہ سے ٹل نہ سکتا تھا

ابُوسفیاں اِدھر سے گالیاں اس کو سناتا تھا
اُدھر سے اونٹ بھی تُرکی بہ تُرکی بلبلاتا تھا

یہ سب کچھ سُن رہا تھا عکرمہ بوجہل کا بیٹا
کہیں نزدیک اوندھے منہ زمیں پر وہ بھی تھا لیٹا

وہ اُٹھا طیش میں آکر پکارا اے ابوسفیان
سپہ سالار ہو کر چھوڑتے ہو اس طرح میداں

چچا یہ بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ ہے نامردی
اندھیری رات میں کرنے چلے ہو بادیہ گردی

بندھا ہے اونٹ کا گھٹنا جسے تم ہانکے جاتے ہو
دہن سی گالیاں بکتے ہو مٹّی پھانکے جاتے ہو

اگر واپس ہی چلنا ہے تو لشکر ساتھ میں رکھو
سپہ سالار ہو دو چار افسر ساتھ میں رکھو

قریشی آن بھی آخر بچانی چاہیے تم کو
چچا اس بزدلی پر شرم[۱] آنی چاہیے تم کو

ابُوسفیان کی شرم

صدائے عکرمہ سن کر ابُوسفیاں کو شرم آئی
مگر اس شرم کی اس وقت مشکل تھی پذیرائی

اندھیرا اور آندھی اور پُر اسرار آوازیں
فضا میں سرد شعلوں کی سی دل افگار پروازیں

---

[۱] عکرمہ بن ابی جہل پاس ہی تھا۔ اس نے ابُوسفیان کو تلخ الفاظ کہے اور شرم دلائی۔ ابوسفیان بیٹھے تو رُک گیا۔ کہا اچھا تم لشکر کو ترتیب دے کر واپسی کا انتظام کرو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے اونٹ کا گھٹنا کھولا اور تن تنہا سب سے آگے آگے روانہ ہو گیا۔ (دیکھو ابن ہشام)

ڈرانی اور ہیبت ناک دھمکاتی ہوئی شکلیں
تحکّم سے گریز ارشاد فرماتی ہوئی شکلیں

وہ سب تاریک شکلیں واہمہ خلاق تھا جن کا
ضمیرِ بد نہاد اُن پر تصوّر شاق تھا جن کا

یہاں اب کوئی بھی صورت نہیں تھی جائے ماندن کی
نفس کی آمد و شد تھی صورت پائے رفتن کی

صدائے عکرمہ سے بوجھ اُترا ذمہ داری کا
بہانہ ہاتھ آیا حیلۂ بے اختیاری کا

اُتر کر اب بمشکل اُس نے گھٹنا اونٹ کا کھولا
مگر پھر اس پہ چڑھ بیٹھا بلند آواز سے بولا

بھتیجے عکرمہ لو، میں تمہیں نائب بناتا ہوں
قریشی فوج کو تم لے کے آؤ میں تو جاتا ہوں

ہوا آئی ہے لے کر اک جہانِ لق و دق ہم پر
اُلٹ کر آپڑیں گے صبح تک چودہ طبق ہم پر

مِرے پیچھے ہی پیچھے قوم کو لے کر نکل آؤ
غبارِ مرگ کی اِس قبر سے باہر نکل آؤ

وگرنہ جو نتیجہ ہونے والا ہے وہ ظاہر ہے
عرب کی ان ہواؤں کا ابوسفیان ماہر ہے

ابوسفیاں نے پورے زور سے اب اونٹ دوڑایا
اندھیرے اور آندھی کی رِدا میں گم ہوا سایا

فقط راہِ فرار آسان تھی پائے تصوّر پر
ہوائے تند کوڑا کر رہی تھی پشتِ اشتر پر

لشکرِ احزاب اندھیرے میں غائب

یہ ایسا واقعہ تھا جو چھپائے چھپ نہ سکتا تھا
سپاہی سُن رہے تھے عکرمہ بھی بکتا جھکتا تھا

سپہ سالار کا میداں سے چل دینا قیامت تھا
خبر لشکر میں پھیلی شوم کا مذکور شامت تھا

بھلا اب کون رُکتا کس میں باقی تھا یہ دل گُردہ
قریشی فوج پہلے ہی سے تھی افسردہ و مُردہ

اندھیری رات میں آندھی کے آگے سب کے سب بھاگے
وہ اِس سے دس قدم آگے یہ اُس سے دس قدم آگے

قبائل کے جیوشِ قاہرہ نے بھی خبر پائی
قریشی فوجیوں کی چھاؤنی خالی نظر آئی

یہودی چوکیاں بھی جا چکی تھیں قلعہ کے اندر
نظر آتے نہ تھے میدان میں اب ناچتے بندر

ہراسِ عام ان پھیلی ہُوئی افواج میں پھیلا
فضا میں گالیاں گونجیں اُٹھا اک شور واویلا

اُنہیں بھی اب نہیں تھا بھاگ چلنے کے سوا چارا
اسی عالم میں لد کر چل دیا آخر یہ بنجارا [1]

اڑا کر لے گئی اندھوں کو آندھی اس اندھیرے میں
سحر تک خاک اُڑتی رہ گئی باطل کے ڈیرے میں

---

[1] قریش کو جلد معلوم ہو گیا کہ ابوسفیان چلا گیا ہے۔ وہ بھی اس اندھیرے میں بھاگے۔ قبائل میں بھی جلد ہی یہ خبر پھیلی۔ اُنھوں نے معلوم کیا تو قریش جا چکے تھے۔ اور یہود اپنے قلعہ میں جا چھپے تھے۔ قبائل بھی غصّے میں بھرے ہوئے چل دیئے۔ (دیکھو ابنِ ہشام)

مدینے کی صبح

بلا کا عبرت افزا انقلابِ چرخِ گرداں تھا
ابھی اک شور برپا تھا، ابھی اک ہُو کا میداں تھا

سحر کے وقت جب گونجی صدا اَللہُ اَکبَر کی
تو باطل ہو چکی تھیں ظلمتیں باطل کے لشکر کی

نہ آندھی ہی رواں تھی اب نہ قائم وہ اندھیرا تھا
ہوائیں معتدل تھیں اور نورانی سویرا تھا

نسیمِ صبح کے آزاد جھونکے سرسراتے تھے
طلوعِ مہر کا عالم تھا ذرّے مسکراتے تھے

نظارے کا سہارا پا لیا تھا مہرِ خاور نے
محمدؐ کا مدینہ چھا لیا تھا فضلِ داور نے

